مجالس نفیس
قافلہ سید احمد شہید کے میر کارواں
پیر طریقت رہبر شریعت
شاعر دربار رسالت ﷺ
خطاط العصر ادیب ہاشمی
حضرۃ سید نفیس الحسینی صاحب نور اللہ مرقدہ
مقدمہ
حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل
مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا
عبد المجید لدھیانوی
دامت برکاتہم العالیہ
اہتمام
استاذ العلماء
حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال
جمع و ترتیب مولانا شیراز شورکوٹی خادم: العصر تعلیمی مرکز پیر محل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مجالس نفیس

ضابطہ

نام کتاب: مجالس نفیس

ملفوظات: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اہتمام: استاد العلماء، حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب مدظلہ

جمع وترتیب: مولانا شیراز صاحب

تصحیح: مولانا کلیم اختر وقاری جاوید

کمپوزنگ: مولوی صہیب محمود مسہ کوٹی و مفتی محمد حامد علی

تعداد: ۱۱۰۰

اشاعت دوم: اکتوبر ۲۰۱۱ء

ناشر

مکتبہ شیخ لدھیانوی

کہروڑ پکا ضلع لودھراں

0300-6804071

مقدمہ

حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل

مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا

دامت برکاتہم العالیہ

جمع و ترتیب

اہتمام

انتساب

حضرت شاہ صاحب کی ذاتِ بابرکت

کے نام

جن کی روحانی توجہ سے ہزاروں لوگوں کی زندگی

بدل گئی، اللہ ان کے مرقد پر کروڑہا رحمتیں

نازل فرمائے۔ "آمین"

فہرست مضامین

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مجلس : ۱

۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۰ بروز پیر

مجلس : ۲

۸/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل

مجلس : ۳

۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ/ ۶ دسمبر ۲۰۰۰ بروز بدھ

مجلس : ۴

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک

مجلس : ۵

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز ہفتہ

مجلس : ۶

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز اتوار

مجلس : ۷

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز پیر

مجلس: ۸

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل

مجلس: ۹

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز بدھ

مجلس: ۱۰

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات

مجلس: ۱۱

۱۸ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک

مجلس : ۱۲

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز ہفتہ

مجلس : ۱۳

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز اتوار

مجلس : ۱۴

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز پیر

مجلس : ۱۵

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۹ دسمبر ۲۰۰۰ بروز منگل

مجلس: ۱۶

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز بدھ

مجلس: ۱۷

۲۴ رمضان المبارک بروز جمعرات

مجلس: ۱۸

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق

۲۲ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقدمہ

الحمد للہ و الصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ

اما بعد!

زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا ہے۔ ابھی چند مہینوں کی بات ہے جب خانقاہ رائے پور سے تعلق رکھنے والا ایک عظیم سپوت اس دنیا سے رخصت ہوا اور رشد و ہدایت اور اصلاح خلق کا ایک سنہرا ورق الٹ گیا اور معرفت الٰہیہ اور انوارات ملکیہ کا ایک باب بند ہو گیا اور ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء کے غروب آفتاب کے ساتھ رشد و ہدایت کا آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ اس سے مراد سید انور حسین شاہ نفیس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کو مختصراً ''حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس حادثہ کی چوٹ عرب و عجم میں خصوصاً پاکستان و ہندوستان میں بہت شدت سے محسوس کی گئی اور اس صدمہ پر پورا پاکستان سوگوار اور اشکبار ہے اور علم و معرفت کی یہ خانقاہ جس کو ''خانقاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' کہتے ہیں بالکل خالی خالی اور ویران ویران نظر آتی ہے۔

حضرت نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہندوستان کی مشہور خانقاہ رائے پور سے تھا جو مرجع خواص وعوام تھی۔ یہ وہ خانقاہ ہے جس نے نہ صرف دعوت وارشاد اور سلوک و احسان، تصوف و اخلاق اور اصلاح خلق کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ کفر کے ایوانوں پر ضرب مومن لگانے کے لیے جہاد اور مجاہدین کی بھی خوب خوب سرپرستی فرمائی۔

اس خانقاہ کے مسند نشین حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے

اور ابتدائی طور پر خانقاہ رائے پور کو شہرت انہیں کی ذات سے ملی۔ ان کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے معتمد خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ عالیہ میں مسند نشین ہو کر اپنے شیخ کے طرز کے مطابق کام کرتے ہوئے اس خانقاہ کی بہاروں کو قائم و دائم رکھا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق خانقاہ رائے پور سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ غالباً ۱۳۷۶ میں بیعت ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے دل کی مٹی بڑی زرخیز رکھی تھی نیکی، تقویٰ، اہل اللہ کی محبت اور اخلاص جیسی صفات ان کے دل میں ودیعت رکھی ہوئی تھیں جس نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق کو بہت جلا بخشی اور آپ کی دین پرست طبیعت اور مزاج نے خوب خوب کسب فیض کیا اور بالآخر اس خانقاہ عالیہ سے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا گیا۔ اور پھر اللہ گواہ ہے کہ آپ کو اپنے مشائخ سے جو فیض ملا تھا آپ نے اس کو خوب خوب پھیلایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے میرا محبت کا دیرینہ تعلق رہا حضرت کی بے حد شفقتیں، عنایتیں مہربانیاں مجھ پر رہیں خانقاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت کی خدمت اقدس میں جب بھی حاضری کا موقع ملا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ میرے ساتھ ایسا پرکشش محبت کا معاملہ فرمایا کہ ہر دفعہ دوبارہ حاضری کا اشتیاق پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم کی ترقی میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور توجہات کا بڑا گہرا تعلق رہا ہے جب تک حضرت کی صحت نے ساتھ دیا ہمیشہ سالانہ جلسہ پر تشریف لاتے رہے اور یہاں آ کر کافی خوشی اور فرحت محسوس کرتے تھے اور جب صحت سفر کی متحمل نہ رہی تو اگرچہ حضرت خود تشریف تو نہ لاتے تھے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جامعہ اسلامیہ باب العلوم کی طرف میری پوری پوری توجہ ہوتی ہے بزرگوں اور اکابر کے مواعظ ملفوظات مکتوبات اصلاح و ارشاد کی مجالس وغیرہ

بلاشبہ نفع سے خالی نہیں ہیں ان حضرات اکابر کی مجالس تک جن کو رسائی ہوئی اور ان کی مجالس میں شرکت کے مواقع میسر آئے تو انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مواعظ اور اصلاح وارشاد کی باتیں زیادہ سے زیادہ افراد امت تک پہنچیں تو اس کے لیے ان دردمندوں کے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے یہ ترکیب ڈالی کہ مواعظ وملفوظات اور مجالس کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور یوں یہ فیض ہر خاص وعام تک پہنچ گیا۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ہمارے عزیز مولانا شیراز صاحب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بکثرت جایا کرتے تھے انہوں نے محبت ذوق اور شوق کے ساتھ حضرت کی کچھ مجالس کی باتیں جمع کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور اللہ مجموعہ کو مقبولیت عامہ وتامہ عطاء فرمائے اور ہر خواص وعوام کو اس سے پورا پورا استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالمجید
خاکپائے حضرت شاہ نفیس رحمۃ اللہ علیہ
۳ ذوالحج ۱۴۲۹ھ
۲ دسمبر ۲۰۰۸ء

سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ...... حالات وخدمات

خاندانی پس منظر

سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط اور شیخ طریقت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب الاقطاب خواجہ دکن سید محمد حسینی گیسو دراز تک پہنچتا ہے۔ سادات گیسو دراز پنجاب کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے سید نفیس الحسینی بن سید محمد اشرف علی بن سید بڈھن شاہ بن سید محمد شاہ حسینی بن سید شاہ محمد سلیم بن سید شاہ محمد صالح بن شاہ عبدالکریم حسینی مہاجر مکی بن سید شاہ گل محمد حسینی بن شاہ حفیظ اللہ حسینی بن شاہ اسد اللہ حسینی بن سید عبداللہ حسینی بن سید محمد صوفی حسینی گلبرگوی بن حسنی بن خواجہ ابوالفیض شان من اللہ حسینی بن حضرت سید یوسف المعروف محمد اصغر گلبرگوی بن حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ۔

حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آبسے تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید گل محمد حسینی تھے۔ سید گل محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالکریم حسینی تھے جو موضع ننگل کملا (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں قیام پذیر تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ مع اہل وعیال حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں درس وتدریس کا شغل اختیار کیا اور آپ تادم آخر وہیں رہے۔ حضرت شاہ عبدالکریم حسینی کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد صالح تھے جو عوام میں صالحوں شاہ کے نام سے مشہور تھے آپ عارف ربانی

اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ موضع کرنالی (تحصیل سپرور) میں آپ اکثر اوقات بسر فرماتے وہاں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر فرمائی جو تا حال موجود ہے تخمیناً آپ نے باہویں صدی ہجری کے آخر یا تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی۔ اور قبرستان کرنالی میں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ محمد صالح حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند تھے حضرت شاہ محمد سلیم جن کا مسکن و مدفن موضع تنگل کملا ہی تھا۔ حضرت شاہ محمد سلیم کے دوسرے صاحبزادے شاہ غلام محمد تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد شاہ تھے جو ایک ولی کامل، متوکل علی اللہ درویش اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ نے عمر کا بیشتر حصہ موضع الھڑ (تحصیل سپرور) میں گذارا۔ آپ ہی کے زمانہ میں امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت مجاہدین کے سکھوں سے معرکے ہوئے جن میں غازیان اسلام نے شجاعت و جان سپاری اور ایثاری کی نئی تاریخ رقم کی۔ حضرت سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ حاذق و کامل طبیب بھی تھے۔ آپ دوا اور دعاء دونوں سے مخلوق خدا کو مستفید فرماتے آپ نے موضع الھڑ کے مشرق میں ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی جو برسوں آپ کے اذکار و اشغال سے معمور رہی۔ آپ کی وفات سنہ ۱۸۶۰ھ کے کچھ ہی بعد ہوئی۔

سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو ازواج سے چھ بیٹے تھے۔ آپ کی اہلیہ ثانیہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد اپنے تین بیٹوں کو لے کر گھوڑیالہ غربی میں منتقل ہوگئیں۔ آپ کے صاحبزادے سید بڈھن شاہ نے عمر کا بقیہ حصہ گھوڑیالہ ہی میں گذارا۔ جہاں آپ کا انتقال مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ھ بوقت طلوع فجر ہوا۔ سید بڈھن شاہ کے سات صاحبزادے تھے جن میں پانچویں نمبر پر سید محمد اشرف علی سید القلم تھے۔ آپ فن خطاطی میں مہارت رکھتے تھے نیز طبیب بھی تھے۔ ۱۹۳۰ھ میں آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک مطبع قیومی (کانپور) سے شائع ہوا۔ ابتدا میں آپ صرف خط نستعلیق لکھتے تھے۔

خفی اور جلی نستعلیق میں آپ کا قلم جادو رقم تھا۔ بعد میں کتابت کلام الٰہی سے آپ کو خاص شغف ہوگیا اور صرف قرآن کریم لکھنے لگے آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن کریم کی کتابت کی سعادت حاصل کی۔ تقسیم برصغیر سے کچھ قبل لاہور کے اشاعتی ادارے پبلشرز یونائیٹڈ نے کلام پاک کی اشاعت کیلئے جب مختلف خطاطوں سے نمونے طلب کیے تو پورے پنجاب میں آپ ہی کے خط کو کلام الٰہی کی کتابت کیلئے بہترین قرار دیا گیا۔ آپ کا انتقال مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا اور تدفین قبرستان میانی صاحب لاہور میں ہوئی۔ سید محمد اشرف علی سید القلم کے چار صاحبزادے ہیں جن میں سب سے بڑے حضرت اقدس، شیخ المشائخ مخدوم العلماء و الصلحاء مرشد المجاہدین حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے بعد علی الترتیب سید منور حسین زیدی، سید دلاور حسین جاوید اور سید محمد سرور حسین ہیں۔

ذاتی حالات

سید انور حسین نفیس المعروف سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تربیت ایک باایمان، مہربان، پاکدامن اور حلال کمائی کرنے والے والد کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے ایک ایسے گھرانے میں نشوونما حاصل کی ہے جہاں آپ کے اجداد مبارکہ کے عجیب وغریب واقعات بیان ہوتے تھے آپ ان واقعات سے ایمانی حلاوت محسوس فرماتے اور راہ علوم حاصل کرتے۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا اس وقت آپ کا گھرانہ فن خطاطی کا مرکز تھا۔ دور و نزدیک سے فن خطاطی کے طالب گھوڑیالہ آکر اس خانوادے سے اکتساب فن کرتے۔

تعلیم

آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم ادارہ ہائے مختلفہ میں کئی سال نہایت اطمینان

وسکون، ادب و وقار کے ساتھ حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء میں آریہ ہائی سکول بھوپالوالہ سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ آپ ابھی دسویں جماعت میں داخل ہی ہوئے تھے کہ تقسیم برصغیر عمل میں آئی۔ تقسیم سے کچھ ہی قبل آپ گھوڑیالہ سے فیصل آباد منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی سکول فیصل آباد سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔

فن خطاطی میں مہارت

آپ اوائل عمری ہی سے فن خطاطی سے خاص شغف رکھتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کے والد محترم کتابت فرماتے تو آپ دائیں جانب کھڑے ہوکر انہیں کتابت کرتا دیکھتے رہتے اور فارغ اوقات میں اپنی انگلیوں، ٹھیکریوں اور لکڑی سے زمین پر مشق کرتے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کا خط اپنے ہم جماعتوں میں سے سب سے خوبصورت تھا اسی وجہ سے دیگر طالب علم فرمائش کرکے اپنی کاپیوں پر آپ سے نام لکھواتے تھے۔ سب سے پہلے آپ کے والد مکرم نے آپ کو ''خطبات علمی'' کتابت کرنے کیلئے دی جس کی آپ نے نسخ اور نستعلیق دونوں میں کتابت کی۔ بعد ازاں آپ نے ''تاریخ گلدستۂ پاکستان'' کی اس قدر عمدہ کتابت کی کہ فیصل آباد میں آپ کی کتابت کی شہرت ہوگئی اور لوگ کام لے لے کر آپ کے پاس آنے لگے۔ جب فیصل آباد سے روزنامہ انصاف جاری ہوا تو آپ نے پہلے شمارے کے پورے صفحے کیلئے علامہ اقبال کی مشہور نظم ''لا الہ الا اللہ'' کی کتابت کی یہیں سے اخباری کتابت کا آغاز کیا۔

۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد سے لاہور منتقل ہو گئے جو علمی، ادبی، تاریخی، تہذیبی اور علم تفسیر وحدیث کا مرکز ہے اور یہ شہر ہی وہ منبر بنا جس سے خوشنما، خوبصورت عربی رسم الخط پھیلا اور حضرت کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں آپ کا تقرر روزنامہ نوائے وقت میں بحیثیت خطاط اعلیٰ ہو گیا جہاں آپ نے اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھائے اور خط نستعلیق کے علاوہ نسخ، ثلث، طغرا اور خط تاج میں کمال فن کا مظاہرہ کیا ۱۹۵۶ء میں جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر محض ۲۳ برس تھی آپ کو پاکستان خوش نویس یونین لاہور کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی سال آپ نے نوائے وقت سے استعفیٰ دیدیا اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کرنے لگے۔

۱۹۵۷ء شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اس لحاظ سے اہم ترین سال ثابت ہوا کہ اسی سال برصغیر کے نامور روحانی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حاصل زندگی ہے۔

روحانی ارتقاء

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام فیصل آباد میں اپنے ماموں سید محمد اسلم کے ہاں رہا جو فاضل دیوبند تھے۔ اسی دور میں آپ کا خصوصی تعلق جناب صوفی مقبول احمد صاحب سے تھا جو شاہ صاحب کے حقیقی خالو تھے۔ صوفی صاحب، بقول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ پاک نفس بزرگ تھے جن کی چھپن سال تک کبھی تہجد قضاء نہیں ہوئی۔ ان بزرگوں اور خاندانی اثرات کی بناء پر شاہ صاحب کا میلان طبع ابتداء سے ہی تصوف کی جانب تھا مگر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے اس تعلق کو اس قدر گہرا کر دیا کہ آپ اہل اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اصلاح و تربیت کے بڑے بڑے ائمہ میں سے ایک امام تھے آپ اصلاح نفوس اور تربیت میں کمال رکھتے تھے زہد وتقویٰ، اخلاص و بہادری، عقل کی تیزی، مشکل بات کو آسان کرنے، سخاوت و فیاضی،

اعلیٰ فکر، علم کی گہرائی میں آپ کی مثالیں قائم تھیں۔ ان تمام خصائل کے باوجود اپنے آپ کو مچھر کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے تھے بلکہ ہر سانس ولحظہ میں اپنی ذات کی نفی کرتے تھے۔ فنائیت وعبدیت اور ذکر اللہ میں انہماک آپ کا مشغلہ تھا اور ذکر الٰہی آپ کی حیات طیبہ کا جزو لاینفک بن گیا تھا۔ اس تربیت گاہ وخانقاہ سے شیخ نفیس الحسینی ایک بہت بڑے شیخ کی صورت میں نمودار ہوئے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فنی اور روحانی مقام کے بارے میں مختلف حضرات نے لکھا ہے جن میں غلام نظام الدین مرحوم بھی شامل ہیں وہ اپنے مضمون ''فن کار سے ملیے'' میں لکھتے ہیں شاہ صاحب نے اپنے شیخ کی صفات کو کامل طور پر جذب کرلیا ہے کم کھانا اور کم سونا اور جاگتے ہوئے باوضو رہنا اور دو زانوں بیٹھنا یہ چیزیں مشائخ کی صحبت کے سوا کہاں سے حاصل ہوسکتی ہیں؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوران کتابت دایاں گھٹنا اٹھا کر اور بایاں تہ کرکے رکھتے ہیں اور ساتھ ہی زیر لب ذکر جاری رکھتے ہیں۔ گفتگو میں آواز دھیمی اور الفاظ قلیل استعمال کرتے ہیں۔ نفلی روزوں اور نفلی عبادتوں کا بڑا شوق رکھتے ہیں ہفت روزہ چٹان کے دفتر میں انہوں نے ایک کمرہ اپنے لیے مخصوص کررکھا ہے یہاں ان کے شاگردوں کی ایک جماعت اور ملنے والوں کا ہجوم اکثر دیکھا جاتا ہے، لیکن شاہ صاحب کے معمولات اور شاگردوں کے حسن اخلاق کی وجہ سے وہاں ایک خانقاہی ماحول تشکیل پاگیا ہے جس میں نووارد قلبی آسودگی اور روحانی بالیدگی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اخلاق وتعلیمات

یوں تو زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے بقول احمد شوقی ہے۔

ولیس بعامر بنیان قوم   اذا اخلاقہم کانت خرابا

ترجمہ: جب لوگوں کے اخلاق خراب ہوجائیں تو اس قوم کی عمارت بے بنیاد ہوجاتی ہے۔

لیکن تاریخ فن خطاطی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس پاکیزہ اور مقدس فن میں حصول کمال کیلئے باطنی پاکیزگی اور طہارت نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے عارضی مدت کیلئے کچھ نام کما لے۔ لیکن جریدۂ عالم پر ایک طویل مدت کیلئے اپنا نام ثبت کرانے کیلئے محض ریاضت اور مہارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس حوالہ سے جب ہم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ اور باشرع زندگی اور اخلاق پر غور کرتے ہیں تو نہ صرف خطاطوں بلکہ صوفیاء اور اہل اللہ میں بھی آپ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں نہیں جو دین پر عمل کرنے کی بجائے محض وعظ ونصیحت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف دین پر عمل کیا اور اخلاق کی نصیحت کی بلکہ خود نمونہ بن کر پیش ہوئے۔ اور یہی حسن عمل کی وہ خوشبو ہے جس سے حاضرین مجلس اپنی مشام جاں کو معطر کرتے تھے حسن عمل ہی کی وجہ سے آپ کی گفتگو میں وہ تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر عبادت بریلوی بھی رقم طراز ہیں۔

''انہوں نے اپنے فکر وعمل سے بے شمار انسانوں کو صحیح راہ پر دین اسلام کا علم بردار اور راہ تصوف کا مسافر بنایا ہے۔ ان کی شخصیت میں جو سادگی ونرمی، اخلاص ومحبت اور شرافت وانسانیت ہے اس کی سحر کاری ؟ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جو شخص بھی ان کے قریب آتا ہے اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ آپ کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہوجاتا ہے'' آپ نے نہ صرف فن خطاطی میں بلکہ عام زندگی میں بھی ہمیشہ اپنے عمل سے بلند کردار اور بلند اخلاق پیش کیے ہیں آپ کی مجلس کے حاضرین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتے تھے کہ آپ کو اپنے جذبات پر کس قدر قدرت حاصل ہے۔ مخالف خواہ کتنا مشتعل کیوں نہ ہو آپ کبھی سخت زبان استعمال نہیں کیا کرتے تھے اور بالآخر بلند اخلاق اور مخالف کے ساتھ نرمی کے نتیجے میں اسے اپنا بنالیتے تھے۔

آپ کی فنی زندگی کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ نے ہمیشہ یا تو نظریاتی کاموں کیلئے فن خطاطی کو استعمال کیا یا خالص علمی وادبی کاموں کیلئے آپ نے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو بھی نظریاتی اور دینی کاموں ہی کی نصیحت کی۔ کئی معروف مصنفین نے آپ سے اپنی کتاب لکھوانے کے لئے بڑی بڑی پیشکشیں کیں مگر آپ نے ہمیشہ ان سے معذرت ہی کی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ دینی کاموں میں صرف کیا خواہ اس میں یافت کم ہی کیوں نہ ہوئی۔

تصوف وسلوک کی امامت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اللہ پاک نے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ میں محبت وعشق کا جو شعلہ ودیعت فرمایا ہے وہ واقفانِ حال سے پوشیدہ نہیں۔ یہ شعلہ اگر اعلیٰ درجہ کے فانوس میں روشن ہوتو اس کی کیا ہی بات ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی شرافت نسب کے ساتھ جب دردو محبت کا حسین امتزاج ہوا تو اس نے آپ کی ذات میں ایک خاص شان پیدا کردی اس کے بعد اس شمع کے اردگرد پروانوں کا ہجوم ہونا ایک فطری امر تھا اسی سے آپ کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ حدیث بھی شامل ہیں۔ آپ کی خانقاہ کا شمار ملک کی بڑی خانقاہوں میں ہوتا ہے جہاں ذکر وفکر کا ذوق نصیب ہوتا ہے اور محبت ومعرفت کے جام پلائے جاتے ہیں۔

عشق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات

ہر مسلمان کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت وعشق موجود ہے مگر عارفین کی شان تو کچھ نرالی ہی ہوتی ہے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے اس نعمت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا آپ ایک سچے عاشق رسول تھے آپ کی شاعری کے ایک ایک شعر سے محبت رسول جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے آپ اپنی صلاحیتوں اور کمال ہنر کو حضور ﷺ کا صدقہ سمجھتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

نمبر ا   حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین کندیاں شریف) فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت ''اے رسول امین خاتم المرسلین'' کسی بریلوی مکتب فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کا کلام ہے؟ جب بتلایا گیا کہ یہ ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے تو اس نے کہا ''اگر یہ نعت کسی دیوبندی بزرگ کی ہے تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ، میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ ﷺ میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

آپ کے نعتیہ اشعار میں عقیدت کی سچائی، اخلاص کی گہرائی اور جذبات عشق ومحبت کی شدت نظر آتی ہے چنانچہ ایک نعت میں ارشاد فرماتے ہیں

ہاں نقش پائے ختم الرسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعال رسول ہے

اسی کا اثر ہے کہ آپ کو مسئلہ ختم نبوت سے خاص تعلق تھا اور جب بھی موقع آتا تو آپ ختم نبوت کے رضا کاروں کے ساتھ صف اول میں ہوتے ۱۹۷۴ء میں جب مسئلہ قادیانیت پاکستان کی قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا تو اس موقع پر بھی آپ کی خدمات قابل قدر ہیں آپ کی مسئلہ ختم نبوت سے وابستگی ہی کا نتیجہ تھا کہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نائب امیر مقرر کیا گیا۔

ذات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدح وتوصیف میں آپ نے منظوم کلام ایسے مخلصانہ اور عاشقانہ انداز میں پیش کیا کہ اس سے دور حاضر میں عشق رسالت کی ایک دھوم مچ گئی۔ ذرا غور کریں اس شعر کی معنویت پر۔

میں فداءِ عشقِ رسول ہوں میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں
میرا دل خدا کے حضور میں بہ نیاز سجدہ گزار ہے

برصغیر میں ایک طبقہ نے محبت رسول کا دعویٰ تو کیا مگر اطاعت رسول ﷺ کی طرف توجہ نہ دی۔ اور حضرات اکابر علماء دیوبند کے خلاف سادہ لوح عوام کا ذہن بنایا کہ ان کو تو نبی ﷺ سے محبت نہیں ہے۔ الحمد اللہ ہمارے حضرات اکابر نے اس الزام کو ہر طرح سے تار تار کیا دور حاضر میں آپ کا منظوم کلام جب قوم کے سامنے آیا تو انصاف پسند طبقہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ سچے عاشق تو یہی اکابر علماء دیوبند ہی ہیں۔ آپ کے کلام میں کمالِ عشق کے ساتھ ساتھ کمال اعتدال بھی ہے اور یہ توازن کم ہی شعراء کو نصیب ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سید شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسالت ﷺ کی دھوم مچادی۔

اصحاب واہل بیت رسول ﷺ کے ساتھ محبت

آپ کو اصحاب اہل بیت رسول کے ساتھ بے پایاں محبت تھی۔ آپ مجلس اور محفل میں اصحاب و اہل بیت رسول کا تذکرہ بڑے جذب درجہ کے ساتھ فرماتے۔ ردرفض کے محاذ پر کام کرنے والوں کو فتنہ خروج سے بچانے کیلئے اہل بیت سے عقیدت ومحبت کا درس دیتے۔ اور آل رسول کے فضائل ومناقب جھوم جھوم کر بیان کرتے۔ اس معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توازن واعتدال کا درس دیا اور آل واصحاب پر کئی ایک شاندار کتب شائع کیں۔ اور اپنی نعتوں اور نظموں میں اہل بیت اور اصحاب کا تذکرہ بڑی عقیدت سے فرمایا کرتے تھے۔

مسلک سے والہانہ وابستگی

اہل سنت والجماعت اکابر علماء دیوبند ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شریعت وطریقت دونوں ہی کے امام تھے۔ صدر اول سے امت میں دین کے فہم کا جو ذوق آرہا ہے وہ ان کو وراثت میں ملا جس پر انہوں نے خود بھی عمل کیا اور اس ذوق وفکر

کو اگلی نسلوں میں بھی منتقل کیا اور یوں یہ پاکیزہ جماعت ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کا مصداق بنی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حضرات اکابر کے ذوق وفکر سے وابستگی اور اس کے تحفظ واشاعت کا جذبہ عشق کی حد تک تھا آپ نے خانقاہ بنائی تو نام ''خانقاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' رکھا۔ یوں ہر آنے والے کو پیغام دیدیا کہ جیسے اخلاص وتقویٰ اور محبت وعشق ضروری ہے ویسے ہی باطل سے برسر پیکار ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ اپنے اکابر کی تحقیقات پر نظر ثانی کے قائل نہ تھے اور اس بارے میں بڑے حساس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم عرب کے عالم محمد بن علوی مالکی کی کتاب ''مفاهيم ليجب ان تصيحا'' پر آپ سے تائیدی کلمات لکھوائے گئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں پیش کیا گیا نظریہ اور ذوق اکابر کی تحقیقات سے متصادم ہے تو آپ نے واضح طور پر اپنی اس تقریر سے رجوع کر لیا اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو المہند اور براہین قاطعہ میں مذکور ہے۔ یہ آپ کی مسلک سے والہانہ عقیدت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جامع شخصیت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ترین وصف یہ تھا کہ آپ نے اپنے کو کسی ایک خول میں بند نہیں کیا آپ بیک وقت صوفی' مجاہد' شاعر' ادیب اور عاشق رسول نظر آتے ہیں۔ آپ جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر تھے وہاں مجاہدین کی عالمی تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے سرپرست بھی۔ آپ اپنے شیخ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحور تھے۔ آپ زہد وتقویٰ' اخلاص وللّٰہیت خشوع وخضوع' عجز وانکسار اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔ آپ کی شخصیت آپ کی کتابت کی طرح حسن وجمال کا مرقع تھی۔ آپ کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور باتوں سے پھول جھڑتے تھے۔ آپ نے باضابطہ درس نظامی کی کتب نہیں بلکہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح قطب پڑھے۔ ایک طرف آپ اپنے شیخ کے محبوب خلفاء

میں سے تھے آپ کے شیخ آپ کی بہت قدر فرماتے تو دوسری طرف آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے خوش نویس تھے آپ نے ہزاروں کتابوں کے سرورق لکھے اوردرجنوں اخبارات، رسال، جرائد کے نام خوشخط لکھ کر دیئے۔ سینکڑوں لوگوں کے خط صحیح کرائے۔ آپ نے اسماء الحسنٰی اور اسماء النبی ﷺ خوبصورت انداز میں لکھے جو کیلنڈروں' کتابوں' ٹائلوں اور پلاسٹک کی شیٹوں پر چھاپے چھاپ کر لوگوں نے خوب پیسے کمائے لیکن آپ نے کسی سے رائلٹی طلب نہیں کی شجاعت و بہادری کا یہ عالم کہ حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حق کا اظہار ببانگ دھل کرتے اور رقت قلب کی یہ حالت کہ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت آپ پر گریہ طاری ہوجاتا، دل غمگین اور آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔

جہاں ایک طرف اللہ اللہ کی ضربوں سے لوگوں کے دلوں کو صاف کرتے تو دوسری طرف تمام دینی تحریکوں کے قائدین آپ کے حلقہ بگوش اور آپ ان کے دعا گو اور سرپرست نظر آتے ہیں۔

اشغال واوراد یومیہ

معمول بعد از نماز فجر حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ بعد از نماز فجر اپنے گھر کے مقابل بڑے روڈ پر پیدل چلتے (تاکہ صحت برقرار رہے اور کسل وسستی نہ رہے) کچھ دیر سیر وتفریح کرتے پھر گھر واپس تشریف لاتے اور مسند نشین ہوجاتے۔ اتنے میں آپ کے محبین ومسترشدین بھی پروانہ وار آپ کا رخ کرتے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی باتیں سنتے اور وہ آپ کی باتوں سے مستفید ہوتے۔ پھر آپ انہیں ناشتہ کرواتے ناشتہ کے بعد چاہتے تو اور وقت دے دیتے ورنہ خلوت میں تلاوت قرآن کریم، تصنیف وتالیف یا خطوں کے جوابات لکھنے میں مصروف ہوجاتے پھر آرام فرماتے۔

معمول بعد از ظہر:

نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد جب گھر تشریف لاتے تو اپنے محبین کو وقت دیتے اور انہیں دوپہر کا کھانا کھلاتے۔ اس کے بعد قیلولہ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کیلئے آرام فرما ہوجاتے۔

معمول بعد از نماز عصر:

نماز عصر کے بعد آپ ذکر اللہ اور امت مسلمہ کیلئے دعا کرنے میں مصروف ہوجاتے اتنے میں زائرین بھی جمع ہوجاتے بعد از فراغت آپ ان کی حوائج پوری فرماتے بعض حضرات ان میں سے راہ راست پا کر دلیل خیر بن کر نکلتے۔

معمول بعد از نماز مغرب:

نماز مغرب پڑھنے کے بعد قرب خداوندی کے حصول کیلئے نوافل میں مشغول ہوجاتے۔ پھر اپنے گھر تشریف لاکر ذکر وفکر کیلئے خلوت گزین ہوجاتے بعد از فراغت زائرین کی طرف متوجہ ہوکر انہیں وعظ ونصیحت کرتے ان کا تزکیہ فرماتے اور ان کی حاجات سنتے۔

معمول بعد از نماز عشاء:

بعد از نماز عشاء اپنے محبین کو شام کا کھانا کھلاتے۔ کھانے کے بعد چارپائی پر استراحت کے لیے تشریف فرما ہوجاتے اور سلف صالحین کا تذکرہ بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ کرتے اسی اثناء میں خشوع طاری ہوجاتا۔ اور اکابر کے تذکرہ سے آنکھیں اشکبار ہوجاتیں اور دیر تک یہی کیفیت رہتی پھر مجلس برخاست کرکے اہل خانہ کو وقت دیتے تاکہ وہ بھی آپ کی مجلس سے مستفیض ہوں۔ حضر میں تو آپ کا یہی معمول اور نظام الاوقات ہوتے البتہ سفر میں طبیعت، مصلحت اور حاجت کے مطابق نظام الاوقات بدل جاتا۔

شب بیداری اور تہجد سے بھی آپ کو حظ وافر نصیب تھا اور فجر کی آذان سننے تک بیمار آدمی کی طرح بے قرار و بے چین رہتے۔

توبہ کے الفاظ

آپ کی خدمت میں کوئی بیعت کی درخواست کرتا تو درج ذیل الفاظ کے ساتھ توبہ کراتے ''کہو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ یا اللہ! ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے بدعت سے، غیبت سے چوری سے، زنا سے، نماز چھوڑنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی پر بہتان لگانے سے اور سب گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کیے سب سے توبہ کی اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے۔ تیرے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کریں گے یا اللہ! تو ہماری توبہ کو قبول کر لے۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے ہمیں توفیق دے اپنی رضامندی کی۔ اپنے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کی'' پس یہ توبہ ہو گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اس پر مجھے بھی قائم رکھے اور آپ کو بھی قائم رکھے پانچوں وقت نماز باجماعت کی پابندی کرنا۔ خلاف شرع باتوں سے بچنا موت کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ ایک دن مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے آخرت میں نیک عملوں کے سوا کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔

علالت

جولائی 2007ء میں ازبکستان کے سفر سے واپسی پر کان میں درد شروع ہوا آپریشن ہوا کچھ طبیعت سنبھل گئی۔ رمضان المبارک کے بعد طبیعت میں نقاہت اور کان کے درد میں شدت ہوئی۔ دوبارہ ہسپتال لے جایا گیا۔ عیدالاضحیٰ پر چند روز کیلئے گھر تشریف آوری ہوئی۔ پھر ہسپتال لے جایا گیا۔

وفات حسرت آیات

شعبہ امراض قلب کے مشہور معالج جناب ڈاکٹر شہریار اور ان کے رفقاء نے مہنگے سے مہنگا علاج کیا۔ لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء صبح پانچ بج کر پچیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ خدام و عشاق پروانہ وار لاہور کی طرف قافلوں کی صورت میں رواں دواں ہو گئے۔

نماز جنازہ

ظہر کی نماز کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے جنازہ اٹھایا گیا اور دو بج کر پچالیس منٹ پر منٹو پارک اقبال پارک ہ ان مارک ت ب ر ت ک ه ا ی ن ...

ماز جنازہ پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اور پورا لاہور انسانوں کے سمندر کا سماں پیدا کر رہا تھا۔ دوسرا جنازہ آپ کی قائم کردہ ''خانقاہ سید احمد شہید'' **میں** حکیم العصر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت فیوضہم و عمت مکارمہم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا) نے پڑھایا۔ جس میں ہزاروں افراد نے شریک ہو کر اس مرد درویش سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔

تدفین

خانقاہ کے قریب ایک مخصوص احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ لحد میں اتارنے کی سعادت بھائی رضوان نفیس محمد نعیم، احمد علی، قاری سیف اللہ اختر، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا خلیل الرحمٰن نے حاصل کی اور ہزاروں سوگواروں نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا۔ اللہ آپ کی لحد پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

حضرت نے لاکھوں متعلقین کے علاوہ دو پوتے، پانچ پوتیاں سوگوار چھوڑیں، آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بڑے پوتے سید زید الحسینی زید مجدہ، کی دستار بندی کی گئی۔ اور استاذ العلماء مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ نے سید زید الحسینی کو نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور توقع کے مطابق آپ ان کی جانشینی کا حق ادا کریں گے۔ آپ کی دستار بندی کرائی جاتی ہے۔ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت و خواہش کے مطابق اپنے آپ کو حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب (فیصل آبادی) اور حضرت مولانا سید سلمان ندوی قدوۃ العلماء لکھنؤ (انڈیا) کی زیر تربیت رکھیں اور ان کی سرپرستی اور راہنمائی میں اپنی تکمیل کریں۔ خانقاہ شریف کے تمام امور ان حضرت کی راہنمائی سے اور خاندانی امور خاندان کے بڑے حضرات کی راہنمائی میں سرانجام دیں۔ اللہ پاک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد مبارک پر رحمتوں کی گھٹائیں نازل فرمائیں۔ اور ان کی قائم کردہ خانقاہ و مدرسہ کو قیامت تک آباد و شاداب رکھیں اور ان کے جانشین کو جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

تحریر: حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی محبت جزوِ ایمان ہے، جس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں وہ مسلمان نہیں۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [1]

تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتا جب تک میں اُس کو اُس کے ماں، باپ، اس کی آل اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ زیادہ محبوب ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص مؤمن اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اُس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اَلْآنَ يَا عُمَرُ اس وقت اے عمر۔ [2]

۱ بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۲

۲ حکایات صحابہ ص: ۱۸۴۔

حضور اکرم ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں ہم جب اپنے اکابر کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو اُن کا ایک ایک فرد محبت نبوی اور عشق رسول ﷺ سے سرشار نظر آتا ہے، ان کی ہر ہر ادا سے حضور اکرم ﷺ کی محبت جھلکتی ہے اور ان کا ہر ہر عمل محبت نبوی ﷺ کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس دور میں اکابر دیوبند کی یادگار، نمونۂ اسلاف حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا اکثر حصہ ہمارے سامنے گزرا ہے، آپ کو حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے کمال درجہ کا عشق اور انتہائی درجہ کی محبت تھی، جب آپ کے سامنے آقائے دو عالم ﷺ کا نامِ نامی آتا تو آپ کا چہرہ عقیدت سے جھک جاتا اور آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔

۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ راقم الحروف اللہ کی توفیق وعنایت سے حج کے لیے گیا، واپسی پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تو گلے لگایا، ماتھے کو چوما بہت دعائیں دیں، ناچیز نے ایک جائے نماز پیش کی اور عرض کیا کہ یہ میں نے مدینہ طیبہ سے خریدی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جائے نماز لی اور اسے سر پر رکھ لیا کہ یہ مدینہ پاک سے آئی ہے۔

مدینہ طیبہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مسترشد وخلیفہ حضرت قاری شبیر احمد زید مجدھم رہتے ہیں، ناچیز کی ان سے ملاقات ہے، ایک سفر میں ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفر مدینہ کے حالات سنانے شروع کر دیئے، اُن میں سب سے اہم بات یہ بتلائی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رش کے موقع پر روضہ اقدس پر سلام عرض کرنے کے لیے مسجد نبوی کے اندر مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہونے کے بجائے مسجد کے باہر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے، قاری صاحب فرماتے ہیں میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اس طرح تو روضۂ اقدس اور ہمارے درمیان دیوار حائل ہو جاتی ہے، یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا، ''قاری صاحب ہمارے اور حضور انور ﷺ کے درمیان کوئی دیوار آڑ نہیں بن سکتی، حضور وہاں بھی ہمارے سامنے ہیں یہاں بھی ہمارے سامنے ہیں۔''

مجالس نفیس

تقریباً سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ ناچیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، اس موقع پر ناچیز کے ایک دوست حافظ زاہد محمود اپنے ایک شاگرد جمشید کے ہمراہ حاضر ہوئے، انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ جمشید نے قرآن پاک حفظ ختم کیا ہے اور یہ جناب کو آخری سورتیں سنا کر دعاء کی غرض سے آیا ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے قریب بلا کر آخری سورتیں سنیں پھر دعاء فرمائی، جمشید کو انعام بھی دیا، یہ بھی فرمایا کہ تم اپنا جمشید نام بدل کر محمد شاہ سلیم کر لو کیونکہ جمشید کافر بادشاہ کا نام تھا، فرمایا اس کا ایک جام تھا جس میں وہ شراب پیتا تھا اور ایک جام ایسا تھا جس میں اسے کرشمے نظر آتے تھے (اور وہ اس میں تمام حالات کا عکس دیکھ لیتا تھا) اس کے اسی جام کو جامِ جم کہا جاتا تھا، اس جام کا تذکرہ غالب نے بھی کیا ہے، غالب کو بھی اس کا جام پسند نہیں آیا، غالب نے تو یہ کہا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے میرا جامِ سفال اچھا ہے

فرمایا: ہم نے بھی ایک شعر کہا ہے

جامِ جم اس کے سامنے، کیا چیز ہے نفیس
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسول ﷺ ہے

''جامِ سفال'' مٹی کے پیالہ کو کہتے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنحضرت ﷺ سے عقیدت ومحبت دیکھیے، آپ فرما رہے ہیں کہ جن لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کا مٹی کا پیالہ نصیب ہو گیا اُن کے سامنے جمشید بادشاہ کے کرشماتی بلکہ طلسماتی پیالہ کی کوئی حیثیت اور کوئی قدر وقیمت نہیں، چاہے وہ پیالہ سونے ہی کا کیوں نہ ہو، کیونکہ کائنات میں سب سے اعلیٰ مرتبہ آپ ﷺ کا ہے، اس بناء پر جس چیز کو آپ سے نسبت ہو جاتی ہے اُس کا مرتبہ بھی بلند سے بلند تر ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہدیۂ حمد و نعت:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجہ عشق تھا اس کی جھلکیاں دیکھنی ہوں تو آپ کے نعتیہ کلام پر ایک نظر ڈال لی جائے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں جس انداز سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس کو پیش فرما کر آپ سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کیا ہے اس دور میں اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے رسولِ امین صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین' تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں' تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے' جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں' تجھ سا کوئی نہیں' تجھ سا کوئی نہیں

ساری نعت پڑھ جائیے' ایک ایک شعر سے نظر آتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا سراپا بیان کر رہے ہیں کہ فرشتے بھی سنیں تو رشک کرنے لگیں' اس نعت شریف کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار یہ واقعہ سنایا تھا کہ

پاکپتن شریف میں ہمارے ایک دوست رہتے ہیں شبیر چشتی صاحب' انہوں نے ایک دفعہ اپنی مسجد میں جلسہ کروایا اور اس میں مولانا عبدالکریم ندیم کو تقریر کے لیے بلایا' مجھے مولانا عبدالکریم صاحب نے خود یہ بات بتلائی تھی کہ اس جلسہ میں حضرت بابا صاحب رحمہ اللہ کی درگاہ کے سجادہ نشین کو بھی بلایا گیا' وہ تشریف لائے' مولانا نے بتلایا کہ میری تقریر سے پہلے میرے بھانجے (یا بھتیجے) نے نعت پڑھی اور خوب پڑھی' بہت ہی خوب پڑھی اس موقع پر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بھی موجود تھے' وہ بولے کہ بھئی وہ حضرت ہی کی نعت تھی' اے رسولِ امیں صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم' تجھ سا کوئی

نہیں تجھ سا کوئی نہیں' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولانا عبدالکریم کہتے تھے کہ سجادہ نشین صاحب پر از اول تا آخر گریہ طاری رہا اور وہ کہنے لگے کہ ''اگر یہ نعت کسی دیوبندی کی ہے تو میں بھی دیوبندی ہوں۔''

آپ نے بہت سے لوگوں کے سلام سنے ہوں گے' ذرا ہمارے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ سلام بھی سنتے چلیں۔

اللہ اللہ محمد ترا نام اے ساقی
ان گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی
بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
کس کی جرأت ہے کرے اس میں کلام اے ساقی
از ازل تا بہ ابد تیری ہی سرداری ہے
سید الکل ہے تو' ہے سب کا امام اے ساقی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر ہدیہ سلام یوں پیش فرماتے ہیں:

الٰہی محبوبِ کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے' نظر نظر کا سلام پہنچے
بساطِ عالم کی وسعتوں سے' جہانِ بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اترے' بشر بشر کا سلام پہنچے
حضور کی شام شام مہکے' حضور کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسیں جلو میں سحر سحر کا سلام پہنچے
زبانِ فطرت ہے اس پہ ناطق' بارگاہِ نبی صادق
شجر شجر کا درود جائے' حجر حجر کا سلام پہنچے
رسولِ رحمت کا بارِ احساں' تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی' نگر نگر کا سلام پہنچے

مرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ مرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہؒ مرے قلم کا مرے ہنر کا سلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روزِ محشر، گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ امت کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے
نفیس کی بس دعاء یہی ہے، فقیر کی اب صدا یہی ہے
سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر نذرانہ درود و سلام اس طرح پیش فرماتے ہیں:

تاجدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
سید الاولیں، سید الآخریں
نامدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
فخرِ اولادِ آدم پہ اربوں درود
افتخارِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جن دنوں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سلام موزوں فرما رہے تھے ان دنوں ناچیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حاضر ہوا تو حضرت نے دورانِ کلام فرمایا: آج کل ہم یہ سلام لکھ رہے ہیں احمد رضا خان صاحب نے بھی سلام لکھا ہے مگر ان کے سلام میں نہ تو تخیل کی بلندی نظر آتی ہے اور نہ ہی فصاحت و بلاغت، انہوں نے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو محدود کر کے رکھ دیا ہے، ان کے کلام پر کبھی غور کیا ہے؟ دیکھو وہ کہتے ہیں شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو بزمِ ہدایت کی شمع قرار دیا گیا ہے، ایک تو بزم پر غور کریں اس قدر محدودیت ہے کیونکہ بزم مجلس و محفل کہتے ہیں اور مجلس و محفل انتہائی محدود افراد پر مشتمل ہوتی ہے، پھر شمع پر غور کریں کہ شمع

موم بتی کو کہتے ہیں اس طرح شمع بزمِ ہدایت کا معنی ہوگا ہدایت کی مجلس و محفل کی موم بتی، حالانکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہدایت کی کائنات کے سراجِ منیر ہیں، نہ کہ ہدایت کی محفل و مجلس کی شمع، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم بھی نذرانہ درود سلام پیش کر رہے ہیں اس پر بھی نظر ڈال لو ان شاء اللہ اس میں کہیں ایسا سقم نظر نہیں آئے گا۔

اور سنیے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس کیف و سرور کے ساتھ لب پر درود کو لا کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

لب پر درود، دل میں خیالِ رسول ہے
اب میں ہوں اور کیف وصالِ رسول ہے
ہاں نقش پائے ختم رسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعالِ رسول ہے
جامِ جم اس کے سامنے کیا چیز ہے نفیس
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسول ہے

روضۂ اقدس پر حاضری کے لیے دنیا جاتی ہے لیکن ہمارے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب روضۂ اقدس پر حاضری کے لیے مدینہ طیبہ جاتے ہیں تو آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے ذرا یہ بھی سنتے چلیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں ہر آستاں چھوڑ کر آ گیا ہوں
مواجہ پہ با چشم تر آ گیا ہوں
رسالت پناہا، نبوت کلاہا
اک امیدوارِ نظر آ گیا ہوں
زمانے نے روکا، مصائب نے ٹوکا
زیارت کی خاطر مگر آ گیا ہوں
محبت کے سکے عقیدت کی نقدی
یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہوں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبدِ خضراء کا سایا، میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قدس میں
اور جو پایا سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہِ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر نفیس
سوچتا ہوں کیسے آیا؟ میں تو اس قابل نہ تھا

مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں انتہائی دردِ دل اور سوز و گداز کے ساتھ ایک عاجزانہ درخواست پیش کرتے ہیں۔

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری، یا رسول اللہ
ہے اب ناقابلِ برداشت دوری یا رسول اللہ
عنایت ہو اگر اک لمحہ اپنی خاص خلوت کا
مجھے اک عرض کرنی ہے ضروری یا رسول اللہ
اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کرلوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری یا رسول اللہ
میری غایت تمنا ہے، درِ اقدس کی دربانی
زہے عزت، اگر ہو جائے پوری یا رسول اللہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا اصل مدعا ذکر کیے بغیر رہا نہیں جاتا تو اپنی آرزو کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں:

یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں مرنے کو جی چاہتا ہے

آخرت کے حوالے سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں عرض کرتے ہیں:

دل مرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں
ہونے والی ہے ادھر زیست کی شام اے ساقی
ایک امید شفاعت ہے فقط زادِ سفر
جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی
لاج رکھنا، کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس
ہے ترے در کا غلام ابن غلام اے ساقی

قارئین محترم! معلوم ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و نعت گوئی کیوں کر رہے ہیں؟ کیوں آقا پر درود و سلام بھیج رہے ہیں؟ کیوں آقا کے در کی دربانی کی تمنا کر رہے ہیں؟ اور کیوں مدینہ پاک میں مرنے کی خواہش کر رہے ہیں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

میں فدائے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں
مرا دل خدا کے حضور میں، بہ نیاز سجدہ گزار ہے

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں، عشق اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب دل میں عشق کی آگ سلگتی ہے تو اس کا دھواں شعر کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری درحقیقت اسی عشق کے دھویں سے عبارت ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدۂ ختمِ نبوت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت رکھتے تھے اسی کا اثر تھا کہ آپ نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں بیش بہا خدمات انجام دیں، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف کتاب لکھی تو اس کی کتابت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی۔

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا' اس زمانہ میں مرزائیوں کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چل رہی تھی' لوگ روزانہ گرفتاریاں دے رہے تھے' ایک دن ہم نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب ؒ گلے میں قرآن پاک لٹکا کر تشریف لائے اور گرفتاری پیش کی' اللہ تعالیٰ نے آپ جیسے بزرگوں کے صدقہ اس تحریک کو کامیاب فرمایا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

جون ۲۰۰۰ء میں جب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ کو شہید کیا گیا تو آپ کے بعد حضرت شاہ صاحب ؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بنائے گئے' آپ نے یہ عہدہ بصد شوق و رغبت قبول فرمایا' اور تاحیات آپ ہی اس کے نائب امیر رہے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ اور اہل بیت ؓ

حضور اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کے اہل بیت ؓ اور آل اطہار ؓ سے محبت کی جائے۔

اسلام ما اطاعت خلفاءِ راشدین ؓ
ایمان ما محبت آلِ ؓ محمد ﷺ ست

حضرت شاہ صاحب ؒ کو خاندان رسالت کے ایک ایک فرد سے بے مثال محبت تھی' اہل بیت کا تذکرہ چھڑتا تو گھنٹوں ان کے واقعات سناتے رہتے' امامین کریمین کا ذکر ہوتا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں' حضرت شاہ صاحب ؒ خود اولاد رسول تھے' چونتیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضور اکرم ﷺ تک جا پہنچتا ہے' حضرت امام حسین ؓ کے ایک پوتے ہیں امام زید ؒ' حضرت شاہ صاحب ؒ انہی کی اولاد میں سے ہیں' حضرت شاہ صاحب ؒ پہلے اپنی نسبت انہی کی طرف کر کے اپنے آپ کو زیدی لکھا کرتے تھے' بعد میں آپ اپنی نسبت حضرت حسین ؓ کی طرف کر کے حسینی لکھنے لگے'

امام زید ؒ کی چھٹی پشت میں ایک بزرگ ہوئے ہیں شیخ زید جندی ؒ' یہ حضرت شاہ صاحب ؒ کے اجداد میں سے پہلے بزرگ ہیں جو خراسان سے دہلی تشریف لائے اور ہندوؤں سے جہاد کرتے ہوئے دہلی میں جامِ شہادت نوش کیا' حضرت شاہ صاحب ؒ کو ان دونوں بزرگوں سے انتہائی درجہ عقیدت تھی شاید اسی عقیدت کا اثر تھا کہ آپ نے اپنے بڑے پوتے کا نام بھی زید رکھا تھا۔

آج کل بہت سے لوگ کراچی کے محمود احمد عباسی کی زہریلی تحریک سے متاثر ہو کر اہل بیت سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور العیاذ باللہ امام عالی مقام حضرت امام حسین ؓ کو یزید کے مقابلہ میں خطا وار سمجھنے لگے ہیں' اس پر حضرت شاہ صاحب ؒ انتہائی افسوس کا اظہار فرماتے تھے' آپ ؒ فرماتے تھے کہ ہمارے اکابر اہل بیتؓ کے مناقب بیان کرتے تھے اور یہ جدید محقق یزید کی صفائیاں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں' اسی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ایک مرتبہ آپ ؒ نے فرمایا: حضرت مولانا سید متین ہاشمی ؒ جو حضرت مدنی ؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندیت کو دو چیزوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے' ایک یزیدیت دوسرے مماتیت۔

حضرت شاہ صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اہل بیت سے محبت ایک تو اس لیے ضروری ہے کہ یہ خاندان رسالت ہے' حضور ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ خاندانِ رسالت سے محبت کی جائے' دوسرے اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم حنفی ہیں یعنی حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کے پیروکار ہیں' حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کو اہل بیت ؓ سے بہت زیادہ تعلق تھا' آپ اہل بیت کرام ؓ کی خدمت میں رہنے اور ان کی خدمت کرنے کو باعث سعادت خیال فرماتے تھے' آپ نے امام محمد باقر' امام جعفر صادق اور امام زید رحمھم اللہ سے علومِ نبوت اور اشغالِ طریقت حاصل کیے تھے' حضرت امام ابوحنیفہ ؒ حضرت امام جعفر صادق ؒ کی خدمت میں دو سال رہے تھے' ان دو سالوں کی نسبت امام صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے "لولا السنتان

لَهَلَكَ النُّعْمَانُ" اگر نعمان کو یہ دو سال نصیب نہ ہوتے تو وہ ہلاک ہو جاتا'
حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کی جانب سے اٹھنے والی ہر تحریک کا ساتھ دیا
تھا' اموی حکمران ہشام بن عبدالملک کے خلاف جب حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ نے خروج
کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مالی امداد بھی کی اور ان کے ساتھ ساتھ
یہ بیان بھی جاری فرمایا: "خُرُوْجُهُ يُضَاهِيْ خُرُوْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَوْمَ بَدْرٍ"
حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اس وقت اُٹھ کھڑا ہونا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں تشریف بری کے
مشابہ ہے۔[1]

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ
حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قید خانہ میں جو شہید کیا گیا' اس کی وجہ عہدۂ قضاء کا انکار
ہے کہ آپ نے قاضی بننے سے انکار کیا تھا' اس لیے آپ کو شہید کر دیا گیا' حقیقت یہ
ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محض اس لیے شہید نہیں کیا گیا کہ آپ نے عہدۂ قضاء قبول
کرنے سے انکار کر دیا تھا' کیونکہ اول تو یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کی سزا موت ہو'
دوسرے یہ بھی تو دیکھا جائے کہ عہدۂ قضاء سے انکار صرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے
نہیں کیا اور بہت سے ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے عہدۂ قضا سے انکار کیا تھا' انہیں
تو کچھ بھی نہیں کہا گیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ایسا قصور تھا کہ ان کے انکار کرنے پر
انہیں اتنی کڑی سزا دی گئی؟ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی نظر آتی ہے کہ آپ اہل بیت کی
تحریکوں کا ساتھ دے رہے تھے جس سے حکمران اپنے لیے خطرات محسوس کرتے تھے'
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی جرم تھا' اسی جرم کی پاداش میں آپ کو امام ابراہیم[2] کی شہادت
کے بعد کوفہ سے لا کر بغداد کے زندان خانے میں قید کیا گیا اور زبردستی زہر دے کر
آپ کو شہید کر دیا گیا' اور اسی جیل خانہ سے آپ کا جنازہ نکلا جس جیل خانے سے
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھا تھا۔

---

1. امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی سیاسی زندگی۔
2. حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے اور حضرت عبداللہ المحض رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ
جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ اجل تھے' جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا
تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے کاظمیہ میں جہاں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے
صاحبزادے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے وہاں دفن کیا جائے'
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے غور کرنے کی بات ہے کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے
اعظمیہ کو چھوڑ کر جہاں اُن کے استاذ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مدفون تھے کاظمیہ
کو تدفین کے لیے کیوں منتخب کیا؟ اس کی وجہ سوائے محبت اہل بیت کے اور کچھ سمجھ میں
نہیں آتی' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا تھا کہ ان امور کے پیش نظر احناف کو اہل
بیت سے ضرور تعلق و محبت ہونی چاہیے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مجالس میں یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ
"حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے والد اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ
"حسن خاتمہ میں اہل بیت کی محبت کا بڑا دخل ہے۔"

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "جب میرے والد کی وفات کا وقت
قریب ہوا تو میں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ابا جان! آپ فرمایا کرتے تھے
کہ حسن خاتمہ میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کا بڑا دخل ہے تو کیا آپ اب اس کو محسوس کر
رہے ہیں؟ اس پر والد صاحب نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا کہ ہاں"

ناچیز کو خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے جوش میں
فرمایا: "نہ معلوم لوگ اہل بیت سے اس قدر کیوں دور ہیں' آخر یہ اہل بیت سے بچ کر
کہاں جائیں گے' قرب قیامت میں تو پھر اہل بیت کا دور ہو گا' اہل بیت کی عظمت کا
اندازہ اس سے کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر سے بھی
ایک نماز امام مہدی کی اقتداء میں پڑھوائیں گے۔"

بات کہاں سے کہاں چلی گئی' میں عرض کر رہا تھا کہ محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت کی جائے' ہمارے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقاضے کو بھرپور انداز میں پورا کیا' آپ اہل بیت کی محبت کے گن گاتے اور ان کی عظمت کے ترانے سناتے رہے' آپ نے اہل بیت پر اچھالی جانے والی گرد کو صاف کیا' ان کے مناقب بیان کیے' لوگوں کو ان کے مرتبہ و مقام سے آگاہ کیا' ان کے علوم کی اشاعت کی نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن خاتمہ سے نوازا' اور آپ کے جنازہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھا دیا کہ اہل بیت کے محبین کا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ و مقام ہوا کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اتباع سنت

قارئین محترم بات چل رہی تھی حضرت شاہ صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے حضور اکرم ﷺ سے عشق و محبت کی' علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر ہر ادا کو اپنایا جائے اور آپ کی سنتوں کی اتباع کی جائے' خود حضور اکرم ﷺ نے اتباع سنت کی جا بجا تاکید فرمائی ہے اور اولیاء اللہ میں سے جس نے جو کچھ پایا ہے' اتباع سنت کے صدقے پایا ہے' اس حوالے سے بھی جب ہم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اتباع سنت کا کامل نمونہ تھی' شکل و صورت ہو یا لباس و پوشاک' نشست و برخاست ہو یا کردار و گفتار' کھانا پینا ہو یا سونا جاگنا' ہر ہر امر میں آپ نے اتباع سنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا' بندۂ ناچیز کے ذہن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کے ڈھیروں واقعات گھوم رہے ہیں' اختصار کے پیش نظر چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

① آج کل نکاح کے موقع پر عوام الناس چھواروں کے بجائے بدھ تقسیم کرنے لگے ہیں' اس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شدت سے نکیر فرماتے تھے' آپ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ چھوارے لایا کرو اور انہیں نچھاور کیا کرو' بسا اوقات آپ خود بھی دونوں ہاتھوں سے چھوارے نچھاور فرماتے تھے۔

② ایسے ہی آج کل لوگ نکاح کے بعد دولہا سے مصافحہ اور معانقہ بھی کرنے لگے ہیں' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی نکیر فرماتے تھے' آپ فرماتے تھے کہ اس موقع پر مصافحہ و معانقہ نہ کیا کرو' یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔

③ لڑکی کے مہر کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے کہ "مہر فاطمی[1]" مقرر کیا کرو' یہ وہ مہر ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقرر فرمایا تھا' اخیر میں آپ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ جس نکاح میں مہر فاطمی مقرر نہیں ہوتا تھا آپ وہ نکاح نہیں پڑھاتے تھے۔

میرے ایک دوست بھائی شعیب صاحب جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے' ان کے نکاح کے موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے والد سے مہر کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ پچاس ہزار مقرر ہوا ہے' اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے تمہارا لڑکا علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہے؟ تمہاری لڑکی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہے؟ جو اس قدر مہر باندھتے ہو؟ مہر فاطمی کیوں نہیں مقرر کرتے جو نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا مقرر فرمایا تھا' پھر آپ نے مہر فاطمی مقرر فرما کر ہی نکاح پڑھایا۔

④ آپ کی عرصہ سے خواہش تھی کہ مساجد میں جمعہ و جماعت کے اندر لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کے بجائے مکبرین کھڑے کیے جائیں' وہ تکبیریں کہا کریں تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور کی نمازوں کی یاد تازہ ہوتی رہے'

[1] مہر فاطمی کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہے۔

سنگیاں پل کے پار جب آپ کی خانقاہ کی مسجد بنی تو آپ نے اپنی اس خواہش پر بھرپور عمل فرمایا اور مسجد میں سرے سے لاؤڈ سپیکر ہی نہیں لگوائے تاحال خانقاہ میں اذان واقامت اور جمعہ وجماعات بغیر اسپیکر کے ہی ہوتی ہیں۔

⑤ بقرعید کے موقع پر حضرت اونٹ کی قربانی کیا کرتے تھے اور آپ کو اس کا اہتمام تھا کہ سنت کے مطابق اس کا نحر کیا جائے' چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید' بھائی رمضان صاحب جو بدر میں رہنے کی وجہ سے نحر کا طریقہ جانتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں بلواتے اور سنت کے مطابق اونٹ کا نحر کرواتے' ناچیز راقم الحروف نے سب سے پہلے سنت کے مطابق اونٹ کا نحر ہوتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہی دیکھا تھا۔

سنت کیمطابق اونٹ کے نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اونٹ کا دایاں پاؤں موڑ کر اس پر رسی باندھ دیتے ہیں اور جس جگہ سے اونٹ کی گردن شروع ہوتی ہے وہاں زور سے ایک خنجر مارتے ہیں جو سیدھا دل پر لگتا ہے اور اس سے خون کی ایک تیز دھار نکلتی ہے اور اونٹ بغیر ہاتھ پاؤں مارے وہیں زمین پر بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح انتہائی آسانی سے اس کی قربانی ہو جاتی ہے' ہمارے یہاں کے قصائی اس طریقہ کو اپنانے کے بجائے گائے کی طرح اونٹ ذبح کرتے ہیں جو سنت کے خلاف بھی ہے اور اس میں دیر بھی بہت زیادہ لگتی ہے۔

⑥ بقرعید کے موقع پر سنت یہ ہے کہ آدمی گھر سے بغیر کچھ کھائے پیے جائے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنی قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرے' اس سنت پر عمل ہوتے ہم نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں دیکھا' ہم لوگ ہر سال بقرعید کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت کے گھر جاتے' حضرت اندر سے بھنی ہوئی کلیجی منگواتے اور ہم سب کو ایک ایک بوٹی کھلاتے۔

⑦ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے' ہم نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے دیکھا جب تک آپ کی صحت رہی ہمیشہ آپ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے۔

⑧ اخیر عمر میں جب آپ کے لیے از خود موزے اور جوتے پہننا دشوار ہو گیا اور یہ کام خدام انجام دینے لگے تو بارہا آپ نے خدام کو تاکید فرمائی کہ موزہ پہناتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں پہنائیں اور جوتا پہناتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنائیں اور اتارتے وقت اس کے برعکس کریں کہ آپ بائیں پاؤں سے جوتا اور موزہ اتارا کریں' اگر خدام سے اس معمول کی خلاف ورزی ہوتی تو آپ اس پر سختی کے ساتھ سرزنش فرماتے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اتباعِ شریعت

قارئین محترم: حضور اکرم ﷺ سے حقیقی عشق ومحبت کا جیسے یہ تقاضا ہے کہ آپ کی سنتوں کی اتباع کی جائے ویسے ہی یہ تقاضا بھی ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت کی بھی کامل اتباع کی جائے' حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ[1] تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو جائیں۔

آیئے اس حوالے سے بھی حضرت شاہ صاحب مرحوم کی زندگی کا جائزہ لیتے چلیں اور دیکھیں کہ آپ کس حد تک اتباع شریعت پر عمل پیرا تھے' آج کل کے دور میں یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ جو شخص جتنا بڑا آدمی بن جاتا ہے اس سے اسی قدر اتباع سنت وشریعت میں قصور وکوتاہی ہونے لگتی ہے' اگرچہ اس میں اس کے قصد وارادہ کو دخل نہ ہو'

1 شرح السنہ للامام البغوی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۳۰

لیکن اس حوالہ سے جب ہم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اتباع شریعت میں اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے' ذیل میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع شریعت کی چند جھلکیاں نذر قارئین کی جاتی ہیں جن سے ہمارے اس خیال کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔

① جب تک آپ کی صحت رہی کبھی ہم نے آپ کو جمعہ وجماعت ترک کرتے نہیں دیکھا ہمیشہ آپ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' اخیر عمر میں جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے' تو آپ نے بارہا اس پر اظہار افسوس فرمایا کہ مسجد میں جانے سے محرومی ہو گئی' پھر جب سنگیاں پل کے پار آپ کی خانقاہ بنی اور اس کے ساتھ مسجد بھی تیار ہوئی تو اکثر آپ کو یہ کہتے سنا گیا کہ میں اس جگہ سے اس لیے خوش ہوں کہ یہاں بڑے آرام سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے' کمرہ سے ایک قدم نکالتا ہوں تو مسجد میں پہنچ جاتا ہوں۔

② حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کے بھی پابند تھے' سفر وحضر کسی حال میں بھی آپ کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی' جب تک آپ کی صحت نے ساتھ دیا' آپ نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن اور اشراق کی پابندی فرماتے رہے۔

③ آج کل شرعی پردہ مفقود ہوتا جا رہا ہے' دنیا داروں کا تو کیا کہنا بہت سے دین داروں کے یہاں بھی شرعی پردہ نہیں رہا' اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت منفرد نظر آتی ہے' پردہ کا اہتمام جس قدر آپ کے یہاں دیکھا گیا اتنا کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا' آپ غیر محرم خواتین سے بالکل نہیں ملتے تھے' ہم نے چھتیس سینتیس سال کے عرصہ میں کبھی آپ کو خواتین سے ملتے نہیں دیکھا' آپ خواتین کو بیعت فرماتے تھے' اس سلسلہ میں کبھی تو ایسا ہوتا کہ آپ ان کے مردوں سے فرما دیتے

کہ میں نے انہیں بیعت کر لیا ہے آپ انہیں اس اس چیز کی تاکید کر دیں' اور کبھی ایسا ہوتا کہ خواتین کو پردہ کے پیچھے بٹھا کر کپڑا دے دیتے کہ خواتین اسے ہاتھوں سے پکڑ لیں اور اس طرح آپ انہیں توبہ کروا دیتے' اگر خواتین کو آپ سے بات کرنی ہوتی تو یا تو خط کے ذریعے بات کرتیں یا پھر ٹیلی فون پر مختصر بات کرتیں۔

ناچیز کی اہلیہ جن کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آنا جانا ہے انہوں نے بتلایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہو جو حضرت کی سگی بھتیجی بھی لگتی ہیں وہ اپنے دامادوں سے پردہ کرتی ہیں' اہلیہ نے ان سے کہا شرعاً تو دامادوں سے پردہ نہیں ہے' اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہو نے کہا کہ تایا جی نے پردہ کا کہا تھا' اس پر میں نے بھی ان سے کہا تھا کہ شرع میں دامادوں سے تو پردہ نہیں ہے' تایا جی نے فرمایا تھا کہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن آج کل احتیاط پردہ کرنے ہی میں ہے اس لیے پردہ کرنا ہی اچھا ہے۔

اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے آپ سرپرست تھے' اقرأ کی سالانہ تقریبات میں خواتین بھی شریک ہوتی تھیں اور تقریب کے وقت اسٹیج پر بچیاں بھی پروگرام پیش کرتی تھیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کو شرکت سے منع فرمایا اور سختی کے ساتھ بچیوں کو بھی اسٹیج پر آنے سے روک دیا۔

راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت کے صاحبزادے انیس الحسن مرحوم نے جو ہمارے ہم درس بھی تھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میرے پاس نعتوں کی کیسٹ ہے جی چاہتا ہے کہ آپ بھی سنیں' حضرت نے اجازت دے دی' انیس مرحوم نے ٹیپ ریکارڈ لا کر اس میں کیسٹ چلائی تو پتہ چلا کہ یہ تو نسوانی آواز ہے' حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ ام حبیبہ کی آواز میں بھری ہوئی نعتوں کی کیسٹ تھی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آواز سنتے ہی ٹیپ ریکارڈ بند کروا دیا اور فرمایا' یہ جائز نہیں ہے' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اسی شدت احتیاط کا نتیجہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی نعش مبارک پر کسی غیر محرم عورت کی نگاہ نہیں پڑی' جس کی صورت یہ ہوئی

کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر والوں نے جنازہ جانے سے پہلے کسی غیر محرم خاتون کو تعزیت کے لیے گھر نہیں آنے دیا' جب جنازہ گھر سے رخصت ہو گیا اس وقت عام خواتین کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔

﴿۴﴾ ۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب مرحوم سفر افغانستان کے موقع پر مرکز ولایت چشت بھی تشریف لے گئے' وہاں آپ کا قیام سید مودود چشتی کے گھر ہوا' جو وہاں کی مرکزی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے' اگلے سال سجادہ نشین صاحب لاہور تشریف لائے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا شایان شان اکرام کیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لیے ان کی کوٹھی پر بھی تشریف لے گئے' راقم الحروف بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا' راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو تدین اور اتباع شریعت اپنے اکابر میں دیکھا وہ کہیں اور نظر نہیں آیا' یہ سجادہ نشین صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ شاہ صاحب جی چاہتا ہے کہ ہم ایک گروپ فوٹو کھنچوائیں جس میں آپ بھی شریک ہوں میں نے تو صاف انکار کر دیا کہ یہ تو سراسر ناجائز کام ہے' میں نہیں کر سکتا۔''

﴿۵﴾ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شادی بیاہ کے موقع پر سادگی اپنانے اور خلاف شرع رسومات سے بچنے کی بہت ہی زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے' اکثر آپ اپنی مجالس میں اکابر کے یہاں شادی بیاہ کے سلسلہ میں برتی جانے والی سادگی کا تذکرہ فرماتے اور اس سلسلہ میں اکابر کے واقعات سناتے' ایک دفعہ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا: ہمارے حضرت (رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) کے یہاں انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح ہوا کرتا تھا' بسا اوقات ایسے بھی ہوا کہ دولہا کو بھی پتہ نہیں کہ آج میرا نکاح ہے' فرمایا: ''ایک دفعہ ملتان کے ایک ساتھی جو اب بھی حیات ہیں' ملتان میں رہتے ہیں وہ (خانقاہ رائے پور کی مسجد میں) میرے ساتھ نماز میں شریک تھے' نماز ختم ہوئی تو امام صاحب آئے اور اُن کے سر پر ہاتھ مار کر فرمایا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلو تمہارا نکاح ہے

وہ بے چارہ ہکا بکا رہ گیا' خیر حضرت کی خدمت میں آئے' امام صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان کا نکاح پڑھانا ہے' فرمایا: بلاؤ مولانا محمد[1] صاحب (انوری) کو' وہ آئے اور انہوں نے نکاح پڑھایا' بچی کے والد موجود تھے' حضرت نے ان سے پوچھا کہ رخصتی کب ہے؟ انہوں نے کچھ سوچ کر جواب دیا کہ حضرت ایک ماہ بعد کر دوں گا' فرمایا اتنے دن بعد رخصتی کی کیا ضرورت ہے؟ عرض کیا کہ حضرت کچھ تیاری کا موقع مل جائے گا' حضرت نے فرمایا تمہارے دماغ سے ابھی تک راجپوتی نہیں گئی' مولانا محمد صاحب بولے آخر لڑکی نے کپڑے پہن رکھے ہیں یا نہیں؟ بس انہی کپڑوں میں ابھی رخصت کر دو۔''

﴿۶﴾ شادی بیاہ کی جن تقریبات میں خلاف شرع امور پائے جاتے تھے آپ ان تقریبات میں تشریف نہیں لے جاتے تھے' میرے ایک عزیز دوست محمد حسن کی ہمشیرہ کی شادی تھی' نکاح کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا تھا' حضرت تشریف لائے تو دیکھا کہ مووی والا فلم بنا رہا ہے' آپ باہر ہی رک گئے اور فرمایا' پہلے اسے نکالو پھر میں اندر جاؤں گا' ورنہ میں نہ اندر جاؤں گا نہ نکاح پڑھاؤں گا' چنانچہ مووی والے کو اس جگہ سے ہٹایا گیا تو حضرت اندر تشریف لائے اور نکاح پڑھایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مبشرات

قارئین محترم یہ تو وہ چند باتیں ہیں جو ناچیز کے ذہن میں رہ گئیں نہ جانے کتنے واقعات ہوں گے جو پیش آتے رہتے ہوں گے اور لوگ انہیں آنکھوں سے دیکھتے ہوں گے' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہی خوبیاں تھیں جنہوں نے حضرت کو بارگاہ خداوندی اور بارگاہ رسالت میں محبوب و مقرب بنا دیا تھا اور وہاں سے آپ پر الطاف و عنایات اور تجلیات و انوارات کی بارشیں ہوتی تھیں جنہیں آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے صاف محسوس کرتے تھے' بہت سے افراد نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے

[1] حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نکاح پڑھانے کی خدمت مولانا انوری کے سپرد تھی۔

میں بہت ہی عمدہ خواب دیکھے جو از قبیل مبشرات تھے' جی چاہتا ہے کہ موقع کی مناسبت سے چند خواب ذکر کر دیے جائیں تا کہ اس جہت سے بھی حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے۔

① ہمارے استاذ محترم حضرت قاری عبدالرشید صاحب مرحوم جن کی ۱۹۹۲ء میں وفات ہو گئی تھی' ان کی وفات سے تقریباً تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ آپ رات مسجد کے دالان سے بائیں جانب کے حجرے میں ایک غیر مقلد مناظر کی تحریر کا جواب لکھتے ہوئے دیر ہو جانے کے سبب اسی حجرے میں سو گئے' اس رات آپ نے خواب دیکھا جو آپ رحمہ اللہ نے کئی احباب کے سامنے ذکر کیا' آپ نے فرمایا:

''میں اس حجرے میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ اس حجرے میں میرے ساتھ حضرت سید نفیس شاہ صاحب بھی ہیں اور ایک نامی گرامی بدعتی مولوی بھی' تھوڑی دیر گزری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حجرے میں تشریف لے آئے' حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آپ کا استقبال کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس بدعتی مولوی پر پڑی تو ارشاد فرمایا کہ اسے یہاں سے فوراً نکال دو' حضرت شاہ صاحب نے اسے وہاں سے دھکا دے کر باہر نکالا' پھر حضرت شاہ صاحب نے میرا تعارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کروایا تو آپ نے فرمایا ہم انہیں جانتے ہیں۔'' (او کما قال)

② ہمارے ایک دوست جناب نعیم بٹ صاحب جو ہمارے پڑوسی بھی ہیں اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مرید بھی' انہوں نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں شام کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا' حضرت اس وقت اکیلے تھے اور بازو میں کچھ تکلیف تھی' میں نے تیل سے مالش شروع کر دی' کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی بات سنائیں' فرمایا کہ آج صبح ایک ساتھی نے مجھے ایک خواب سنایا' مجھے اس سے بہت لذت آئی' میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا خواب تھا' ہمیں بھی سنائیں' فرمایا' اس ساتھی نے یہ خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہیں اور یہ خادم اس کی لگام پکڑے کھڑا ہے' حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: اس خواب سے بڑی لذت آئی' (او کما قال)

③ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک مجاز اور ہمارے کرم فرما جناب عتیق انور زید مجدھم اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک صاحب ہاتھ میں خط اٹھائے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضرت کو خط دیا اور دوزانو ہو کر بیٹھ گیا' سائل کی طبیعت میں عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی' حضرت رحمہ اللہ کے پاس حضرت کے احباب میں سے ایک صاحب کو وہ خط پڑھنے کو دے دیا' جس کا مضمون کچھ اس طرح سے تھا کہ سائل نے رات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اللہ والے سے تعلق جوڑنے کو کہا' میں نے عرض کیا کہ میرا فلاں شخص سے اصلاحی تعلق ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ضروری نہیں پیروں کے بیٹے بھی پیر ہوں' تم سید نفیس الحسینی کے پاس چلے جاؤ'' اس پر حضرت دیر تک روتے رہے۔''

④ مزید لکھتے ہیں کہ

اسی طرح ایک شخص حضرت کے پاس حاضر ہوا وہ حرمین کے سفر پر جا رہا تھا' حضرت نے کہا بھئی ہمارا سلام بھی عرض کر دینا' اس شخص کا اصلاحی تعلق چونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تھا' اس لیے اس کا کہنا ہے کہ دل میں خیال آیا کہ میں حضرت رحمہ اللہ کا نام کیسے لکھوں؟ ویسے ہی یاد رکھوں گا' جب مدینہ شریف سے واپسی ہونے لگی تو رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' دریافت کیا وہ فہرست کہاں ہے؟ پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تو نفیس الحسینی کا نام نہیں' اور پھر سب سے اوپر حضرت کا نام لکھ دیا' جب خواب سے بیدار ہوا تو فہرست میں سب سے اوپر حضرت کا نام لکھا دیکھا' واپسی پر حضرت کو خواب بیان کیا' حضرت نے فہرست لی' چومی اور آنکھوں سے لگائی اور فرمایا: ''اب یہ فہرست کسی کو نہ دکھانا''[1]

⑤ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / ۵ فروری ۲۰۰۷ء بروز پیر' عصر کی نماز کے بعد ناچیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مولوی عتیق الرحمٰن کے ساتھ' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حاضر ہوا وہاں حضرت کے ساتھ چارپائی پر حضرت مولانا عطاء المؤمن شاہ صاحب اور سامنے کرسی پر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب تشریف فرما تھے' ناچیز نے پہلے عطاء المؤمن شاہ صاحب سے پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتہائی تپاک سے ملے' راقم الحروف مصافحہ کر کے نیچے بیٹھ گیا' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: آج رات یا کل رات میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا' میں نے دیکھا کہ ایک مسجد ہے اس میں میں ہوں اور میرے پاس تم ہو اور تم نے مجھے ایک بات کہی ہے' اتنی بات کہہ کر آپ خاموش ہو گئے' کچھ وقفہ کے بعد فرمایا وہ بات پھر بتلاؤں گا' اس پر مولانا عطاء المؤمن شاہ صاحب بولے کہ حضرت نے تمہیں جستجو میں ڈال دیا ہے تاکہ تم اس فکر میں رہو کہ وہ کیا بات ہو سکتی ہے؟ حقیقتاً ایسے ہی ہوا' احقر سوچ میں پڑ گیا کہ نہ معلوم وہ کیا بات ہو گی؟ خیر وہ دن یونہی گزر گیا' تقریباً آٹھ دن بعد پھر حضرت کے یہاں جانا ہوا کھانے کا وقت تھا کھانا کھا کر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی کے قریب بیٹھ گیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

''میں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک مسجد ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ مسجد کہاں ہے؟ اور کون سی ہے؟ لیکن اتنا ہے کہ وہ اندر سے بہت صاف ہے اس کے بالکل درمیان میں میں بیٹھا ہوں' میں نے عرض کیا کہ محراب کے سامنے کی جگہ ہو گی؟ فرمایا ایسے ہی سمجھ لو' اور میرے پاس تم ہو' تم نے مجھ سے کہا کہ ''یہاں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے'' یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ اس کی تو بڑی اچھی تعبیر ہے' فرمایا پھر تم ہی اس کی تعبیر بتلاؤ' میں نے عرض کیا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

1 ہفت روزہ ختم نبوت جلد ۲۷ شمارہ ۸ تا ۱۰ ص: ۵۱۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند عطاء فرمائی ہے' حضرت نے فرمایا کہ تم بھی تو وہاں ہو' میں نے عرض کیا کہ حضرت تعبیر تو یہی ہے جو میں نے عرض کی' اس پر آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت شاہ صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں باتیں تو بہت ہیں' مضمون کی طوالت کے پیش نظر انہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند تر فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اخوکم فی اللہ

نعیم الدین

۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ / ۱۶ مارچ ۲۰۰۸ء

مجلس : ۱

۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۰ بروز پیر

ہندو پاک کی تقسیم سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا

فرمایا:

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت تقسیم کی وجہ سے جمنا کے کنارے سے لے کر راوی کے کنارے تک کا تمام علاقہ اللہ کے نام کو ترس رہا ہے اس شخص نے یہ بات اتنے درد سے کہی کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی چیخ نکل گئی۔ (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس واقعہ کے بیان کرنے کے دوران رقت طاری ہوگئی)

فرمایا:

ہندو پاک کی تقسیم سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا خصوصاً مشرقی پنجاب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی' بستیوں کی بستیاں اس لہر میں بہہ گئیں' ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا افتخار الحسن کاندھلوی[1] مدظلہ اس لہر کا بڑے طریقے سے مقابلہ کر رہے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں میں عام سادہ لوگ بھیجتے ہیں اور وہ ان میں گھل مل جاتے ہیں اور ان سے تعلق قائم کر کے ان کو مولانا افتخار صاحب کی خدمت میں لاتے ہیں پھر مولانا ان کی ذہن سازی کرتے ہیں اسی لہر کے مقابلے کے لیے حضرت پانی پت میں مہینے کی آخری جمعرات اجتماع منعقد کرتے ہیں ہزاروں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے پھر اس کام کے لیے جماعتوں کی تشکیل کی جاتی ہے اس طرح وہ بہت سے لوگوں کو دین کی طرف مائل کر رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا کلیم احمد صاحب اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں انہوں نے تو باقاعدہ گاڑیاں رکھی ہوئی ہیں وہ اپنے رفقاء کو اس لہر سے متاثرہ علاقوں میں بھیجتے ہیں وہ لوگ وہاں جا کر ان سے تعلق پیدا کرتے ہیں پھر ان کو گاڑی میں بٹھا کر حضرت مولانا کلیم احمد صاحب کی خدمت میں لاتے ہیں حضرت ان کے شبہات دور کر کے ان کی ذہن سازی کرتے ہیں۔

بعض دفعہ میت دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے

حضرت نے آج افطاری حسب سابق احباب کے ساتھ ہی کی رمضان میں ماشاء اللہ احباب کی خوب رونق ہوتی ہے ملک کے مختلف حصوں سے سالکین آ کر اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لیے اس چشمہ ہدایت کے ارد گرد ڈیرے لگا لیتے ہیں اور رمضان المبارک کے اوقات کو قیمتی بناتے ہیں افطاری میں آب زم زم مدینہ منورہ کی کھجور اور دیگر اشیاء ہوتی ہیں افطاری کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کریم پارک کا پانی لاہور کے دوسرے علاقوں کے پانی سے مختلف ہے حضرت نے فرمایا کسی زمانے میں دریا یہاں سے بہتا تھا اُن صاحب نے پھر عرض کیا حضرت سنا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ موجودہ دربار میں مدفون نہیں بلکہ قلعہ میں دفن ہیں حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت اپنے بعضوں بندوں کو حسب مراتب ان کی دفن شدہ جگہوں سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں کیونکہ وہ جگہ جس میں پہلے وہ دفن ہوتے ہیں ان کے شایان شان نہیں ہوتی۔

اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا جس کو حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے اپنی کتاب کتاب العقائد المعروف عقائد اکبری میں درج کیا ہے وہ یہ کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے مریدین نے ان کی تربت کے گرد تعمیر شروع کی اس وقت حضرت شاہ رکن عالم بھی پاس موجود تھے دوران تعمیر غلطی سے تربت میں روزن ہوگیا شاہ رکن عالم جو خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے

گہرے دوست تھے انہوں نے روزن میں سے جھانکا تو تربت کو خالی پایا انہوں نے
تعمیر کرنے والوں کو آواز دی ادھر آؤ ادھر آؤ تم کن سے تعلق کا اظہار کرتے ہو ان کو
تو ادھر رہنے ہی نہیں دیا گیا۔

دینہ شہر کا تاریخی پہلو اور محمد غوری کا تعارف

ایک صاحب دینہ سے حضرت کی ملاقات کے لیے تشریف لائے حضرت نے
ان سے دریافت فرمایا کیا دینہ کی تاریخ پر کوئی کتاب لکھی گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا
حضرت ایک کتاب ہے تو سہی لیکن اس میں زیادہ معلومات نہیں۔

حضرت نے فرمایا دینہ شہر کو محمد غوری نے دفاعی نقطہ نظر سے آباد کیا تھا تا کہ
تاتاریوں کے حملے سے دفاع ہو سکے اور دفاعی نقطہ نظر سے آباد کردہ شہر عموماً دریاؤں
کے کنارے آباد کیے جاتے تھے جیسا کہ آگرہ کے قلعہ کے ساتھ آج بھی دریا بہہ رہا
ہے کیونکہ دریا دشمن سے حفاظت کا بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت نے فرمایا:

دینہ میں جس جگہ کے متعلق مشہور ہے کہ یہ محمد غوری کا مدفن ہے یہ بات درست
معلوم نہیں ہوتی کیونکہ کوئی فوج اپنے امیر کو دشمن کے علاقے میں دفن نہیں کرتی۔
ویسے بھی جو ان کو شہید کر سکتے ہیں وہ ان کو قبر سے نکال کر بے حرمتی بھی کر سکتے
ہیں' حضرت نے فرمایا میں نے ایک جگہ پڑھا ہے کہ ان کی فوج ان کی میت کو اپنے
ساتھ لے گئی تھی اور غزنی لے جا کر دفن کیا تھا' ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ جگہ جس کے
متعلق مشہور ہے کہ یہ محمد غوری کا مدفن ہے ان کی جائے شہادت ہو۔

فرمایا

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
سے ان کو ہند جانے کا حکم ہوا' حضرت خواجہ صاحب ہند تشریف لائے اور اس وقت کے
راجا پرتھوی راج کی راجدھانی نے اجمیر میں ڈیرہ لگایا۔ اس وقت یہاں مسلمان دیکھنے
کو بھی نہیں ملتے تھے' جب حضرت خواجہ صاحب نے حالات سازگار دیکھے تو محمد غوری کی

طرف قاصد بھیج کر اس کو حملے کی دعوت دی۔ محمد غوری پہلی چڑھائی میں تو غالب نہ آسکا
لیکن دوسری چڑھائی میں پرتھوی راج کو شکست دے کر دلی پر اسلام کا جھنڈا گاڑ کے
دلی قطب الدین ایبک کے سپرد کر کے واپس چلے آئے قطب الدین ایبک بڑے منتظم
آدمی تھے۔

فرمایا:

بادشاہوں کا اپنا ذوق ہوتا ہے قطب الدین ایبک نے سب سے پہلے دلی میں
ایک مسجد تعمیر کی اور اس کا نام قوت الاسلام رکھا اور اس کے قریب ایک مینار بنایا جسے
قطب مینار کہتے ہیں حوادثات زمانہ کی وجہ سے مسجد کے آثار تو ختم ہو گئے لیکن ابھی مینار
باقی ہے۔

محمد غوری نے اپنی سلطنت دلی میں قطب الدین ایبک کے سپرد کی اور حضرت
خواجہ معین الدین نے بھی دلی کی سلطنت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔
محمد غوری کی سلطنت تو ختم ہو گئی' حضرت خواجہ صاحب کی سلطنت باقی رہی۔
حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان
کے بعد حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ پھر یہ سلسلہ آگے چلتا رہا۔

سید نور بخش کا تعارف

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ہمارے سلسلے میں ایک بزرگ سید نور بخش
آتے ہیں ان کے حالات سے آگاہ فرمائیے۔

فرمایا سید نور بخش رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ تھے سید اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ تھے سید علی
ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے سید نور بخش مسلکاً اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کی
وفات کے بعد ان کے پیروکار جو نور بخشی کہلواتے تھے علاقے کے سرداروں سے متاثر
ہو کر شیعیت کی طرف مائل ہو گئے کیونکہ یہ تو ضابطہ ہے" الناس علی دین
ملوکھم "کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

۸/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مدارس کا اہتمام

دینہ سے آنے والے مولانا خالق داد صاحب (جو مدرسہ حسینیہ کے مہتمم ہیں) ان کو حضرت نے علاقے میں مزید مدارس قائم کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا ہمارے حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ مدارس کے قیام پر بہت زور دیتے تھے چنانچہ ان کے متعلقین نے مدارس کا ایک جال بچھا دیا۔

حضرت کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کسی صاحب نے ان کو اپنے ہاں لے جانا ہوتا تو وہ حضرت کے کان میں کہہ دیتا حضرت وہاں مدرسہ قائم کرنا ہے آپ تشریف لے چلیں تو حضرت فوراً تیار ہو جاتے اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے سفر سے گریز فرماتے۔

حسین نام رکھنا بہت اچھا ہے

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میں ایک مدرسہ بنوا رہا ہوں آپ کوئی نام تجویز فرما دیں۔ حضرت نے ان سے دریافت فرمایا آپ کے ذہن میں کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضرت مدرسہ حسینیہ نام کیسا ہے فرمایا بہت اچھا ہے۔ حسین نام تو حضور ﷺ کا رکھا ہوا ہے لیکن آج کل بدقسمتی سے لوگ اس نام کو رکھنے سے ہچکچاتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا میرے پاس ایک صاحب آئے انہوں نے لوگوں کے کہنے پر

اپنا نام زاہد حسین سے بدل کر محمد زاہد رکھ لیا ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں یہ شیعوں والا نام ہے میں نے کہا کہ بھائی زاہد حسین نام میں تو کوئی قباحت نہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بہت زاہد تھے بلکہ ازہد تھے۔

فضائل حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حلق میں سب سے پہلا رزق جو اترا وہ حضور ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ اور ان کے کان میں سب سے پہلی آواز حضور ﷺ کی پڑی حضور ﷺ نے ان کے کان میں اذان کہی۔

فرمایا:

حضور ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بچوں کے رونے کی وجہ پوچھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھی وہ کافی دیر تک حضور ﷺ کی زبان مبارک چوستے رہے جب سیر ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھی وہ بھی کافی دیر تک چوستے رہے۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کی عظمت

حضرت نے فرمایا ہمیں اہل بیت سے شیعوں کا تسلط ختم کرنا چاہیے کیونکہ اہل بیت ہمارے ہیں اہل بیت کو شیعوں کے سپرد کرنے والی پالیسی ٹھیک نہیں ہے، ہم اہل بیت کا کثرت سے ذکر کریں گے تو شیعہ کا تسلط ختم ہو جائے گا۔

فرمایا: حقیقی اہل سنت وہ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام کو بھی پہچانیں اور اہل بیت کے مقام سے بھی واقف ہوں۔ کیونکہ جس کا حضور ﷺ سے تعلق ہو اس سے محبت رکھنا

اہل سنت ہونے کی علامت ہے۔ اہل سنت کا تو یہاں تک عقیدہ ہے کہ مٹی کا وہ ٹکڑا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ عرش معلی سے بھی افضل ہے۔

حضرت نے فرمایا: حسین نام رکھنا فرض واجب نہیں لیکن رکھے ہوئے نام کو تبدیل کرنا بدبختی ہے ہاں اگر اس نام میں کوئی شرکیہ بات ہو تو اسے ختم کر دیں جیسے نذر حسین ہے تو نذر کو ختم کر دیں صرف حسین رکھ لیں یا محمد کا اضافہ کر دیں۔ جیسا کہ پاک و ہند میں ناموں کے ساتھ محمد کا نام برکت کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ جیسے محمد علی وغیرہ۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جد امجد کے نام پر اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ اپنے جد امجد کے نام پر اولاد کا نام رکھنا نص سے ثابت ہے۔ سادات اپنے جد امجد کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو یہ کیوں ٹھیک نہیں؟

غلام حسین نام درست ہے

فرمایا: میرے پاس ایک صاحب آئے میں نے ان سے ان کا نام دریافت کیا انہوں نے کہا میرا نام غلام اللہ ہے۔ حضرت نے فرمایا میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی کہ کہیں یہ نام تبدیل شدہ نہ ہو۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا اصل نام یہی ہے یا کوئی اور تھا۔ انہوں نے کہا پہلے غلام حسین تھا بعد میں غلام اللہ رکھا۔ حضرت نے فرمایا بھائی غلام حسین میں کیا حرج تھا۔ جب غلام محمد نام رکھنا ٹھیک ہے تو جو محمد کا غلام ہے وہ حسین کا بھی تو غلام ہے تو اس نام میں کیا حرج ہے حضرت نے فرمایا جس طرح شیعہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو کرنے اور صحابہ کی گستاخی کرنے کی بناء پر جہنم کے مستحق ہوئے ہیں اسی طرح اہل بیت رضی اللہ عنہم کی گستاخی بھی جہنم میں پہنچانے والی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک صاحب ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کیا حضرت اللہ نے مجھے بچی عطا کی ہے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے

دریافت فرمایا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا فاطمہ۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر فرمانے لگے توبہ توبہ فاطمہ۔ بھائی غلام فاطمہ رکھو ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پنجاب کے علاقے میں بچیوں کے نام کے ساتھ غلام کا لفظ رکھتے ہیں جو کنیز کے معنی میں ہے جیسے غلام فاطمہ، غلام عائشہ۔

بہاولپور کی عدالت میں قادیانیت کی رسوائی

حضرت نے فرمایا:

قادیانیت کے خلاف بہاولپور کی عدالت میں جو مقدمہ چلا اس مقدمہ کی مدعیہ کا نام غلام عائشہ تھا۔ اس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا۔ اس عورت نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا تھا۔

قادیانیوں نے جب دیکھا کہ مقدمہ مسلمانوں کے حق میں جا رہا ہے کیونکہ اس مقدمہ کی پیروی بڑے بڑے مشاہیر علماء کر رہے تھے تو انہوں نے اس قادیانی کو مار دیا اور عدالت میں درخواست دائر کی کہ مدعی علیہ مر چکا ہے لہٰذا کیس خارج کیا جائے لیکن اس کیس کی سماعت کرنے والے جج محمد اکبر صاحب بڑے عظیم آدمی تھے انہوں نے حکومتی دباؤ کے باوجود کہا کہ میں اس مقدمے کو پورا کروں گا۔ بالآخر انہوں نے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ کیا۔

جج محمد اکبر صاحب بڑے عظیم آدمی تھے

حضرت نے فرمایا:

عجیب بات ہے کہ جج محمد اکبر صاحب بھی ہمارے بزرگوں سے تعلق رکھنے والے تھے ان کا تعلق خیر پور ٹامیوالی میں ایک بزرگ غلام محی الدین سے تھا۔ اور غلام محی الدین صاحب ہمارے حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔ جج صاحب چھٹیاں غلام محی الدین صاحب کے پاس گزارتے تھے۔ اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ غلام محی الدین صاحب پڑھائیں، جج صاحب کی وفات کے بعد ان کا جنازہ ان کی وصیت کے مطابق غلام محی الدین صاحب نے

پڑھایا اور جج صاحب کی ذاتی جگہ میں ان کے تعمیر کیے ہوئے مدرسہ میں جو محلہ مبارک پور بہاولپور میں واقع ہے جج صاحب کو دفن کیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جج صاحب کی تربت پر حاضری دی ہے۔

طریق ولایت وطریق نبوت میں فرق

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سلوک میں طریق ولایت اور طریق نبوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے آپ ان کی وضاحت فرما دیجیے۔

حضرت نے فرمایا ان کی مکمل وضاحت تو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں فرمائی ہے حاصل یہ ہے کہ ریاضت ومجاہدہ اور ذکر واذکار کے طریقے کو طریق ولایت کہتے ہیں اور اتباع سنت میں کمال اور تلقین وارشاد طریق نبوت کہلاتا ہے۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکابرین دیوبند رحمھم اللہ میں طریق نبوت غالب تھا۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک

آج مولانا محب النبی صاحب مہتمم دارالعلوم مدنیہ لاہور تشریف لائے حضرت نے انہیں مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معارف القرآن جس کو حال ہی میں مدرسہ دارالعلوم حسینیہ شہداد پور (سندھ) نے شائع کیا ہے عنایت فرمائی اور اس کے متنِ قرآن کی کتابت حضرت کے والد صاحب کی ہے۔ اور فرمایا جس قدر دیدہ زیب اور عمدہ طریقے سے یہ تفسیر شائع ہوئی ہے کوئی اور تفسیر ایسے شائع نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت وسیع المطالعہ انسان تھے اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا حضرت نے فرمایا میرے ماموں[1] دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے

[1] مولانا سید محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے ۱۹۲۰ء کے قریب دارالعلوم سے فراغت حاصل کی وہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اتنا مطالعہ کیا کرتے تھے کہ کتابی کیڑے کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

اس پر مولانا محب النبی صاحب نے عرض کیا حضرت مجھے مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری پندرہ سال قریب رہنے کا موقع ملا ان کی عادت تھی کہ ان کے کتب خانہ میں جو کتاب موجود نہ ہوتی یا کسی کتاب کی کوئی جلد کم ہوتی تو ان کی فہرست بنا کر مجھے دیتے اور فرماتے کہ مولوی صاحب ان کو کہیں سے تلاش کر دیں۔

مولانا محب النبی صاحب نے عرض کیا حضرت بخاری شریف کا ایک اردو ترجمہ فیض الباری کے نام سے ہے اس کے کچھ حصے مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے انہوں نے مجھے فرمایا کہ اس کی باقی جلدیں تلاش کر دیں میں نے کافی تلاش وجستجو کے بعد ان کو بقیہ جلدیں مہیا کیں تو بہت خوش ہوئے۔

حضرت نے فرمایا: مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں کو جیسے ہوا اپنا پیٹ کاٹ کر ہلکے کاغذ پر شائع کر دیا جس کا یہ فائدہ ہوا کہ ان کی کتابیں محفوظ ہو گئیں۔

حضرت نے فرمایا پچھلے دنوں کاندھلہ سے ایک خط آیا اس میں لکھا تھا کہ وہاں کے احباب نے مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر جو غیر مسلموں کے قبضہ میں تھا ان سے خرید لیا ہے۔

قلمی نسخوں کی حفاظت اشد ضروری ہے

ایک صاحب ایک قدیم قلمی نسخہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب اس قلمی نسخہ کے خریدنے کا بہت اصرار کر رہے ہیں میں نے ان سے کہا ہے کہ میں حضرت شاہ صاحب سے مشورہ کر کے جواب دوں گا۔

حضرت نے فرمایا بھائی قلمی نسخہ اگر طبع ہو چکا ہو تو اس کے بیچنے میں کوئی حرج نہیں لیکن بعض نسخے ایسے ہوتے ہیں جو مطبوعہ نہیں ہوتے اور نایاب و منفرد ہوتے ہیں ان کو نہیں بیچنا چاہیے ان کی خوب حفاظت کرنی چاہیے اسی طرح کتابوں کے مسودوں کو حفاظت سے رکھنا چاہیے بلکہ آج کل تو فوٹو سٹیٹ کی سہولت مہیا ہے ان کی فوٹو سٹیٹ کروا کے رکھ لی جائے اگر کسی کو دکھانی مقصود ہو تو فوٹو سٹیٹ دکھائی جائے کیونکہ بعضے لوگ نایاب اور قلمی کتابیں چرا لیتے ہیں جس سے عمر بھر کا صدمہ لاحق ہو جاتا ہے۔

قلمی نسخوں کے چوری ہو جانے کے مختلف واقعات

اس پر حضرت نے فرمایا حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف المحجوب کا مسودہ اور ان کی دیگر کتب کسی نے چرا لیں تھیں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ کشف المحجوب لکھی اور اس صدمے کا اظہار اس میں کیا ہے آج ہزار سال گزرنے کے باوجود ان کا زخم تازہ ہے۔

حضرت نے فرمایا اسی طرح قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود فرمایا تھا کہ میں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی تھی اس کا مسودہ کسی نے اٹھا لیا جس کی بناء پر وہ زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ اسی طرح حضرت امیر شریعت عطاء اللہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد کابلی صاحب نے حضرت بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک رسالہ لکھا تھا حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا ابوذر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک ایک حرف کی ویسی ہی تفصیلی وضاحت کی جیسا کہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل مرتب کردہ رسالہ کی سوانح قاسمی کی صورت میں وضاحت کی ہے لیکن بدقسمتی سے وہ کتاب چوری ہو گئی مولانا ابوذر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری دور میں اس کے چوری ہونے کی وجہ سے بہت مغموم رہتے تھے بعض لوگوں نے مولانا ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں شبہ ڈال دیا کہ یہ چوری ان کے بھائی مولانا عطاء المحسن شاہ صاحب نے کی ہے

لیکن یہ شبہ بھی زائل ہو گیا وہ اس طرح کہ مولانا ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا عطاء المحسن صاحب نے برطانیہ کا سفر کیا اس سفر میں ان کے ساتھ مولانا ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے معاویہ بھی تھے واپسی پر حرمین شریفین میں حاضری دی اور دوران طواف غلاف کعبہ پکڑ کر مولانا عطاء المحسن صاحب نے مولانا ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے مولانا ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب نہیں اٹھائی بلکہ لوگوں نے ہمارے درمیان غلط فہمی پیدا کر دی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ غلط فہمی بھی دور ہو گئی اس کے علاوہ ایک اور شخص پر بھی شک تھا لیکن اب شک کرنے کا کیا فائدہ۔

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حضرت نے فرمایا:

اسی طرح ہمارے ایک ملنے والے مولوی شمس الدین صاحب (لاہور) تھے ان کی لوہاری[1] میں پرانی کتابوں کی دکان تھی بیچارے لکھنا نہیں جانتے تھے جبکہ پڑھ سکتے تھے انہوں نے اپنا یہ واقعہ مجھے خود سنایا کہ ان کے ایک ملنے والے ریلوے میں کام کرتے تھے اور ریلوے میں یہ دستور تھا کہ گمشدہ پارسل جب جمع ہو جاتے تو ان کی نیلامی کی جاتی ایک دفعہ اس جمع شدہ سامان میں کچھ کتابیں بھی تھیں مولانا شمس الدین کے ایک ملنے والے جو ریلوے میں ملازم تھے انہوں نے مولوی شمس الدین کو ان کتابوں کی نیلامی کے بارے میں اطلاع کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مولوی صاحب کتابوں کے جوہری ہیں۔

مولوی صاحب اس نیلامی میں شریک ہوئے اور کتابیں خرید کر لائے گھر آ کے جو دیکھا تو ان کتابوں میں فیض الباری شرح بخاری مرتبہ مولانا بدر عالم میرٹھی کا مسودہ تھا۔ چونکہ مولوی صاحب لکھنا نہیں جانتے تھے کہ تحریر کے ذریعے مولانا بدر عالم میرٹھی کو اس کی اطلاع کرتے اس لیے انہوں نے اس کو سنبھال کر رکھ لیا کچھ عرصہ کے بعد مولوی شمس الدین صاحب نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کے جلسے کا اشتہار دیکھا جس

[1] مسلم مسجد کے نیچے۔

میں مولانا بدر عالم میرٹھی کا نام بھی تھا۔ مولوی شمس الدین صاحب اس مقررہ تاریخ کی انتظار میں رہے۔ جب جلسہ کی تاریخ آئی تو مولوی صاحب نے مسودے کو ساتھ لے کر جلسے میں شرکت کی اور مولانا بدر عالم میرٹھی سے ملاقات کے بعد ان کے سامنے فیض الباری کا مسودہ رکھا تو مولانا بدر عالم میرٹھی پریشان ہوگئے کہ ان کے پاس یہ کیسے پہنچا پھر مولوی شمس الدین صاحب نے ساری داستان سنائی۔

حضرت نے فرمایا آج کل ڈاک کا بھی کوئی اعتبار نہیں اس لیے ایسی چیزیں ڈاک کے ذریعے بھیجنے میں احتیاط کرنی چاہیے اگر بھیجنی بھی ہوں تو ان کی فوٹو سٹیٹ بھیجی جائے۔

نمی اور دیمک کا بہترین علاج

مولانا محب النبی صاحب نے عرض کیا حضرت الماری میں رکھی ہوئی کتابوں کی دیمک اور نمی سے حفاظت کیسے کی جائے کیونکہ لوہے[1] اور سیمنٹ میں نمی پیدا ہو جاتی ہے اور لکڑی میں دیمک لگ جاتی ہے جس سے کتابیں ضائع ہو جاتی ہیں حضرت نے فرمایا آج کل دیواروں میں سوراخ کر کے ایک مصالحہ بھر دیتے ہیں جس سے وہ نمی سے محفوظ رہتی ہیں اور ایسی لکڑی بھی آرہی ہے جس کو دیمک نہیں لگتی۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت دیمک کا آسان علاج یہ ہے کہ پانچ سود خوروں کے نام کاغذ پر لکھ کر دیمک والی جگہ کے چاروں کونوں میں دبا دیے جائیں تو دیمک ختم ہو جاتی ہے موصوف نے کہا حضرت ہماری زمین میں درختوں کو دیمک لگ گئی تھی ہم نے ایسا ہی کیا تو دیمک ختم ہوگئی۔

درد کا بہترین علاج

اس پر حضرت مولانا محب النبی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دانت کے درد کے لیے اگر کاغذ پر فرعون، ہامان، شداد، قارون، نمرود ان کے نام لکھ کر اس پر جوتے

[1] یعنی لوہے اور سیمنٹ سے بنی ہوئی شیلفوں میں۔

مارے جائیں تو دانت کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کسی قسم کا درد ہو کاغذ پر لکشمن سیتا رام کا نام لکھ کر جوتے مارنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ایک اہم تنبیہ

حضرت نے فرمایا بھائی فرعون، ہامان وغیرہ کے سرکش ہونے کا ثبوت تو نص قطعی سے ہے ان کے ناموں کے ساتھ تو ایسا کیا جا سکتا ہے جبکہ لکشمن سیتا رام کے متعلق کسی نص میں کوئی ذکر نہیں جبکہ ان کے مصلح ہونے کے متعلق ہمارے بزرگوں کے اقوال موجود ہیں۔ مثلاً مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ ان کے مصلح ہونے کے قائل تھے دوسری بات یہ ہے کہ ان کی پیروکار بڑی بڑی قومیں موجود ہیں۔

ہو سکتا ہے یہ اللہ کی طرف سے ان قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے ہوں کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام میں سے ہمیں تو صرف ان چند انبیاء کرام کے نام و حالات سے واقفیت ہے جن کا قرآن و حدیث میں تذکرہ ہے باقیوں کے ناموں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں اس لیے ان کے بارے میں سکوت بہتر ہے۔

حضرت نے فرمایا دیگر امتوں کے حالات سے کسی نبی کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ امتوں کے حالات میں زمانے کے ساتھ ساتھ تغیر ہوتا رہا ہے اسی طرح ان کی طرف مبعوث انبیاء کی تعلیمات میں تحریف ہوتی رہی ہے۔

حضرت کی علالت وضعف اور رمضان کے کچھ دیگر اضافی معمولات کی وجہ سے حضرت کے ہاں تراویح کی نماز گھر پر ادا کی جاتی ہے۔ تراویح کی نماز میں ملک کے مختلف حصوں سے آنے والے مہمان اور کچھ لاہور کے احباب شرکت کرتے ہیں۔ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی قاری محمد شاہ صاحب (دینہ) تراویح میں قرآن سنا رہے ہیں اللہ رب العزت نے ماشاء اللہ قاری صاحب کو حسن صوت سے نوازا ہے ان کی قرأت سن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

تراویح کے بعد حاضرین مجلس کی کشمیری چائے اور خشک میووں کے ساتھ ضیافت ہوتی ہے۔

محبوب کے وطن سے بھی محبت

حاضرین مجلس اس ضیافت کے ساتھ ساتھ حضرت کے چشمہ رشد و ہدایت سے اپنے باطن کو اپنی استعدادوں کے بقدر سیراب کرتے ہیں آج کی مجلس میں لکھنؤ سے تشریف لانے والے مہمان مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی سے حضرت وہاں کے حالات کے متعلق دریافت فرماتے رہے دوران گفتگو حضرت نے فرمایا کہ میں نے قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے براہ راست سنا ہے وہ فرماتے تھے دو جگہ کی طرف سفر کرنے والے شخص پر مجھے رشک آتا ہے ایک حرمین شریفین کی طرف سفر کرنے والے پر اور دوسرا پاکستان جانے والے پر۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارا خیال یہ ہے کہ حرمین شریفین تو سب کا مشترکہ ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمیں دوسرا اس شخص پر رشک آتا ہے جو ہندوستان جا رہا ہو۔

٩ رمضان المبارک ١٤٢١ھ/ ٦ دسمبر ٢٠٠٠ بروز بدھ

گھریلو ناچاقی کی بے برکتی

فجر کی نماز کے بعد حضرت کا کچھ دیر بیٹھنے کا معمول ہے جس میں حضرت کے پوتے حافظ زید سلمہ حضرت کو قرآن مجید سناتے ہیں۔ زید سلمہ کے قرآن کی سماعت سے فارغ ہو کر حضرت تھوڑی دیر احباب کے ساتھ بیٹھتے ہیں پھر آرام فرماتے ہیں۔

آج ایک صاحب مانسہرہ سے تشریف لائے اور بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد انہوں نے عرض کیا حضرت گھر میں کچھ ناچاقی رہتی ہے اور کاروبار بھی ٹھیک نہیں چل رہا ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے جادو کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: عموماً گھریلو ناچاقی کا بھی کاروبار پر اثر پڑتا ہے۔ کاروبار سے برکت اٹھ جاتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کسی نے جادو کر دیا ہے۔ حضرت نے انہیں محبت و اتفاق سے رہنے کی تلقین کی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی پھر حضرت آرام کے لیے تشریف لے گئے۔

دوپہر کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت کی مجلس مکان کی چھت پر دھوپ میں ہوتی ہے جو تقریباً تین بجے تک رہتی ہے درمیان میں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے اور بعد از ظہر ختم خواجگان ہوتا ہے۔

علماء کے ساتھ حضرت کا مشفقانہ برتاؤ

حضرت کے ہاں جید علماء کرام اور ممتاز شخصیات کی کثرت سے آمد و رفت رہتی

ہے اور حضرت کا ان سے مشفقانہ اور متواضعانہ برتاؤ قابل دید ہوتا ہے اور مقتدر شخصیات کو رخصت کرنے کے لیے دروازے تک ان کے ساتھ جانا بلکہ بسا اوقات ان کے نظروں سے اوجھل ہونے تک حضرت کا ان کی راہ تکتے رہنا حضرت کی کمال محبت واتباع سنت کا منظر پیش کرتا ہے۔

آج حضرت کے ہاں مولانا عبدالرحیم صاحب نقشبندی جانشین پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ چکوال اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ختم نبوت کے کسی مقدمے کے بارے میں ہدایات اور دعا کے لیے تشریف لائے کچھ دیر مشاورت کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

رمضان میں عبادت کی کثرت کرنی چاہیے

ایک صاحب مشتاق نامی ڈسکہ سے تشریف لائے حضرت نے انہیں فرمایا رمضان میں سفر کم کرنے چاہئیں۔ رمضان میں نوافل، تلاوت، ذکر اذکار، درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے۔ رمضان کی برکات سارا سال رہتی ہیں بلکہ بعض بزرگ تو کہتے ہیں کہ باقی مہینے ایسے ہی ہیں اور رمضان کا مہینہ بہار کا مہینہ ہے حضرت نے فرمایا رمضان میں تراویح کا اہتمام کرنا چاہیے اور ایک حافظ کے پیچھے پورا رمضان تراویح پڑھنی چاہیے تاکہ قرآن مجید پورا سنا جا سکے اور تراویح بیس پڑھنی چاہئیں۔ آٹھ تراویح تراویح نہیں رمضان میں تو عبادت بڑھ جاتی ہے اور یہ لوگ کم کر دیتے ہیں یہ رمضان کی شان کے خلاف ہے۔

مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا حسن ذوق

حضرت نے ان کے نام کی مناسبت سے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا حضرت نے فرمایا یہ واقعہ میں پہلی دفعہ بیان کر رہا ہوں اور اس واقعہ کا کسی اور کو علم نہیں کیونکہ اس کا تعلق میرے ساتھ ہے۔

حضرت نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے جب سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

لکھی تو اس کے شروع میں قرآنی آیت ”فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر“ مع ترجمہ مجھ سے لکھوائی ان کو بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا ترجمہ بہت پسند آیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منھم من ینتظر کا ترجمہ کیا ہے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ یہ ترجمہ دیکھ کر جھوم اٹھے اور فرمایا یہ ترجمہ لکھ دیں۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اس میں مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن فہمی اور حسن انتخاب کا ذوق معلوم ہوتا ہے کیونکہ لفظ مشتاق میں شوق والا معنی بھی ہے اور انتظار والا معنی بھی ہے۔

دو کتابیں میں نے دل سے لکھی ہیں

حضرت نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پاکستان آتے تو ان کو اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید کی طباعت وغیرہ کے سلسلے میں لاہور شہر میں کام ہوتے تھے تو مجھے اپنے ساتھ لے لیتے اس طرح مجھے مولانا کی خوب رفاقت میسر رہی۔

حضرت نے فرمایا لاہور میں ایک پروفیسر ظفر اقبال صاحب تھے بڑے فاضل اور کتابوں کی تصحیح اور حوالہ جات تلاش کرنے میں بڑے ماہر تھے مولانا علی میاں کی کتاب سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پروف ریڈنگ انہوں نے ہی کی تھی۔ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ ان پر بڑے افسوس کا اظہار فرمایا کرتے۔ فرماتے کہ اتنا فاضل اور کام کا آدمی ضائع ہو رہا ہے کاش کہ یہ کسی تحقیقی کام میں لگ جاتے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تاریخ دعوت وعزیمت کی پہلی اور دوسری جلد حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پڑھی گئی۔ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت تیسری جلد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر لکھنے کا خیال ہے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے

اور دعائیں دیں اور خصوصی توجہ فرمائی اور بعد میں جب بھی مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت ان سے دریافت فرماتے کہ تیسری جلد ابھی کتنی باقی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے مجھے مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے خود بتایا کہ دو کتابیں میں نے دل سے لکھیں ہیں ایک تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسری تاریخ دعوت وعزیمت۔

والدین کی عظمت

حضرت نے فرمایا والدین کی خوب خدمت کرنی چاہیے ان کی دعائیں لینی چاہئیں۔ والدین کی خدمت کرنے سے رزق بڑھتا ہے اور ان کی نافرمانی کرنے سے رزق کم ہوتا ہے۔ آج کل لوگ والدین کی نافرمانیاں کرتے ہیں پھر جب معاشی تنگی ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم پر کسی نے کچھ کردیا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے۔

حضرت نے فرمایا ہاں والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور حدیث شریف میں اس کو شرک کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا والدین کچھ دیں یا نہ دیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿واعبُدوا اللّٰہ ولا تُشرکُوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے اور شرک سے ممانعت کے ساتھ دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک کا دیا ہے۔

فرمایا: اللہ رب العزت نے والدین کو انسان کی پیدائش اور پرورش کے لیے وسیلہ بنایا ہے اسی لیے قرآن میں حکم دیا گیا:

﴿قُل رَّبِّ ارحمھُما کما ربَّیانی صغیرا﴾

اور بچے کی محبت والدین کے دل میں رکھ دی حتی کہ جانور بھی اپنی اولاد سے بہت محبت کرتے ہیں اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا فرمایا کہ ہم نے ایک گائے رکھی ہوئی تھی اس کے بچہ جننے کے دن قریب تھے ایک دن میں گھر میں اکیلا تھا کہ اس نے بچہ جن دیا میں نے بچے کو پکڑ کر علیحدہ کیا ہی تھا کہ گائے پلٹی اور بچے کو چاٹنے لگی تھوڑی دیر بعد وہ بچہ کھڑا ہوا اور اس گائے کے تھنوں کو منہ لگا کر دودھ پینے لگا۔

حضرت نے فرمایا: یہ محبت کس نے رکھی اور یہ دودھ پینا کس نے سکھایا صرف اللہ نے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اگر والدین وفات پاچکے ہوں پھر ان کی خدمت کیسے کی جائے،

فرمایا: ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے مالی صدقہ کیا جائے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے چلے جانے کے بعد مردے اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ کوئی ان کے لیے ثواب کا ہدیہ کرے،

فرمایا والدین اگر بوڑھے ہوں روزے نہ رکھ سکتے ہوں تو ان کی طرف سے روزوں کا فدیہ دینا چاہیے۔

کثرتِ ذکر کی تلقین

فرمایا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے ذکر کی کثرت بھی رزق میں فراخی کا ذریعہ ہے قرآن مجید میں ہے

﴿ومن اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃ ضنکا﴾

اللہ رب العزت فرماتے ہیں جو کوئی ہمارے ذکر سے گریز کرے گا ہم اس کی گزران تنگ کردیتے ہیں۔

فرمایا ذِکری میں سب سے پہلی چیز نماز ہے پھر دیگر عبادات داخل ہیں۔ نماز کی پابندی رزق میں وسعت کا ذریعہ ہے۔

فقیر کی اندرونی حالت کی تحقیق نہ کرو

فرمایا رمضان المبارک میں اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرنا چاہیے فقراء پر خرچ کرنا چاہیے فقیر صرف اسے نہیں کہتے جو سوال کرے بلکہ بعضے سفید پوش ایسے ہوتے ہیں جو معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں اور کثیر العیال ہوتے ہیں ان پر بھی خرچ کرنا چاہیے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اگر وہ فقیر سفید پوش فاسق ہوں پھر کیا کریں فرمایا یہ سوچ کر خرچ کیا جائے کہ ہوسکتا ہے اس کی باطنی حالت مجھ سے اچھی ہو ایک صاحب نے عرض کیا حضرت بعض مانگنے والے افیونی اور چرسی ہوتے ہیں ان کو دینا کیسا ہے۔ حضرت نے فرمایا جس کی حالت واضح ہو اس کا تو اور مسئلہ ہے لیکن جس کی حالت مخفی ہو ہمیں نہیں چاہیے کہ تحقیق کرتے پھریں کہ وہ کیسا ہے دے دیں اللہ رب العزت بھی تو ہر ایک کو رزق دیتا ہے اپنے ماننے والوں کو بھی دیتا ہے اور نہ ماننے والوں کو بھی دیتا ہے خارشی مریل کتے کو بھی دیتا ہے۔ اس پر حضرت نے ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا۔

ایک خارشی کتے کے لیے رزق کا عجیب واقعہ

فرمایا آج سے تقریباً سات سو سال پہلے دلی کی اس وقت کی جو جامع مسجد تھی اس میں ایک نوجوان شیخ تھے انہوں نے ایک دن دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی قے کر رہا ہے اور اس کے قریب بیٹھا ہوا ایک خارشی کتا اس قے کیے ہوئے گوشت کو چاٹ رہا ہے لوگوں نے اسے ملامت کی کہ اگر تجھے قے کرنی ہی تھی تو کسی اور جگہ جا کے کرتا مسجد کے دروازے کے سامنے کیوں قے کی۔ وہ قے سے فارغ ہو کر مسجد میں گیا اور پانی سے کلی کر کے منہ صاف کیا اور مسجد سے شہر کی طرف چل دیا۔

اس نوجوان شیخ نے جو کہ دلی کی جامع مسجد میں رہتے تھے اس کے چہرے پر آثار ولایت محسوس کیے وہ بھی اس کے پیچھے چل دیے تا کہ معلوم کریں کیا قصہ ہے

جب وہ آدمی شہر سے نکل کر دیہات کی طرف جانے والی ایک پگڈنڈی پر تیزی سے چلنے لگا تو نوجوان شیخ نے اسے آواز دی وہ رک گیا۔ شیخ نے اس سے اس کے حالات پوچھنا چاہے تو وہ ٹال مٹول کرنے لگا شیخ نے اسے قسم دی اور فرمایا کہ مجھے بتاؤ کیا ماجرا ہے وہ شخص بھی پہچان چکا تھا کہ یہ شیخ کوئی اللہ والے ہیں اس نے کہا میرا نام رکن الدین ہے اور میں ملک شام کے ابدال میں سے ہوں اور مجھے اللہ رب العزت نے حکم دیا تھا کہ گوشت کا پیالہ کھاؤں اور دلی کی جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھے خارشی کتے کے سامنے جا کر قے کروں یہ گوشت کا پیالہ اس کتے کا رزق ہے اور اس کا ظرف ہم نے تمہارے پیٹ کو بنایا ہے اور اللہ رب العزت نے مجھے طی الارض (ایک جگہ سے دوسری جگہ جلد پہنچنے) عطا فرمایا ہے میں اس لیے آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا اللہ اکبر اللہ رب العزت نے ایک خارشی کتے کو رزق دینے کے لیے ایک ابدال کو بھیجا۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور میں قیام کہاں ہوتا تھا؟

آج افطاری کے وقت ایک صاحب رائیونڈ سے تشریف لائے انہوں نے عرض کیا حضرت میں نے حاجی عبدالوہاب صاحب کے بیان میں سنا انہوں نے فرمایا کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں حاجی متین صاحب کی کوٹھی پر ٹھہرتے تھے میں نے سوچا کہ جا کر حضرت شاہ صاحب سے معلوم کر لوں گا کہ وہ کوٹھی کہاں تھی، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا حاجی متین صاحب اصل میں دلی کے تھے ان کے باقی رشتہ دار بنگال چلے گئے تھے وہ یہاں شملہ پہاڑی کے قریب رہتے تھے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ان کی کوٹھی پر ہوتا تھا اس کے بعد حضرت کا قیام صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی پر ہونے لگا اور تقسیم ملک سے پہلے مولانا عبداللہ فاروقی صاحب جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے ان کے مکان پر جو انار کلی[1] پیسہ اخبار بازار میں تھا اس میں ہوتا تھا۔

[1] مولانا عبداللہ فاروقی صاحب کا مکان اردو بازار میں مکتبہ عربیہ اور مکتبہ ابن مبارک کے ساتھ والی گلی میں تا حال اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

جب لوگوں کی کثرت ہوئی (کیونکہ حضرت صاحب فراش ہو گئے تھے مختلف علاقوں کے اسفار سے معذور ہو گئے تو ملک کے مختلف علاقوں کے لوگ جہاں حضرت ٹھہرے ہوئے تھے وہاں آ کر مستفید ہوتے) تو جگہ کی تنگی کی بناء پر اس جگہ کو چھوڑ دیا۔

حاجی عبدالوہاب بڑے کام کے آدمی ہیں

ابھی رائیونڈ سے آنے والے صاحب نے حضرت کو بتایا کہ حضرت کئی دن سے حاجی عبدالوہاب صاحب فجر کی نماز کے بعد بیان شروع کرتے ہیں اور ساڑھے گیارہ بجے ختم کرتے ہیں اور لوگ اطمینان سے سنتے رہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا ماشاء اللہ بڑی بات ہے پھر فرمایا حاجی صاحب ہمارے پیر بھائی ہیں ان کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مولانا عبدالعزیز رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے سپرد کیا تھا ان کو سپرد کرنے کے کچھ دنوں بعد جب مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا آپ نے ہمیں بڑے کام کا آدمی دیا ایسا ایک آدمی اور دے دیں۔

مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی مولانا الیاس کی خدمت میں

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو آدمی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے تھے ایک مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ دونوں نے مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی خوب کام کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی بلکہ مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو مولانا الیاس صاحب کی سوانح حیات بھی لکھی اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات لکھے۔

اذان کا مقصد

افطاری کے بعد مغرب کی اذان ہوئی حضرت چونکہ ضعف وعلالت کی بناء پر نماز

گھر میں ہی ادا فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ پھر نماز پڑھیں گے پھر فرمایا اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے لیے بلانا ہے اس لیے اذان کے فوراً بعد جماعت نہیں کھڑی کرنی چاہیے بلکہ چند منٹ انتظار کر کے پھر نماز ادا کرنی چاہیے جیسا کہ حرمین شریفین میں ہوتا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

حضرت کے متعلقین میں سے ایک شخص اشفاق الرحمٰن خان صاحب ہیں انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک میراثی مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ چک چیچہ وطنی ضلع ساہیوال والے کی خدمت میں آیا کرتا تھا اس نے مجھے ایک بات بڑے عجیب واقعہ کے ساتھ سمجھائی جو کوئی اور نہ سمجھا سکا اس نے کہا: پیر جو کہتا ہے حق اور سچ کہتا ہے اسے ماننا چاہیے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا: پیر ایک طرف اور باقی دنیا ایک طرف۔

خان صاحب نے عرض کیا حضرت اس نے جو واقعہ سنایا وہ بڑا عجیب ہے اس نے ساتھ اشعار بھی سنائے تھے وہ مجھے یاد نہیں رہے البتہ واقعہ یاد ہے وہ یہ ہے کہ ایک شیخ نے اپنے مرید سے کہا کہ یہ سو روپیہ لے جاؤ اور فلاں جگہ ایک عورت رہتی ہے اسے دے کر اس سے ملو وہ شخص بڑا حیران ہوا خیر سو روپیہ لیا اور چلا گیا اور اس عورت کو سو روپیہ دے کر بغیر ملے واپس آ گیا۔ شیخ نے پوچھا اس عورت سے ملے؟ مرید نے عرض کیا حضرت ملا نہیں لیکن سو روپے اس عورت کو دے آیا ہوں شیخ نے دوسرے دن بھی اس کو سو روپیہ دیا اور اس عورت سے ملنے کے لیے بھیجا وہ شخص دوسرے دن بھی پیسے پکڑا کر واپس آ گیا۔ تیسرے دن شیخ نے اسے سو روپیہ دیا اور فرمایا کہ اگر آج تو اس عورت سے نہ ملا تو کل میری خانقاہ میں نہ آنا وہ شخص اس عورت کے پاس گیا اسے سو روپیہ دیا اور اس عورت سے کہا کہ آج رات مجھے تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں پھر وہ شخص اپنے حالات سنانے لگا اس نے کہا میری ایک جگہ شادی ہوئی تھی میں اپنی

بیوی کو بیاہ کر لا رہا تھا کہ ڈاکو آ گئے مال اور بیوی چھین کر لے گئے آج تک اسی کی تلاش میں ہوں وہ عورت کہنے لگی اللہ کے بندے وہ بیوی میں ہوں اور ابھی تک صاحب عصمت ہوں یہ بات دراصل پیر کی بات ماننے کے ضمن میں سنائی۔

جانور بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں

آج تراویح کے بعد ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے اپنے ہاں ایک شیر اور شیرنی رکھے ہوئے ہیں اور اس کا ایک بچہ بھی ہے انہوں نے اس کے عجیب وغریب حالات سے حضرت کو آگاہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت ان کا بچہ بہت ہی خوبصورت ہے آپ اسے ضرور دیکھیں۔ ان صاحب نے بتایا کہ حضرت میرے ہاں جو شیر ہے جب اذان شروع ہوتی ہے تو وہ دھاڑتا ہے جب مؤذن شہادتین پر پہنچتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی۔

﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الخ﴾

اور فرمایا شیر کو تو اللہ نے بادشاہ بنایا ہے۔

حضرت نے فرمایا اللہ کا نظام بڑا عجیب ہے کہ جانوروں میں بادشاہ شیر کو بنایا اور انسانوں میں بھی بادشاہت رکھی پھر انسانوں کے خاص گروہ صوفیاء میں بھی قطب، غوث اور ابدال رکھے۔ فرمایا سنا ہے شہد کی مکھیوں کی بھی ملکہ ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اس کو یعسوب کہتے ہیں پھر موصوف نے حضرت سے دریافت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب یعسوب الدین ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

حضرت نے فرمایا مرکز ولایت ہونے کی وجہ سے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام الاولیاء ہیں۔

ایک صاحب کے اصرار واشتیاق کی بناء پر حضرت نے فرمایا وہ بچہ دیکھنا چاہیے شیر والے صاحب نے عرض کیا حضرت اگر آپ فرمائیں تو میں کل اس بچے کو لے آؤں گا۔ حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ اس بچے کو لانے سے اس کی مامتا

تو پریشان نہیں ہوگی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا پھر لے آیئے تو ایک صاحب نے خوش طبعی کے طور پر کہا حضرت پھر آنے والے مہمان کی ضیافت بھی کرنی ہوگی حضرت نے جواباً فرمایا بھائی رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔

شیخ کی توجہ وظائف سے زیادہ اہم ہے

تھوڑی دیر کے بعد حضرت وضو تازہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تاکہ بقیہ معمولات کی ادائیگی ہو سکے کیونکہ حضرت کا معمول ہے تراویح کے تھوڑی دیر بعد نوافل میں دو پارے سنتے ہیں اور یہ سلسلہ تقریباً رات بارہ بجے تک جاری رہتا ہے اور صبح سحری سے قبل تہجد میں ایک پارہ سننے کا معمول ہے۔ حضرت کے وضو کے لیے تشریف لے جانے کے بعد خان اشفاق الرحمٰن صاحب نے ایک بڑی عجیب بات فرمائی انہوں نے فرمایا میرا تجربہ ہے کہ شیخ کی توجہ سے جتنی جلدی سلوک کی منازل طے ہوتی ہیں اوراد و وظائف سے اتنی جلدی نہیں ہوتی ہیں۔ آدمی کو چاہیے کسی طرح شیخ کی توجہ حاصل کر لے۔

شعراء کا تذکرہ

آج سحری کھانے کے بعد چند احباب حضرت کی خدمت میں موجود تھے اور کچھ ساتھی نماز کی تیاری میں مشغول تھے کہ شعراء کا تذکرہ چل پڑا حضرت نے فرمایا شعراء میں سے عمر خیام کی رباعیاں بہت مشہور اور جاندار ہیں حضرت نے فرمایا رباعی کوئی معمولی چیز نہیں ہوتی بلکہ اس میں دریا کو کوزے میں بند کرنا ہوتا ہے۔

فرمایا غزلوں میں حافظ شیرازی سب سے آگے ہیں پھر فرمایا پہلے ہمیں شبہ تھا کہ کوئی عام شعراء کی طرح ہوں گے ناؤ ونوش کے عادی ہوں گے۔ کیونکہ ان کے اشعار میں مے کا تذکرہ بہت ملتا ہے لیکن بہار (انڈیا) کے مشہور بزرگ محمد اشرف صمدانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب لطائف اشرفی میں ان کے متعلق بڑے بلند کلمات لکھے ہیں انہوں نے لکھا ہے میں نے ان کی مصاحبت اختیار کی ان کو اشعار کا الہام ہوتا تھا اور یہ بہت بڑے عارف تھے۔

حضرت نے فرمایا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کلام میں ان کا تذکرہ عارف شیراز کے نام سے ملتا ہے ایک ساتھی نے عرض کیا حضرت ان کا کلام ایران سے بڑے خوبصورت انداز میں مختلف سائزوں میں شائع ہوا ہے۔

حضرت نے فرمایا کتابوں کی چھپائی اور ان پر بیل بوٹیوں کے بارے میں ایرانیوں کا ذوق بڑا عمدہ ہے اب ایران سے خط نستعلیق میں ایک قرآن شائع ہوا ہے اگرچہ یہ ہمارے ذوق کے خلاف ہے۔

قرآن کی کتابت کس خط میں ہونی چاہیے

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت قرآن کی کتابت کس خط میں ہونی چاہیے اس میں مختلف آراء سننے میں آتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا خطاطوں کا اجماع ہے کہ قرآن کی کتابت خط نسخ میں ہونی چاہیے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خط تمام خطوط میں عمدہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں نقطے اور حرکات عین اپنے مقام پر لگتے ہیں اور کسی خط میں یہ بات نہیں البتہ خط ثلث کی ایک شاخ خط محقق میں بھی نقطے اپنے مقام پر لگتے ہیں۔

اس کو نسخ اس لیے بھی کہتے ہیں کہ یہ اپنے سے پہلے موجودہ خطوں سے بڑھ گیا گویا کہ اس نے ان کو منسوخ کر دیا اور نسخ لکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

خط اور خطاطین کی تاریخ

حضرت نے فرمایا خط کی اپنی مستقل تاریخ ہے لیکن ہم اس کی ابتداء حضور ﷺ کے زمانے سے کرتے ہیں اگرچہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل حمیر اور حیرہ کا خط مشہور تھا اسی وجہ سے حضور ﷺ نے حیرہ کے قیدیوں کے ذمے لگایا تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لکھنا سکھائیں۔ اور حضور ﷺ کے کاتبوں کی تعداد پچاس سے زائد ہے جن کے حالات پر مشتمل ایک کتاب کا نام کتاب النبی ﷺ اور ایک کتاب کا نام کتاب الوحی ہے۔

حضرت نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں جو خط تھا اسی میں ترقی ہوتے ہوتے مختلف خطوط بنے۔ ابو الاسود دؤلی کے ایک شاگرد بڑے زبردست کاتب تھے انہوں نے ایک خوبصورت مرصع قرآن پاک لکھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے کہ اس کو کیا انعام دیا جائے۔ اسی طرح ایک خالد حیاج نامی کاتب تھے وہ تین عباسی خلفاء کے وزیر اعظم رہے بڑے ذہین اور قابل تھے اپنی ذہانت اور قابلیت کی بناء پر وہ بہت سارے لوگوں کے محسود بن گئے تھے انہوں نے سازش کر کے ان کو جیل میں ڈلوا دیا پھر ان کے ہاتھ کٹوا دیے گئے تو وہ اپنے پاؤں کے ساتھ قلم باندھ کر لکھا کرتے تھے خط نسخ انہی کی ایجاد ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فجر کی اذان ہو گئی اذان کے بعد نماز ادا کی گئی ادائیگی نماز کے بعد حسب معمول حضرت کے پوتے عزیزی زید صاحب سلمہ نے قرآن مجید سنایا بعد میں قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت البلاغ میں آپ کے ایماء پر لکھی جانے والی کتاب الامام الحسین رضی اللہ عنہ پر تبصرہ کیا گیا ہے اور بہت اچھا تبصرہ ہے۔

اہل بیت کی عظمت پر نایاب کتاب

حضرت نے فرمایا یہ کتاب ہم نے اس لیے چھپوائی ہے تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے خلاف جو کام کیا گیا ہے اس کے اثرات کو زائل کیا جا سکے۔

حضرت نے فرمایا ایک کتاب ان شاء اللہ جلد چھپ جائے گی اس سے ان شاء اللہ ان غلط اثرات کے زائل کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ کیونکہ اس میں تحقیق کے ساتھ صحیح اسناد کی روایات درج کی گئی ہیں اس کتاب کا نام مناقب علی رضی اللہ عنہ والحسنین وامهما فاطمۃ الزہراء ہے۔

حضرت نے فرمایا اس کتاب کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں بڑی تگ و دو کرنی پڑی اصل میں ہمیں اس کتاب کے ۹۶ صفحات ملے تھے وہ اس طرح کہ میرا قاہرہ جانا ہوا وہاں جامعہ ازہر کے باہر سڑک پر لگے ہوئے ایک سٹال میں اس کتاب پر نظر پڑی

میں نے یہ خرید لی لیکن یہ کتاب نامکمل تھی بعد میں اس کتاب کو یمن، شام اور مصر میں کافی تلاش کروایا لیکن یہ کتاب نہ ملی پھر ندوہ کے ایک ساتھی قاہرہ یونیورسٹی تعلیم کے سلسلے میں جا رہے تھے انہیں کہا انہوں نے بھی کافی تلاش کی لیکن نہ مل سکی جب وہ مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس کے نہ ملنے کی خط کے ذریعے اطلاع کی پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کو کسی تاجر نے یہ کتاب مہیا کر دی انہوں نے میرے پاس بھیج دی اب اس کا فوٹو لیکر شائع کیا جا رہا ہے۔

مخالفین اہل بیت

حضرت نے فرمایا حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف جتنا کام ہوا ہے اس کی تردید میں اتنا کام نہیں ہو سکا اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف پاکستان میں سب سے پہلی کتاب محمود احمد عباسی نے لکھی۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت یہ محمود احمد عباسی کون تھا؟ حضرت نے فرمایا محمود احمد عباسی امروہہ کا تھا۔ بحث مباحثہ کی اسے شروع سے عادت تھی چین اور روس کے سفارت خانے میں کام کرتا رہا ہے پاکستان میں اس نے میدان خالی دیکھا کراچی آ گیا اور حرام مال کے اثرات اور اس کا ثمرہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کتاب لکھ کر ظاہر کیا، اسی طرح مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے غلط ماحول یعنی انگلینڈ میں زندگی گزاری اور اس کا ثمرہ واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر کی صورت میں ظاہر ہوا۔

دفاع اہل بیت پر چند کتب

حضرت نے فرمایا قاضی محمد اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے علی رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ، اس میں ان کی کھل کر تردید کی گئی ہے لیکن وہ یہاں چھپ نہیں سکی ہم اس کے چھپوانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اہل بیت کے حالات اور ان کے دفاع میں

لکھی جانے والی کتابوں کو انسائیکلوپیڈیا کی شکل میں اکٹھے شائع کرنا چاہیے جیسا کہ نعت کے عنوان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی جانے والی نعتیں جمع کی گئیں ہیں یا جیسے سیرت النبی پر نقوش کا نمبر شائع ہوا ہے۔

حضرت نے فرمایا جو بولے وہی دروازہ کھولے آپ یہ کام کریں۔ ان صاحب نے عرض کیا حضرت ٹھیک ہے آپ نام لکھوا دیں پھر حضرت نے مندرجہ ذیل کتب کے نام لکھوائے۔

(۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ قاضی اطہر مبارک پوری (۲) اسوہ حسینی یعنی شہید کربلا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) تاریخ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مولانا سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ الحدیث دیوبند (۴) شہید کربلا اور یزید قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب۔ (۵) مکتوب قاسمی در اثبات شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ و کردار یزید (۶) خارجی فتنہ قاضی مظہر حسین صاحب (۷) موعودہ خلافت راشدہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان حامی قاضی مظہر حسین صاحب۔ (۸) یزید کی شخصیت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ و قصاص عثمان نمبر (۱۰) مضامین مولانا آزاد۔ (۱۱) شہدائے کربلا پر افتراء حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) حادثہ کربلا اور اس کا پس منظر (۱۳) مضامین مولانا مناظر احسن گیلانی (۱۴) فتاویٰ دربارۂ یزید (۱۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک۔ (۱۶) حب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۱۷) حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ لدھیانوی توبہ والے (۱۸) الامام الحسین رضی اللہ عنہ عبدالواحد الجزائری (۱۹) مناقب علی والحسنین رضی اللہ عنہما وامھما فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (۲۰) منظوم حصہ حضرت مولانا ظفر علی خان۔

اس پر ان صاحب نے کہا کہ حضرت اگر اس مجموعہ کا نام تحفظ و مناقب اہل بیت ہو جائے تو بہتر ہو گا حضرت نے پسند فرمایا۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت امام

ابن تیمیہ جو سب سے زیادہ سخت سمجھے جاتے ہیں انہوں نے بھی اہل بیت کے دفاع میں لکھا ہے حضرت نے فرمایا جی ہاں جس کے دل میں بھی ایمان ہوگا وہ حضرات اہل بیت کے خلاف نہیں بولے گا پھر فرمایا انہوں نے تو لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ارذل الخلائق ہیں۔

ایک نحوی کا دلچسپ واقعہ

حضرت کو ابوالاسود دؤلی رضی اللہ عنہ کے حالات کی تلاش تھی قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم مولانا عبدالبر قاسم نے مشاہیر علمائے نحو کے حالات پر ایک رسالہ لکھا ہے اس میں ان کے حالات ہوں گے۔ نحویوں کا ذکر ہوا تو حضرت نے فرمایا ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا اور جب کشتی روانہ ہوئی تو اس نے ملاح سے پوچھا کیا آپ نے نحو پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ نحوی نے کہا تم نے تو آدھی عمر ضائع کر دی تھوڑی دیر بعد کشتی طوفان میں پھنس گئی ملاح نے اس سے پوچھا کیا آپ کو تیراکی آتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ملاح نے کہا میں نے تو آدھی زندگی ضائع کی تھی تو نے پوری زندگی ضائع کر دی۔

منطق میں غلو

حضرت نے فرمایا بعضے لوگ اپنے فن کے متعلق غلو میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ ٹھیک نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ یہی ہے حالانکہ اور علوم بھی ہیں۔ حضرت نے فرمایا ایک دفعہ ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کسی منطقی مولوی صاحب کا ذکر ہوا کہ وہ کہتے ہیں جس نے منطق کی فلاں کتاب نہیں پڑھی وہ آدھا کافر ہے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا ان کے نزدیک تو جس نے منطق کی کوئی کتاب بھی نہیں پڑھی وہ پورا کافر ہوگا۔

حضرت نے فرمایا بعضے علاقوں میں تو منطق کی کتابوں کے متون زبانی یاد کرائے جاتے ہیں۔

۱ عجیب واقعہ

ایک طالب علم تھا اس کو صرف منطق کی کتاب سلم العلوم کا متن ازبر تھا وہ ایک علاقے میں گیا رمضان کا مہینہ شروع ہونے کے قریب تھا اہل علاقہ کو تراویح کے لیے امام کی ضرورت تھی انہوں نے اس طالب علم سے کہا کہ آپ ہمیں تراویح پڑھا دیا کیجیے وہ راضی ہو گیا اس کو قرآن مجید تو یاد نہیں تھا قرآن کی جگہ سلم العلوم تراویح میں پڑھنا شروع کر دی اس کے استاذ کو پتہ چلا کہ فلاں طالب علم تراویح میں قرآن سنا رہا ہے انہوں نے سوچا کہ چل کے دیکھنا چاہیے استاد صاحب پہنچے تو سن کر حیران رہ گئے اس طرح اس کا راز فاش ہوا ورنہ لوگ تو سمجھ رہے تھے کہ مولوی صاحب ہمیں قرآن سنا رہے ہیں۔

۲ عجیب واقعہ

قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت سندھ کے علاقے میں پنجاب کے ایک دیہاتی آدمی قرآن سنایا کرتے تھے وہ میرے والد صاحب کے پاس آئے وہ بالکل جاہل تھے انہوں نے میرے والد صاحب کو بتایا کہ مجھے قرآن نہیں آتا میں تراویح میں فیصل آباد سے لے کر کراچی تک کے تمام اسٹیشنوں کے نام اس تیزی اور ترتیب سے گنتا ہوں کہ پتہ چلتا ہے قرأت ہو رہی ہے عامی آدمی بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کیا پڑھ رہا ہے یہ سن کر حضرت نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔

۳ عجیب واقعہ

پھر ایک صاحب نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں انڈیا کے باڈر کے ساتھ روہی یعنی صحرائے بہاولپور کے علاقے میں جماعت کے ساتھ چل رہا تھا ایک دن ہم کافی پیدل سفر کر کے ایک بستی میں پہنچے بستی والوں نے ہمیں مسجد میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ ہم نے بہت سمجھایا لیکن وہ رضامند نہ ہوئے

رمضان کا مہینہ تھا آخر وہ اس بات پر رضا مند ہوئے کہ اگر ہمارے حافظ صاحب کہہ دیں تو پھر ہم اجازت دے دیں گے اس صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے اس حافظ صاحب سے علیحدگی میں بات کی اور کچھ خواجہ غلام فرید کے اشعار سنائے وہ بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ ہمارے ہی آدمی ہیں اس نے بستی والوں سے کہا انہیں ٹھہرالو ہم لوگ مسجد میں ٹھہر گئے وہ حافظ صاحب سارا دن قرآن سامنے کھول کر قرآن پڑھنے والے بچوں کی طرح تیز تیز حرکت کرتے اور ہم اگر ان سے کوئی بات بھی کرنا چاہتے تھے تو وہ کہتے میں نے رات کو منزل سنانی ہے میں مصروف ہوں میرے پاس وقت نہیں ان صاحب نے عرض کیا حضرت اس نے رات کو جو تراویح پڑھائیں تو قرآن کے علاوہ کچھ اور ہی پڑھنا شروع کیا اور ۲۵ منٹ میں تراویح سے فارغ ہو گیا وہاں کے لوگ بہت خوش تھے کہ ہمارے حافظ صاحب بہت اچھا پڑھتے ہیں میں حافظ صاحب سے تنہائی میں ملا اور اسے کہا کہ تم تو لوگوں کی نمازیں خراب کر رہے ہو تم ہمارے ساتھ تعاون کرو ورنہ میں تمہارا راز فاش کرتا ہوں وہ ڈر کے مارے ہمارے ساتھ بیٹھنے لگا آہستہ آہستہ ہم نے اسے سمجھایا تو وہ سمجھ گیا اور اپنے کئے پر اس نے ندامت کا اظہار کیا اور قرآن مجید کو یاد کرنے لگا۔

خمینی پر مہر سکوت

حضرت نے لکھنؤ سے تشریف لائے ہوئے مہمان مولانا عبدالقیوم ندوی سے فرمایا کہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ باتیں سنائیں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت ایک دفعہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں حرمین شریفین کے سفر پر گیا ہوا تھا۔ بیت اللہ میں موجود تھے۔ دیگر ممالک کے اعلیٰ حکام بھی تھے ان میں خمینی بھی تھا اور چیخ چیخ کر یہ دعا کر رہا تھا **ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان** بس اسی جملے کو بار بار کہہ رہا تھا مجھے بڑا غصہ آیا میں نے **ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا** کو بلند آواز میں بار بار کہنا شروع کیا خمینی شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شیعہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں اس لیے وہ ایسے کر رہا ہوگا۔

اردو کی اہمیت اور ہندو کی سازش

مولانا عبدالقیوم ندوی نے عرض کیا حضرت ایک دفعہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی گھرانے کے لڑکے کو ایک تحریر لکھوا رہے تھے لکھوانے کے بعد مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تحریر دیکھی وہ اردو کی بجائے ہندی رسم الخط میں لکھی ہوئی تھی مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی افسوس کا اظہار فرمایا کہ آپ کو اردو نہیں آتی۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہندوؤں نے سازش کے تحت اردو زبان کو ہندوستان سے ختم کیا ہے اور اس طرح انہوں نے اسلام کے اثرات کے آگے بند باندھ دیا ہے کیونکہ اسلام کا اکثر لٹریچر اردو زبان میں ہے وہاں کے باشندے جب اردو سے ناواقف ہوں گے تو وہ اسلامی لٹریچر کا مطالعہ نہیں کر سکیں گے جس کی وجہ سے ان پر اسلامی اثرات نہیں پڑیں گے۔

حضرت نے فرمایا میرا ۱۹۶۱ء میں انڈیا جانا ہوا میں امرتسر سے ٹرین پر سوار ہوا ٹرین میں ایک نوجوان کو میں نے ایک تحریر لکھ کر دی اس نے کہا میں اردو رسم الخط نہیں جانتا حضرت نے فرمایا یہ اس علاقے کا حال ہے جہاں کی خط و کتابت کی زبان اردو تھی تیرہ چودہ سال میں انہوں نے اتنی بڑی تبدیلی کر دی اور امرتسر سے لے کر دلی تک کسی اسٹیشن کا نام اردو رسم الخط میں نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ ہندی یا انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔

حضرت نے فرمایا ایک ریاست حیدر آباد ہی ایسی تھی کہ وہاں اردو زبان کی خوب خدمت کی گئی تھی۔ لیکن ہندو حکومت نے وہاں اردو کے اثرات ختم کرنے کے لیے اس کو تقسیم کر کے دوسری ریاستوں کے ساتھ ملا دیا تاکہ دوسرے علاقے کے لوگوں کی آمد و رفت سے ان کی زبان پر اثر پڑے اور حیدر آباد کا نام آندھرا پردیش رکھ دیا۔

حضرت نے فرمایا اردو زبان کے بارے میں داغ نے شعر کہا تھا

اردو کیا ہے ہم ہی جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے

ہندو حکومت نے دھوم کی بجائے دھول اڑا دی ہے۔

حضرت نے فرمایا اردو ترکی لفظ ہے اور اس کا معنی ہے لشکر۔ یہ چونکہ مغل لشکر کی زبان تھی اس لیے اس کا نام اردو پڑ گیا اور یہ کوئی مستقل زبان نہیں بلکہ یہ ہندوستان میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے۔

ملک کی تقسیم بہت بڑی سیاسی غلطی تھی

فرمایا:

مسلمانوں نے آج تک اتنی بڑی سیاسی غلطی کبھی نہیں کی جو ملک کی تقسیم کے وقت کی اگر ہمارے بزرگوں کی بات مان لیتے تو اتنا نقصان نہ اٹھاتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت یہ لوگ ولی خان کی لکھی ہوئی کتاب حقائق ہی حقائق کا آج تک جواب نہیں دے سکے اس نے انڈیا آفس لائبریری لندن سے مواد لے کر یہ کتاب شائع کی ہے حضرت نے فرمایا انڈیا آفس لائبریری میں ایک تحقیقاتی ہال ہے وہاں لوگ بیٹھ کر مختلف موضوعات پر تحقیق کرتے ہیں ہمارا اس لائبریری میں جانا ہوا تو وہاں ایک پاکستانی پروفیسر مسٹر جناح کے خطوط جمع کر رہا تھا حضرت نے فرمایا ابھی تک یہ لوگ مسٹر جناح کے خطوط پر ہی تحقیق کر رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کا نظریہ تھا کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندوؤں کی اور مرکز میں دونوں کی سیٹیں برابر ہوں۔ حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جاتا تو مرکز میں بھی مسلمان ہی غالب رہتے کیونکہ مسلمانوں نے جب بھی کسی قوم کے ساتھ مل کر کام کیا ہے تو مسلمان ان پر غالب آ گئے۔

حضرت نے فرمایا جو نقصان ہونا تھا ہو گیا تقسیم کے بعد اگر یہ لوگ ٹھیک طریقے سے چلتے تو اتنا دکھ نہ ہوتا لیکن یہ لوگ عیاشیوں میں مست رہے۔

قادیانیوں کی سازش

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ایک کور کمانڈر کے بنگلے کے اندر جا کر اگر آدمی وہاں کی آرائش و زیبائش کو دیکھ لے تو اسے پیرس بھول جائے اور پاکستان میں نو کور کمانڈر ہیں۔ ایک صاحب نے کہا حضرت مجھے روزنامہ دن کے ایک نمائندے نے بتایا کہ ہمیں روزنامہ جنگ والوں نے کہا کہ جنرل مشرف کی بیوی اور اس کے ۱۲ قریبی جرنیل مرزائی ہیں ہم کسی مجبوری کی بناء پر یہ خبر شائع نہیں کر سکتے تم شائع کر دو۔

حضرت نے فرمایا ایسی باتیں بے تحقیق نہیں کرنی چاہئیں اصل میں قادیانیوں کی یہ پالیسی ہے کہ وہ اپنے آدمی کو آہستہ آہستہ ترقی دلواتے رہتے ہیں اس کا پتہ بھی نہیں چلنے دیتے اور اگر کوئی مسلمان افسر ترقی کر رہا ہو اس کے متعلق مشہور کر دیتے ہیں کہ یہ مرزائی ہے تاکہ اس کی ترقی نہ ہو سکے۔

حضرت نے فرمایا ہمارے ایک ملنے والے جنرل جاوید ناصر صاحب کے قریبی ہیں انہوں نے بتایا کہ جنرل جاوید ناصر صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میری شرعی داڑھی اور شرعی زندگی کے باوجود مجھ سے میرے آفیسر نے پوچھا کیا آپ مرزائی ہیں یعنی جنرل صاحب کی ترقی رکوانے کے لیے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔

حضرت نے فرمایا قادیانیوں کی مستقل ایجنسیاں اس کام پر لگی ہوئی ہیں کہ وہ کسی مسلمان آفیسر کے بارے میں جس کی ترقی کے امکانات ہوں یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ وہ قادیانی ہے تاکہ اس کی ترقی نہ ہو سکے حضرت نے فرمایا ضیاء الحق مرحوم کے بارے میں بھی یہ مشہور کیا گیا تھا اور بعض لوگ تو اب تک اس کے مرزائی ہونے کے قائل ہیں۔

حضرت نے فرمایا کسی کے مذہب کے بارے میں پرکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے وہ کہاں پیدا ہوا اس کے بہن بھائی والدین اور دیگر اعزا کس مذہب

سے تعلق رکھتے ہیں کہاں اس نے تعلیم حاصل کی اس کی شادی کس گھرانے میں ہوئی اس کے دوست احباب کس مذہب کے ہیں۔

فقر اور سکر میں فرق

ایک جدید تعلیم یافتہ شخص نے عرض کیا حضرت فقر اور سکر کسے کہتے ہیں۔
حضرت نے دریافت فرمایا آپ نے یہ لفظ کہاں پڑھے انہوں نے عرض کیا حضرت میں کشف المحجوب پڑھ رہا تھا اس میں یہ لفظ آئے تھے مجھے سمجھ نہیں آئی حضرت نے دریافت فرمایا آپ کو کشف المحجوب پڑھنے کا مشورہ کس نے دیا انہوں نے عرض کیا حضرت میں نے خود پڑھنی شروع کی تھی حضرت نے فرمایا اپنی مرضی سے کتابیں نہیں پڑھنی چاہئیں بلکہ کسی بڑے کے مشورے سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ کشف المحجوب تصوف کی بڑی کتابوں میں سے ہے آپ کو کیا سمجھ آئے گی۔ پھر حضرت نے فرمایا فقر ایک تو فقر و فاقہ اور تنگدستی کو کہتے ہیں دوسرا فقر اس کو کہتے ہیں جس کو صوفیاء اختیار کرتے ہیں یہ اضطراری نہیں ہوتا۔ اور سکر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں آدمی عجیب وغریب قسم کی باتیں کرتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور لوگ ان باتوں سے وحشت پکڑتے ہیں اور حالت سکر میں کہی ہوئی بات قابل اتباع نہیں ہوتی۔

تبلیغ میں اعتدال

ایک تبلیغی جماعت کے ساتھی کو حضرت نے فرمایا بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ زیادہ وقت کے لیے گھر سے نکلیں تو ان کے کاروبار وغیرہ کو نقصان پہنچتا ہے ان کو زیادہ وقت کی ترغیب نہیں دینی چاہیے اسی طرح جو لوگ کسی دینی کام میں مصروف ہوں اور ان کے جماعت میں نکلنے سے اس کام میں حرج واقع ہو جیسے مدرس ہیں تو ان کو بھی زیادہ وقت لگانے کی ترغیب نہیں دینی چاہیے ہاں اگر اس کا متبادل ہو اور اس کے دینی کام میں حرج نہ ہو تو ضرور جائیں۔

شیر کا بچہ حضرت کے سامنے

آج ظہر کے بعد شیر والے صاحب حسب وعدہ حضرت کی خدمت میں شیر کا بچہ لے کر آئے ایک عجیب بات جو پیش آئی جس پر شیر والے صاحب بھی حیرانگی کا اظہار کر رہے تھے وہ یہ تھی کہ شیر کا بچہ حضرت کے سامنے بالکل مطیع ہو کر بیٹھا رہا اس نے کوئی حرکت نہیں کی شیر والے صاحب نے عرض کیا حضرت یہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے اور اتنے لوگوں میں بھی کبھی نہیں بیٹھتا میں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے بیٹھا ہے حضرت نے فرمایا یہ بھی صوفی بن گیا ہے تھوڑی دیر بعد حضرت نے شیر والے صاحب سے فرمایا کہ اس کی ماما پریشان ہو رہی ہوگی اب اس کو واپس لے جائیں انہوں نے دو تین دفعہ اسکو اٹھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا پھر اس کو زبردستی اٹھا کر لے گئے۔

ہندوستان کی عظمت تاریخی حوالے سے

آج تراویح کے بعد کچھ ساتھی حضرت کا بدن دبا رہے تھے ایک صاحب نے عرض کیا حضرت پرانی کتابوں میں ہندوستان کا تذکرہ بڑی عظمت سے کیا گیا ہے۔
حضرت نے فرمایا جی ہاں کسی زمانے میں ہندوستان سونے کی چڑیا تھی اسی وجہ سے پوری دنیا سے لوگوں کی ہندوستان میں آمد و رفت رہتی تھی لیکن سب کچھ انگریز لوٹ کر لے گئے۔ حضرت نے فرمایا ہندوستان کی تاریخ جاننی ہو تو اس کے لیے سب سے بہترین کتابیں مولانا صباح الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بزم مملوکیہ، بزم تیموریہ اور بزم صوفیہ ہیں۔
حضرت نے فرمایا محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اس کے غلام ایاز کی قبر لاہور میں رنگ محل میں ہے یہ لاہور کا گورنر تھا حضرت نے فرمایا رنگ محل میں تقسیم سے قبل ہندو آباد تھے انہی کے محلے میں اس کی قبر تھی تقسیم کے بعد اس محلے کو آگ لگی پھر اس کی قبر ظاہر ہوئی۔
ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا تقسیم سے پہلے مسلمانوں کو اس کی قبر کا علم

نہیں تھا۔ حضرت نے فرمایا پرانی کتابوں میں تو مذکور تھا لیکن عام لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا کیونکہ یہ ہندوؤں کا علاقہ تھا مسلمانوں کی آمد و رفت یہاں کم تھی موصوف نے دوبارہ عرض کیا حضرت کس کتاب میں اس کی قبر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا جب ابتدا میں انگریز ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ایک آدمی کو مامور کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مساجد و مدارس اور مقابر کی فہرست اور ان کے بارے میں معلومات مرتب کرے اس کی مرتب کردہ کتاب میں اس کا ذکر ہے اور وہ تحقیقات چشتی کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ غلام حقہ تیار کرنے کے لیے نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے تھے یہ ایاز لاہور کا گورنر تھا اور محمد غوری کے غلام قطب الدین ایبک نے دلی پر حکومت کی اس کے بعد اس کے غلام سلطان التمش نے حکومت کی ہے خاندان غلاماں کی ایک مستقل تاریخ ہے۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک

ابوالاسود کے حالات پر جستجو

آج حسب معمول حضرت نے نماز فجر کے بعد زید صاحب سے قرآن سنا اور بعد میں حضرت نے قاری محمد شاہ صاحب سے فرمایا قاری صاحب آج اس رسالہ کا ضرور پتہ کیجیے جس میں ابوالاسود دؤلی کے حالات ہیں قاری صاحب نے عرض کیا جی انشاء اللہ پھر موصوف نے عرض کیا حضرت علامہ ذہبی کی ایک کتاب طبقات القراء کے نام سے ریاض سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے اس میں ابوالاسود دؤلی کے حالات کو تیسرے طبقہ میں بیان کیا گیا ہے پہلے طبقہ میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے طبقہ میں صغار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تیسرے طبقہ میں تابعین کا ذکر ہے موصوف نے عرض کیا حضرت ابوالاسود دؤلی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے اساتذہ میں سے ہیں حضرت نے فرمایا ہم لوگوں نے ان حضرات کا تذکرہ چھوڑ دیا شیعہ کی کتب میں ہے لیکن ان میں خرافات بھری ہوئی ہیں۔

قاریان ہند تحقیقی کتاب نہیں

حضرت نے فرمایا قراء کے حالات پر ایک کتاب قاریان ہند بھی ہے لیکن وہ کوئی تحقیقی کتاب نہیں ہے قاری صاحب نے عرض کیا حضرت تحقیقی نہ ہونے کی وضاحت فرما دیجیے۔ حضرت نے فرمایا اس میں بہت سارے ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو قاری نہیں تھے مثلاً اس میں علامہ اقبال کو بھی قاری لکھا گیا ہے حالانکہ وہ قاری نہیں تھے۔

حضرت نے فرمایا ہاں علامہ اقبال ایک اچھے شاعر تھے انہوں نے اپنی شاعری میں امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے حضرت نے فرمایا لوگوں کا بھی عجیب حال ہے ایک صاحب نے ان کو بڑا اچھا مفسر لکھا ہے۔

علامہ اقبال کو مصور پاکستان کہنے کی حقیقت

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا اقبال کو مصور پاکستان اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کے قیام کا تصور پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا یہ بات غلط ہے ان کا جو نظریہ تھا وہ ان کے وارثوں نے میرے ہاتھ سے لکھوا کر ان کی کوٹھی پر لگایا ہوا ہے اس میں بس یہ بات تھی کہ مسلمانوں کو حکومت برطانیہ سے مراعات دلوائی جائیں پاکستان کا مطالبہ تو بعد میں اس وقت کیا گیا جب انگریزی حکومت نے ہند کی آزادی کا فیصلہ کر لیا تھا پھر ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ نہیں رہ سکتے ہمیں الگ ملک دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا ابتداً کانگرس نے بھی آزادی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ آزادی کا نظریہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کانگرس نے بعد میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کو اپنایا۔

آج حسب معمول تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت مکان کی چھت پر تشریف لائے گوجرہ سے صوفی دین محمد صاحب[1] جو کہ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صاحب رائے پوری کے خلفاء میں ہیں حضرت کے ہاں چند دن قیام کے ارادے سے تشریف لائے حضرت نے ان سے خیریت دریافت کی بعد میں ایک صاحب نے عرض کیا حضرت آپ کی عمر کتنے برس ہے حضرت نے فرمایا ذوالقعدہ میں ۷۰ برس ہو جائے گی میری پیدائش ذوالقعدہ ۱۳۵۱ھ کی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ایک دفعہ میں پشاور سے آ رہا تھا جماعت اسلامی والوں نے مجھے پڑھنے کے لیے ایک رسالہ دیا ہوا تھا وہ میرے پاس تھا اس میں جماعت اسلامی کے مؤسسین کے حالات تھے۔ موصوف نے عرض

[1] صوفی دین محمد صاحب کو حضرت شاہ صاحب کی طرف سے بھی اجازت حاصل ہے۔

کیا کہ حضرت اس میں ایک واقعہ پڑھ کر بے اختیار میرے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ واقعہ مولانا گلزار احمد مظاہری کے حالات میں ان کا اپنا بیان کردہ درج تھا۔

ایک واقعہ اور جماعت اسلامی کا تصوف پر تنقید کرنا

مولانا گلزار احمد مظاہری کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ ڈھڈیاں کی خانقاہ میں گیا وہاں پہنچے تو دیکھا ایک چھپر کے نیچے ایک بزرگ کمبل اوڑھے بیٹھے ہیں۔ قریب ایک لالٹین جل رہی تھی میں ان سے مل کر بیٹھ گیا اور چند سوالات کیے وہ بزرگ ان کے جواب میں خاموش رہے میں نے دل میں کہا یہ علم سے خالی ہیں آتا جاتا کچھ نہیں ویسے ہی بیٹھے ہیں۔ اگلے دن میں واپس آ گیا کافی عرصے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب یعنی ملفوظات میں ان کا تذکرہ بڑی عظمت سے کیا ہوا ملا اس وقت مجھے بڑا افسوس ہوا کہ میں ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا کیونکہ وہ وفات پا چکے تھے یعنی انہوں نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا موازنہ بعد میں کیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا اس میں یہ نہیں لکھا ہوا تھا کہ وہ حضرت کے مرید بھی ہوئے تھے موصوف نے عرض کیا حضرت جی نہیں۔ حضرت نے فرمایا اس مضمون میں جماعت اسلامی والوں نے گڑبڑ کی ہے کیونکہ یہ لوگ تصوف کے قائل نہیں ہیں تصوف کو ایک نیا دین سمجھتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا ان کے رسالہ میں ایک دفعہ ایک مضمون ''تصوف اسلام کے متوازی ایک دین'' کے نام سے چھپا ہوا میں نے خود دیکھا گویا یہ اہل تصوف کو کافر سمجھتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا جب کسی فن کے متعلق بحث کی جاتی ہے تو اس میں اس فن کے ماہر کی بات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ عامی آدمی کا اسی طرح جب تصوف کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا ہے تو ہم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کریں گے سید احمد

شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کریں گے۔ یہ لوگ جہلاء کی باتوں کو لے کر تصوف اور اہل تصوف کو برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ جن باتوں کی وجہ سے یہ تصوف پر طعن کرتے ہیں ہم بھی انہیں اچھا نہیں سمجھتے انہوں نے تصوف کو سمجھنے کے لیے موجودہ چنڈی پیر قسم کے لوگوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا مولانا گلزار احمد مظاہری حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے کبھی کبھی ملنے آتے تھے لیکن جب جماعت اسلامی میں اچھی طرح گھس گئے پھر آنا چھوڑ دیا کیونکہ یہ جماعت اسلامی کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے تھے وہ سمجھتے تھے خانقاہ جا کر چھوٹا بننا پڑے گا۔

جماعت اسلامی بہت بڑا فتنہ ہے

حضرت نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے بھی جماعت اسلامی کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے بلکہ یہ حضرات تو اس کے بانیوں میں سے تھے لیکن جب ان پر حقیقت حال واضح ہوئی تو انہوں نے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی ایک مرتبہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی وجہ سے جتنے لوگ جماعت اسلامی میں گئے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ فرمایا جتنے لوگ میری وجہ سے گئے وہ میری وجہ سے آ جائیں بلکہ ایک دفعہ مولانا علی میاں نے فرمایا مودودی صاحب جماعت نہ ہی بناتے تو اچھا تھا۔ اپنا تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہتے یعنی انفرادی کام کرتے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جماعت اسلامی اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے جب انہوں نے جماعت بنائی انہیں چاہیے تھا اگر ٹکر لینی ہی تھی تو کانگرس سے لیتے یا مسلم لیگ سے لیتے لیکن انہوں نے سب سے پہلے جمیعت العلماء سے ٹکر لی۔

باطل جماعت کی واضح علامت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات یاد رکھیں جو جماعت بھی باطل پر ہو

گی وہ پہلے علماء سے ٹکر لے گی کیونکہ علماء ان کی غلط باتوں کی طرف انہیں متوجہ کرتے ہیں تو وہ بجائے علماء کا شکریہ ادا کرنے کے ان کے مخالف ہو جاتے ہیں پھر علماء کی مخالفت کی وجہ سے اپنے آپ کو برباد کر لیتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا یہ جو چھوٹے چھوٹے فکری فتنے اٹھ رہے ہیں انہیں میں کہا کرتا ہوں علماء سے ٹکر نہ لو ورنہ پاش پاش ہو جاؤ گے' خاکسار تحریک کتنے زور وشور سے بیلچے لے کر اٹھی تھی علماء سے ٹکر لینے کی وجہ سے آج اس کا نام و نشان ختم ہو گیا۔ اسی طرح جماعت اسلامی برباد ہوگی ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ جمعہ کی اذان شروع ہو گئی حضرت جمعہ کی تیاری کے لیے تشریف لے گئے۔ جمعہ کی نماز حضرت نے جامعہ مدنیہ میں ادا کی جمعہ کے بعد گھر تشریف لائے جہاں بہت سارے احباب حضرت کے منتظر تھے جمعہ کی وجہ سے احباب کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی۔ جو حضرت کی زیارت اور وظیفے میں شرکت کے لیے آئے تھے وظیفے کے بعد اکثر حضرات چلے گئے حضرت تھوڑی دیر احباب کے ساتھ تشریف فرما رہے بعد میں تخلیہ فرمایا۔

نظر تیز کرنے کا نسخہ

آج افطاری کے بعد کی مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے مولانا اجمل خان صاحب کے بتائے ہوئے ٹوٹکے پر عمل کیا تو میری نظر کچھ اچھی ہو گئی۔ حضرت! انہوں نے فرمایا تھا کہ چاند کے دیکھنے سے نظر تیز ہوتی ہے میں نے ایسے کیا تو کچھ فرق پڑا ہے آپ بھی نظر تیز کرنے کے لیے کوئی ٹوٹکا بتا دیجیے۔ حضرت نے فرمایا سونف کھایا کرو پھر حضرت نے حکیم طارق محمود چغتائی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کیوں حکیم صاحب! میں نے ٹھیک بتایا؟ حکیم صاحب نے عرض کی جی حضرت۔ بعض اطباء نے لکھا ہے ایک خاص موسم میں سانپ کی بینائی چلی جاتی ہے پھر وہ سونف کی جڑوں پر اپنی آنکھیں ملتا ہے جس کی وجہ سے اس کی بینائی لوٹ آتی ہے۔

شیر پر ایک شعر یاد آیا

حضرت شاہ صاحب ؒ نے حکیم صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حکیم صاحب آپ نے شیر والے صاحب سے شیر کے دھاڑنے کی عمر کے متعلق پوچھا ہے حکیم صاحب نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ آج پوچھوں گا۔ مولوی عبدالقیوم ندوی صاحب نے عرض کیا حضرت کل سے شیر کا تذکرہ ہو رہا ہے شیر پر ایک شعر یاد آ رہا ہے آپ فرمائیں تو سنا دوں۔ حضرت نے فرمایا کل سے صرف شیر نہیں بلکہ شیر اور شعر دونوں موضوع سخن ہیں پھر فرمایا سنایئے مولانا موصوف نے یہ شعر سنایا

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گرا مارا
نہنگ واژدھا و شیر مارا تو کیا مارا

گردے کی تکلیف کا علاج

بعد میں حضرت نے فیصل آباد سے تشریف لانے والے مولانا مجیب الرحمٰن لدھیانوی سے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب ؒ کی صحت کے متعلق پوچھا انہوں نے عرض کیا پہلے سے بہتر ہے۔ حضرت نے فرمایا گردے کے مریض کو دوا کے ساتھ ساتھ خربوزہ، مولی اور خربوزے کا نمک کھاتے رہنا چاہیے یہ گردے کے مریض کے لیے بہت مفید ہے۔

دیگر احباب سے خیریت دریافت کرنے کے بعد تراویح سے قبل حسب معمول تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ تراویح کے بعد کشمیری چائے کا دور چلا اسی دوران حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت احکم الحاکمین ہیں انہوں نے ذیلی حکومتیں بنائی ہیں شیر کو جنگل کا بادشاہ بنایا ہے شیر جب دھاڑتا ہے تو سارا جنگل دہل جاتا ہے۔

چٹانیں گرنے لگیں

فرمایا ہمارے حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری ؒ کے پہلے شیخ کا نام بھی شیخ عبدالرحیم ہی تھا ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک غار میں بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ

ایک شیر ان کی آواز سن کر آیا اور غار کے اوپر کھڑا ہو کر اتنے زور سے دھاڑا کہ چٹانیں ٹوٹ کر گرنے لگیں لیکن حضرت اسی اطمینان کے ساتھ ذکر میں مشغول رہے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ کے ساتھ اتنا مشغول ہوں کہ شیر کے دھاڑنے کی بھی پرواہ نہ کی۔

سانپوں کے سائے میں ذکر

فرمایا خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ کے مریدین میں سے ایک مولانا فخر الدین زرادی ؒ تھے موصوف شافعی المسلک تھے ان کی لکھی ہوئی کتاب ''زرادی'' مدارس میں پڑھائی جاتی ہے ان کے متعلق ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے واقعہ بیان کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا اس زمانے میں لوگ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے تھے اور کئی کئی چلے ریاضتوں میں گزارتے تھے جس طرح آج کل تبلیغی جماعت میں چلے لگاتے ہیں اس زمانے میں دلی سے کچھ فاصلے پر ایک انتہائی خطرناک جنگل تھا جس میں حشرات الارض کی کثرت تھی اس جنگل کے ساتھ پہاڑ بھی تھے اس جنگل میں کی ہوئی ریاضت کو کامل ریاضت شمار کیا جاتا تھا۔

فرمایا: مولانا فخر الدین زرادی ؒ نے بھی اس جنگل میں ایک چلہ ریاضت کے لیے لگانے کا پروگرام بنایا۔ دوست احباب ان کو جنگل میں چھوڑ کر واپس آ گئے جب چلہ پورا ہونے پر بھی مولانا زرادی ؒ واپس نہ آئے تو احباب کو فکر ہوئی وہ تلاش کرنے نکلے تو دیکھا کہ مولانا ایک غار میں بیٹھے اطمینان سے ذکر میں مشغول ہیں اور ان کے سر پر خطرناک سانپ لٹک رہے ہیں یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے اس پر حضرت نے فرمایا مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کے ہو جاتے ہیں۔

ایک بادشاہ کی درندگی کا واقعہ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ایک انگریز نے برصغیر کی تقریباً ۵۵۷ ریاستوں کے ادوار و اطراف کے حالات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے اس میں ایک

ریاست کے بادشاہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ایک یتیم خانہ بنوایا ہوا تھا اس میں یتیم بچوں کی پرورش کی جاتی جب وہ کچھ بڑے ہو جاتے تو ان کو بوری میں بند کر کے بادشاہ کی شکار گاہ میں ڈال دیا جاتا۔ اور بادشاہ مچان (شکار کی اصطلاح میں درختوں کے اوپر بانس باندھ کر تختے لگا کر شکاری کے بیٹھنے کے لیے جو جگہ تیار کی جاتی ہے اسے کہتے ہیں) پر بیٹھ جاتا پھر ان بوری میں بند بچوں کے پتھر مارے جاتے پتھر لگنے کی وجہ سے وہ چیختے ان کی آواز سن کر شیر ان پر حملہ کرتا شیر ان کو کھا تو نہیں سکتا تھا لیکن انہیں مار دیتا جس وقت شیر بچے کو مارنے میں مصروف ہوتا بادشاہ اس وقت شیر کا شکار کرتا تھا۔ اس طرح بادشاہ کی عیاشی کا سامان ہوتا۔

حضرت نے یہ واقعہ سن کر نہایت افسوس کا اظہار کیا تھوڑی دیر بعد حضرت وضو فرمانے تشریف لے گئے بعد میں حضرت نے نوافل میں دو پارے سنے نوافل سے فراغت کے بعد ساتھی حضرت کا بدن دبانے لگے۔ بدن دبانے کے دوران حضرت بعض ساتھیوں سے خوش طبعی بھی فرماتے رہے تقریباً ۱۲ بجے حضرت آرام فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔

مجلس: ۵

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز ہفتہ

حلال ذبیحے کے کباب کا ذائقہ

آج حضرت احباب کیساتھ سحری تناول فرما رہے تھے دوران گفتگو کباب کا ذکر ہوا تو حضرت نے فرمایا لاہور میں ایک سکھ کبابوں کی دکان پر بیٹھا ہوا کباب بناتے ہوئے شخص کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کباب تو ہم بھی بناتے ہیں لیکن اس کا اتنا اچھا ذائقہ نہیں ہوتا جو لاہور کے کبابوں کا ہوتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ لاہور کے لوگ کون سے مصالحہ جات استعمال کرتے ہیں یہ واقعہ لاہور گوالمنڈی کے کبابوں کا ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ مصالحوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ذبیحے کے فرق کی بناء پر ہے یہ حلال ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا ایک دفعہ مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ شعبان کا مہینہ تھا میں روزے رکھ رہا تھا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بھی رکھتا ہوں ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیے ہماری عادت آخری وقت سحری کھانے کی تھی اس وقت جو مؤذن تھا وہ وقت سے پہلے اذان دے دیا کرتا تھا۔ ایک دن ہم کھانا کھا رہے تھے کہ اس نے اذان دینی شروع کر دی۔

مولانا علی میاں نے ازروئے مزاح فرمایا صائمین کا ایک وفد مؤذن صاحب سے ملاقات کے لیے بھیجنا چاہیے۔ سحری کے بعد حضرت نے خان اشفاق الرحمٰن

صاحب سے فرمایا خان صاحب آپ کے پاس علمائے نحو کے حالات پر لکھا ہوا
مولانا عبدالبر قاسم کا رسالہ موجود ہے خان صاحب نے عرض کیا جی حضرت آپ کی
دعاؤں سے ہم نے الحمد للہ مکتبہ میں ہر اچھی کتاب رکھی ہوئی ہے خواہ وہ تاخیر سے ہی
کیوں نہ بکتی ہو حضرت نے فرمایا ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

ہندو ہو کر کتابوں کی اشاعت کا ذوق

حضرت نے فرمایا لکھنؤ کے ایک ہندو منشی نولکشور تھے۔ ان کی عادت تھی کہ انہیں
جو کوئی کہہ دیتا اس کتاب کی علماء کو ضرورت ہے آپ اسے شائع کریں وہ اسے شائع کر
دیتے تھے خواہ اس کے فروخت ہونے میں کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگے۔ ہندوستان میں
سب سے زیادہ کتابوں کی اشاعت کا کام انہوں نے کیا۔

انہوں نے ایک بہت ہی عمدہ قرآن پاک اپنی نگرانی میں چھپوایا اس کی کتابت
کے لیے اس وقت کے سب سے اچھے خوشنویس کو بلایا گیا اس سے اس کی کتابت
کروائی کاتب بھی باوضو رہتا تھا منشی صاحب خود بھی جب پریس میں جاتے تو باوضو ہو
کر جاتے تھے۔

اس دور میں چھپائی پتھروں پر کی جاتی تھی بعد میں پتھروں کو دھویا جاتا۔
منشی نولکشور صاحب اس کا دھون نالی میں نہیں گراتے تھے بلکہ انہوں نے ایک حوض
بنوائی تھی اس میں ڈال دیتے بعد میں کنٹینروں میں بھر کر دریائے گومتی میں بہا دیتے
ہندو ہونے کے باوجود اتنا ادب واحترام کرتے تھے۔

ان کا چھپوایا ہوا قرآن کریم صحت اور چھپائی کے لحاظ سے اس قدر معیاری تھا
کہ انجمن حمایت اسلام نے جو قرآن شائع کیا تھا اس کی تصحیح مولانا ظفر اقبال
صاحب نے کی انہوں نے اس کی تصحیح کے لیے معیار منشی نول کشور کے شائع کردہ
قرآن مجید کو بنایا۔

حضرت نے فرمایا مجھے بعض لوگوں نے بتایا کہ وہ اندر ہی اندر مسلمان ہو گئے
تھے ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ
مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لالہ جی کو خواب میں جنت میں دیکھا انہوں نے اس سے
پوچھا تو ہندو تھا تو جنت میں کیسے تو اس نے کہا ان کہی کہہ بیٹھا تھا پوچھا وہ ان کہی کیا
ہے کہا کلمہ پڑھ لیا تھا یعنی میں نے ایک دفعہ کلمہ پڑھا تھا اللہ رب العزت نے اس کی
وجہ سے مجھے بخش دیا۔

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے

حضرت نے فرمایا جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری نگاہ ختم ہوگئی تو انہیں
مولانا یحییٰ صاحب مسجد میں لے جاتے ایک دفعہ حضرت جب مسجد میں پہنچے تو فرمایا
کون کون ہے پھر فرمایا میں ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کا مفہوم یہ ہے کہ
جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک وقت
اللہ رب العزت حضور ﷺ سے فرمائیں گے جو لوگ جہنم میں ایسے ہیں کہ ان کا ایمان
کمزور تھا آپ ان کو نکالئے حضور ﷺ ان کو نکالیں گے پھر اس ایمان میں کم درجے
والوں کے متعلق یہی حکم ہوگا پھر ان کو نکالا جائے گا۔ پھر اللہ رب العزت فرمائیں گے
جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے انہیں نکالیں حضور ﷺ انہیں جہنم
سے نکالیں گے پھر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ رب العزت حضور ﷺ
سے فرمائیں گے کہ کوئی اہل ایمان میں سے جہنم میں ہو تو اسے نکالیں حضور ﷺ
اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اور کوئی ایمان والا نہیں رہا۔

اللہ رب العزت فرمائیں گے ابھی ہم باقی ہیں یہ کہہ کر اللہ رب العزت تین
لپے بھر کر جہنمیوں کو نکالیں گے جو کہ اہل ایمان تھے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ
نے تو فرمایا تھا کہ کوئی باقی نہیں رہا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تین لپے بھر کر نکال لئے تو اس
کا جواب یہ ہے کہ بعضوں کا ایمان اتنا خفیف اور پوشیدہ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ کی ذات
کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا۔

حضرت نے فرمایا ہوسکتا ہے منشی صاحب بھی انہیں میں جنت میں چلے جائیں۔

حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت کی رحمت تو بہت وسیع ہے اللہ تعالیٰ تو بندے کو بخشنے کے بہانے تلاش کرتے ہیں لیکن یہ ظلوما جھولا بنا ہوا ہے۔

حضرت نے فرمایا ایک بہت گناہ گار آدمی تھا اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اسی کی وجہ سے اس کی بخشش ہوگئی۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے رہنا چاہیے کوئی نیک عمل کرکے اس پر اترانا نہیں چاہیے۔ ایک بزرگ بڑے عابد وزاہد تھے۔ نزع کے وقت فرمانے لگے میں اپنے زندگی بھر کے اعمال کو دھاگے کی شکل میں آسمان کے نیچے لٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور وہ دھاگا ہوا کی وجہ سے حرکت کر رہا ہے میں اللہ کی رحمت پر امید لگائے ہوئے ہوں۔

حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت کو عاجزی بہت پسند ہے انبیاء علیہم السلام نے بھی اللہ رب العزت کے سامنے عاجزی ہی کا اظہار کیا ہے آدم علیہ السلام کی دعاء **ربنا ظلمنا انفسنا الخ** اور یونس علیہ السلام کی دعا **لا الہ الا انت سبحانک** قرآن میں موجود ہے۔

اللہ رب العزت کی رحمت کا یہ حال ہے کہ حج کے احکام میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص عرفات کے دن سارا دن ادھر ادھر بھٹکتا رہے لیکن صبح صادق سے چند لمحے پہلے عرفات کی حدود میں داخل ہو جائے تو اس کا حج ہو جاتا ہے پھر حضرت نے اللہ رب العزت کی رحمت کی ایک رباعی سنائی

گناہوں سے ہم نے کنارہ نہ کیا
پر آزردہ دل تم نے ہمارا نہ کیا
جہنم کی ہم نے کی بہت تدبیر
پر تیری رحمت نے گوارہ نہ کیا

رب کا جلال بھی بہت ہے

حضرت نے فرمایا ادھر رحمت کا تو یہ حال ہے اور ادھر قیامت کے دن کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس دن جس سے سوال کرلیا گیا وہ مارا گیا اللہ رب العزت کے سوال کے آگے کوئی علم وفضل نہیں چلے گا کسی کو وہاں بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے پہلے ایک عالم کو لایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا تجھے اتنی نعمتیں عطا کی گئیں تو نے کیا کیا وہ عرض کرے گا میں نے علم حاصل کیا۔ آپ کے نام کو بلند کیا حکم ہوگا تم جھوٹ بولتے ہو تم نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تمہیں علامہ کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔ اس کے بارے میں جہنم کا فیصلہ کردیا جائے گا اسی طرح ایک سخی اور ایک شہید کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

حضرت نے فرمایا چھوٹے سے چھوٹا کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے تو وہ قیامت کے دن بڑا ہو جائے گا اور بڑے سے بڑا کام دکھلاوے کے لیے کیا جائے تو وہ حقیر ہو جائے گا اسی لیے فرمایا گیا ہے **انما الاعمال بالنیات**

عبدالمجید سالک منافق تھا

حکیم طارق محمود چغتائی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت کیا عبدالمجید سالک علامہ اقبال کے قریبی ساتھیوں میں سے تھا۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ یہ کبھی کبھی ان کے پاس آتا تھا اور مرزائی تھا۔ منافق بنا ہوا تھا اس نے اقبال پر کتاب بھی لکھی ہے اس میں اس نے کہیں کہیں بہت گڑ بڑ کی ہے۔ مثلاً اقبال کے خلاف جو بریلویوں کا تکفیر کا فتویٰ تھا اس کو بڑی تفصیل کے ساتھ تکفیر کی وجوہات سمیت لکھا ہے اور اس کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ مولوی ایسے ہی لوگوں کی تکفیر کرتے رہتے ہیں۔ اس کے ذریعے اس نے قادیانیت کا دفاع کیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

کیا علامہ اقبال کے رشتہ دار قادیانی تھے؟

حکیم صاحب نے عرض کیا حضرت مجھے کسی صاحب نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر اقبال کے قریبی عزیز قادیانی ہیں۔ حضرت نے فرمایا ڈاکٹر اقبال کا بھائی قادیانی تھا۔ اس کی اولاد اب بھی قادیانی ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے والد بھی پہلے قادیانی تھے۔ اور غلام احمد کے مرید تھے لیکن بعد میں انہوں نے قادیانیت سے توبہ کر لی تھی۔ اور یہ بات مرزا بشیر الدین نے اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا والد غلام احمد قادیانی کا مرید تھا۔ لیکن ڈاکٹر اقبال نے اس کو ورغلا کر گمراہ کر دیا۔

سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز کی ہی تصنیف ہے

قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت کل آپ نے خارجیت کے خلاف جن کتابوں کی فہرست لکھوائی تھی ان میں اگر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سر الشہادتین کو بھی شامل کر لیا جائے حضرت نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن ان لوگوں کے پاس اس کا بہترین جواب یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کی تصنیف نہیں ہے۔

قاری صاحب نے عرض کیا۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے کشف الباری میں اسے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف قرار دیا ہے حضرت نے فرمایا مولانا سلیم اللہ خان صاحب تو موجودہ زمانے کے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب زمانے میں لکھی جانے والی کتابوں میں بھی اسے شاہ صاحب کی تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔ مثلاً مقالات سیرت اور حیات عزیزی' حیات عزیزی میں تو اس پر تقریباً ایک صفحے کا تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا روافض کی تردید ہمارے اکابر شروع سے کرتے آرہے ہیں لیکن اس کا یہ طریقہ نہیں کہ روافض کی تردید میں اہل بیت کو برا کہا جائے حضرت نے فرمایا اہل بیت کو تو دوہرا شرف حاصل ہے صحابیت کا بھی اور اہل بیت میں سے ہونے کا بھی۔

مناقب حسنین

حضرت نے فرمایا بعض لوگوں نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار شروع کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بچے تھے۔ کوئی ان سے پوچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر پرانے جتنے بھی تذکرے ہیں مثلاً اسد الغابہ وغیرہ ان میں ان حضرات کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے باقی صحابی ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا آواز سنی ہو تاکہ اس میں نابینا صحابی بھی آجائیں اور بعضوں نے کہا کہ اس نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی ہو۔

فرمایا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکز محبت تھے۔ پھر فرمایا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے کمالات دکھانے کا موقع ملا چونکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس وقت چھوٹے تھے۔ ان غزوات میں شرکت نہ کر سکے بعد میں اللہ رب العزت نے ان کو رفع درجات کے لیے نامناسب حالات میں مبتلا کیا۔

حضرت نے فرمایا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے مناقب میں بخاری شریف میں موجود ھماریحانتای کا ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی نے بڑا اچھا کیا ہے انہوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما میری زندگی کی بہار ہیں حضرت نے فرمایا محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب میں اہل بیت کے خلاف جو لکھا ہے اس کے دل میں اس سے بھی زیادہ غلاظت تھی جس کو وہ اس لیے ظاہر نہیں کرتا تھا کہ کہیں کوئی اس کا کام تمام نہ کر دے۔

محمود احمد عباسی کا گستاخانہ رویہ

فرمایا محمود احمد عباسی کی تردید میں کراچی کے حکیم محمود احمد برکاتی جو کہ مولانا برکات احمد ٹونکی کے پڑپوتے ہیں انہوں نے ایک کتاب "محمود احمد عباسی اپنے افکار کے آئینے میں" لکھی ہے اس میں انہوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ سکھر کے ایک حکیم

صاحب محمود احمد عباسی کے بڑے بھائی بابائے طب فرید احمد صاحب کے شاگرد تھے وہ مجھ سے ملنے آئے میں نے انہیں بتایا کہ حکیم فرید احمد صاحب کے بھائی کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا میں ان کو لے کر محمود احمد عباسی کے پاس گیا اس کے لان میں چند آدمی متفرق ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم جا کر کرسیوں پر بیٹھ گئے وہ حکیم صاحب محمود احمد عباسی سے باتیں کرنے لگے میں دوسری طرف متوجہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں تلخ کلامی شروع ہوئی میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ تو وہ اہل بیت کے متعلق حکیم صاحب سے بحث کر رہا تھا۔ آخر میں محمود احمد عباسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نعوذ باللہ He Waz Edit استغفر اللہ (اس کا ترجمہ کرتے ہوئے دل نہیں مانتا) کہا تو وہ حکیم صاحب غصے میں کھڑے ہو گئے اور مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آئندہ میں تو ان سے ملنے نہیں آؤں گا آپ نے آنا ہو تو شوق سے آیئے یہ کہہ کر وہ چل دیے۔

آج دوپہر کے وقت دو ساتھی حضرت کے پاؤں کھرچنی کے ساتھ صاف کر رہے تھے حضرت نے حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا اس کو صقالہ کہتے ہیں جس طرح کھرچنی کے ذریعے پاؤں کی میل اتاری جاتی ہے اور پاؤں صاف ستھرے ہو جاتے ہیں اسی طرح ذکر کے ذریعے دل کی صفائی کی جاتی ہے اور دل اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

محکمہ موسمیات کی پیشین گوئی

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت محکمہ موسمیات والوں نے پیشین گوئی کی ہے کہ ۲۰۱۰ء تک دنیا میں پانی کی بہت قلت ہو جائے گی حضرت نے فرمایا یہ سب فضول باتیں ہیں ان کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک دفعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ نے رمضان میں روزے کے فلسفے پر میٹنگ بلائی اور اس میں شریک شرکا کو چائے پیش کی گئی اور انہوں نے اسے پیا اور روزے کے فلسفے پر غور کیا عجیب لوگ تھے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء

دوران گفتگو شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا حضرت نے فرمایا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ضامن شہید اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تینوں پیر بھائی تھے اور اکٹھے رہا کرتے تھے۔ لیکن اللہ کی شان جس سے کام لے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ کی تربیت کے لحاظ سے ان دونوں حضرات سے کم تھے جبکہ حافظ ضامن شہید مقام میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر تھے بلکہ ان دونوں حضرات نے بعض چیزیں حافظ ضامن شہید سے حاصل کیں۔

مؤمن خان مؤمن

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا مؤمن خان رحمۃ اللہ علیہ مؤمن حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے تھے۔ حضرت نے فرمایا جی ہاں۔ بلکہ ان کو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی عقیدت تھی اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں ان کو مخزن حمیت ایمانی کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا مؤمن خان مومن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر اس کے متعلق غالب کی خواہش تھی کہ کاش یہ شعر اس کا ہوتا بلکہ اس نے ایک پیشکش کی کہ میرا پورا دیوان لے لو اور یہ ایک شعر دے دو لیکن مؤمن خان مؤمن رضا مند نہ ہوئے وہ شعر یہ ہے

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حضرت نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے مؤمن خان مؤمن کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سب سے زیادہ غزل گو شاعر تھے۔

تراویح بیس رکعت ہیں

تراویح کے بعد ساتھی حضرت کا بدن دبا رہے تھے کہ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت معلوم نہیں غیر مقلدوں کو کس نے سمجھا دیا ہے کہ تراویح کی تعداد آٹھ ہے۔

حضرت نے فرمایا ان کو ان کے نفس نے سمجھایا ہے پھر فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ سہارنپور میں شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں شرکت کی۔ اس وقت تراویح کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا بہت کم مسائل ایسے ہیں جن میں چاروں ائمہ متفق ہوں اکثر مسائل میں ان کا آپس میں اختلاف ہے اور تراویح کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ باقی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول چھتیس رکعت کا ہے وہ اس لیے کہ اس وقت اہل مکہ کی عادت تھی کہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے تھے اہل مدینہ نے سوچا کہ اس طرح تو اہل مکہ ہم سے نیکیوں میں آگے بڑھ جائیں گے انہوں نے چار رکعت کے بعد چار نوافل پڑھنے شروع کر دیئے تاکہ وہ بھی اہل مکہ سے نیکیوں میں پیچھے نہ رہیں۔

حضرت نے فرمایا بیس کی بجائے آٹھ تو نہیں ہیں البتہ چھتیس ہیں۔ ان صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے دوران درس آٹھ تراویح کے متعلق دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے بیٹے آٹھ تراویح پڑھنے والوں کی تردید تو لفظ تراویح سے ہی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ لفظ جمع ہے ترویحہ کا اور ترویحہ چار رکعتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ترویحتین یعنی دو ترویحہ کا لفظ کہیں نہیں آتا بلکہ تراویح کا لفظ آیا ہے۔

شیر کس عمر میں دھاڑتا ہے

شیر والے حکیم صاحب تشریف لائے تو حضرت نے دریافت فرمایا حکیم صاحب یہ شیر دھاڑتا کس عمر میں ہے تو انہوں نے عرض کیا حضرت یہ دھاڑتا ہوا پیدا ہوتا ہے باقی بچپن میں اس کے دھاڑنے کی آواز اور ہوتی ہے اور جوانی میں مختلف ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا لیکن وہ یہاں تو نہیں دھاڑا۔ حکیم صاحب نے عرض کیا حضرت وہ یہاں آ کر صوفی بن گیا تھا اس لیے نہیں دھاڑا۔

حضرت نے فرمایا سارے جانور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس بات کی گواہی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿سبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض﴾

لیکن انسان جسے اللہ نے عقل سے نوازا بے عقلی کے کام کر کے ظلوماً جھولاً بن جاتا ہے۔

بے چینی کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت دو تین دن سے طبیعت بہت بے چین رہتی ہے دعا فرما دیں اور کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیں۔

حضرت نے فرمایا درود شریف کثرت سے پڑھا کرو اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

کلید مثنوی کے علاوہ ایک اور عمدہ شرح

تھوڑی دیر کے بعد حضرت وضو کرنے کے لیے تشریف لے گئے بعد میں حضرت نے نوافل میں دو پارے سماعت فرمائے نوافل کی ادائیگی کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا حضرت مثنوی شریف کی کلید مثنوی کے علاوہ کوئی اور اردو شرح بھی ہے۔

حضرت نے فرمایا جی ہاں ایک شرح مفتاح العلوم مصنفہ مولانا نذیر عرشی صاحب کی ہے یہ بہت عمدہ شرح ہے حضرت نے فرمایا مولانا نذیر عرشی صاحب کا تعلق مولانا احمد خان صاحب (خانقاہ سراجیہ) سے تھا۔ اور یہ امرتسر کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں سکھوں نے ان کو شہید کر دیا تھا۔ ان کی اور تصانیف بھی ہیں ان کی ایک کتاب کا نام "تعلیم النساء" ہے اس کے آٹھ حصے ہیں یہ پہلے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کے مدرسہ میں پڑھائی جاتی تھی۔ اب معلوم نہیں کہ پڑھائی جاتی ہے یا نہیں۔

رئیس احمد جعفری

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت شیخ ابوزہرہ کی کتاب امام زید رضی اللہ عنہ کا ترجمہ جو کہ رئیس احمد جعفری نے کیا ہے اس میں ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے کچھ گڑبڑ کی ہو۔

حضرت نے فرمایا ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ رئیس احمد جعفری نے چند افراد پر مشتمل ایک جماعت بنائی ہوئی تھی وہ کتابیں ترجمہ کے لیے ان کے سپرد کر دیتا تھا جب ترجمہ ہو جاتا تو اگر اس کے دل میں آتا اس کو دیکھ لیتا ورنہ وہ ویسے ہی اس کے نام پر چھپ جاتی کیونکہ اس کا تو نام چلتا تھا۔ ترجمہ کروانے والے اس کو جو رقم دیتے اس میں سے کچھ مترجم کو دے دیتا اور باقی خود رکھ لیتا ہو سکتا ہے اس کا ترجمہ اس نے کسی اور سے کروایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے آپ کو سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔

امام زید ؒ

فرمایا: امام زید ؓ امام ابوحنیفہ ؒ کے اساتذہ میں سے ہیں اور بہت بڑے فقیہہ تھے فقہ میں سب سے پہلی کتاب امام زید ؓ نے لکھی۔ ان کی فقہ کئی صدیوں تک یمن میں رائج رہی اس وقت یمن کے بادشاہ عالم فاضل ہوتے تھے اب جب سے یہ نامراد جمہوریت آئی ہے اس وقت سے حال خراب ہے۔

فرمایا امام زید ؓ کی فقہ باقی فقہاء کی نسبت فقہ حنفی کے زیادہ قریب ہے۔

امام زید کے حق میں سب سے پہلے امام ابوحنیفہ ؒ نے فتویٰ دیا تھا اسی وجہ سے خلیفہ منصور نے امام صاحب ؒ کو عہدے کی پیش کش کی تا کہ امام صاحب کی ہمدردیاں امام زید کی جماعت سے کٹ جائیں اور وہ منصور کے آئینے میں ڈھل جائیں لیکن امام صاحب ؒ نے جب انکار کر دیا تو اس نے انکار کو بہانہ بنا کر امام صاحب ؒ سے اس حمایت کا انتقام لیا اور امام صاحب ؒ کو جیل میں ڈال دیا۔ اور مختلف سزائیں دیں بالآخر امام صاحب ؒ کا جنازہ جیل سے نکلا۔

حضرت نے فرمایا جو میں نے بیان کیا ہے اس کو امام ذہبی ؒ نے لکھا ہے اور اگر ہم عقل کے ساتھ سوچیں تو بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ صرف عہدہ قبول نہ کرنے پر کوئی آدمی اتنی سخت سزا نہیں دیتا کہ جنازہ جیل سے نکلے۔

اختلاف ائمہ اربعہ کی بہترین مثال

فرمایا:

امام زید ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ کے مابین تعلقات کا اندازہ کرنے کے لیے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کی سیاسی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا فقہ کے چاروں امام برحق ہیں۔ سب کا مسلک حدیث سے ثابت ہے انہوں نے کوئی اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ باقی ان کے درمیان اختلافات روایات کے مختلف ہونے کی بناء پر ہیں کیونکہ کبھی حضور ﷺ نے کوئی عمل کیا بعد میں کوئی اور کیا۔ حضرت نے فرمایا ہمارے امام ابوحنیفہ ؒ کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے یہ تحقیق کی کہ حضور ﷺ کا آخری اور دائمی عمل کون سا تھا۔ حضرت نے فرمایا چاروں ائمہ کی مثال ایسے ہے جیسے چار آدمی ایک باغیچہ میں جائیں اور خوبصورت پھولوں کے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چار مختلف گلدستے بنا کر لے آئیں تو یہ چاروں گلدستے اسی باغیچے کے کہلائیں گے۔

مجلس : ٦

مجلس ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز اتوار

حضرت کے کھانے کا انداز

تہجد کی ادائیگی کے بعد حضرت نے احباب کے ساتھ سحری تناول فرمائی، ویسے تو سارا سال حضرت کے دستر خوان پر مہمانوں کی رونق رہتی ہے لیکن رمضان میں یہ رونق بڑھ جاتی ہے حضرت کی عادت شریفہ ہے کہ کھانا ہمیشہ احباب کے ساتھ ہی دستر خوان پر تناول فرماتے ہیں۔ حضرت کی خوراک بہت معمولی سی ہے لیکن اس طریقے سے کھانا کھاتے ہیں کہ تمام احباب کھانا کھا کر فارغ ہو جاتے ہیں لیکن حضرت ابھی مشغول طعام ہوتے ہیں۔

فضائل اہل بیت

آج سحری سے فراغت کے بعد حضرت نے احباب سے فرمایا آج کل خارجیت سے متاثر ہو کر جو لوگ اہل بیت کے نام پر رکھے ہوئے نام تبدیل کر دیتے ہیں یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

حضرت نے فرمایا ہمارے ایمان کا مدار حضور ﷺ کے اقوال و افعال پر ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام حضور ﷺ کا رکھا ہوا ہے۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ نام پہلے نہیں رکھا گیا تو حسین نام کو تبدیل کرنا گویا حضور ﷺ کے پسندیدہ نام کو ٹھکرانا ہے۔

فرمایا ہاں اگر اس میں کوئی شرکیہ بات ہو تو صرف اسے ختم کر دیا جائے قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک شخص کے

سامنے ذکر کیا گیا کہ کدو حضور ﷺ کی پسندیدہ غذا تھی تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت نے فرمایا بالکل صحیح کیا۔

پھر فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے احاطے میں مدفون ہیں۔ میں نے وہاں حاضری دی ہے۔ اس علاقے کا نام کاظمیہ ہے۔ یہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ہے اس کے بالکل قریب دریا کے دوسری طرف اعظمیہ کا علاقہ ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ پھر فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا ہمیں پہلے اتنا علم نہیں تھا کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب تبع تابعین نامی دیکھی اس میں ان کے حالات پڑھ کر حیرانگی ہوئی۔ حضرت نے فرمایا امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کے متعلق یہ واقعہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شوق حدیث میں بھی لکھا ہے اور دیگر کتب میں بھی ہے جب وہ نیشاپور تشریف لے گئے تو اہل نیشاپور نے ان کا شہر سے باہر نکل کر شاندار استقبال کیا۔ اور استقبال کرنے والوں میں محدثین کی ایک جماعت بھی تھی جس میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ بعد میں محدثین نے امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت حدیث کی اور ان کی خاص آبائی سند سے بھی روایات سنیں۔

اہل بیت مرکز تصوف ہیں

حضرت نے فرمایا اہل بیت کا فیضان تصوف کے تمام سلسلوں میں پھیلا ہوا ہے ہمارے سلسلے میں ایک بزرگ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آتے ہیں جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بیک واسطہ شیخ ہیں کیونکہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مرید تھے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ مرید تھے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

فرمایا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نومسلم تھے اور وہ امام علی رضا کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔

فرمایا کہ نقشبندی سلسلے کی جو شاخ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اس میں بھی اہل بیت کا فیضان ہے وہ اس طرح کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ان کے بعد امام جعفر صادق کا نام آتا ہے گویا کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ مجمع البحرین ہوئے۔ انہیں اپنے ننھیالی سلسلے سے بھی فیض پہنچا اور ددھیالی سلسلے سے بھی فیض پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت

قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت قرأت کی دس سندوں میں سے چار سندیں ایسی ہیں جو خالص اہل بیت کے واسطہ سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بعضے خطباء کی عادت ہے کہ وہ تقریروں میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہ ان کے زمانے میں اتنا علاقہ فتح ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے چپکے سے گزر جاتے ہیں ان کی کوئی فضیلت بیان نہیں کرتے یہ ٹھیک نہیں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں داد شجاعت نہیں دی کونسا معرکہ ایسا ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے رہے ہوں حتی کہ شجاعت ان کے نام سے موسوم ہوگئی لیکن معلوم نہیں یہ حضرات اس سے کیوں غفلت برتتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک محقق عالم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت کے ایسے واقعات درج کیے ہیں جن سے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی دھول اڑادی ہے۔

اہل سنت کی نشانی

حضرت نے فرمایا جس طرح روافض کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض کی بناء پر اہل بیت کی محبت کام نہیں دے گی اسی طرح خارجیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اہل بیت سے بغض رکھنے کی بناء پر کام نہیں آئے گی اور اس کا اس وقت پتہ چلے گا جب نامہ اعمال کھلے گا۔ حضرت نے فرمایا اہل سنت وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت دونوں

سے محبت رکھیں۔ حضرت نے فرمایا اس بارے میں ہمارا مسلک وہی ہے جو قاضی مظہر حسین صاحب کا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام کا لفظ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ایک مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ لکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب میں ایک مکتوب اس بارے میں ہے انہوں نے اس میں فرمایا ہے کہ لفظ امام لکھنا ٹھیک ہے۔ راقم نے عرض کیا حضرت ان مکاتیب کا نام کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مکاتیب کا نام قاسم العلوم اور ان کا اردو ترجمہ بحر العلوم ہے اور ہم نے ان مکاتیب سے یہ مواد اکٹھا کر کے ایک رسالہ شائع کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مقتدا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ہم تو ان کی بات پر عمل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا یہ لوگ ہم سے پرانے امام چھڑواتے ہیں جبکہ بریلویوں نے عجیب حرکت کی ہے کہ داتا دربار کے مرکزی دروازے پر چاروں ائمہ فقہ کے نام لکھ کر ان کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی لکھا ہے۔ یہ باتیں چل ہی رہی تھیں کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عزیزی محمد زید کی تلاوت سننے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ لوگ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ربانی کہتے ہیں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو امام انقلاب کہتے ہیں ایک صاحب نے کہا حضرت مولانا فضل الرحمن بن مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو امام انقلاب کہتے ہیں فرمایا یہ تمام تو امام ہو سکتے ہیں کیا حسین رضی اللہ عنہ امام نہیں ہو سکتے۔

حضرت نے فرمایا دراصل ہم نے اہل بیت کو شیعوں کے حوالے کر دیا فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے شیعوں کے متعلق سوال کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بھی قرآن کی تحریف کا قائل ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا غالباً تذکرۃ الرشید میں ہے کہ شیعوں کے بڑے کافر اور ان کے عوام فاسق ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہی فتویٰ بریلویوں پر بھی صادق آتا ہے۔

سبیل لگانا کفر نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ہمارے ایک سنی بھائی ہیں وہ دسویں محرم کو سبیل لگاتے تھے تو سنی مسلمانوں نے ان کو شیعہ سمجھ کر ان کی دکان کو ۱۹۸۶ء میں آگ لگا دی تھی۔

فرمایا کہ محرم میں تو بریلوی بھی سبیلیں لگاتے ہیں کیا وہ سبیلیں لگانے سے کافر ہو جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا سبیلیں لگانے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

ایران میں پہلے شیعہ نہیں تھے

حضرت نے فرمایا اہل ایران پہلے شیعہ نہیں تھے اسماعیل صفوی ایک متشدد شیعہ تھا اس کی حکومت کے دوران بڑا ظلم و ستم ہوا اس نے شیعت کو مسلط کیا۔ میں نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں ایک خاندان کا ذکر تھا وہ ایرانی خاندان سفر در سفر کے بعد سیالکوٹ پہنچا پھر سیالکوٹ سے لکھنؤ گیا اور لکھنؤ میں اس خاندان کو پذیرائی ملی اور اس خاندان کے ایک عالم مولانا محمد اشرف صاحب تھے۔ جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (چونکہ یہ رائے بریلی میں رہتے تھے جو کہ لکھنؤ سے تقریباً پچاس میل دور ہے) لکھنؤ تشریف لائے تو ان کی لکھنؤ آمد کی وجہ سے لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہوا۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا علم لدنی

مولانا محمد اشرف صاحب کو پتہ چلا کہ ایک پیر صاحب آئے ہوئے ہیں لیکن ان کے ساتھ دو مولوی صاحب ایسے ہیں جو کسی کو بات نہیں کرنے دیتے ایک شاہ اسماعیل شہید اور دوسرے مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد تھے۔ تو انہوں نے (یعنی مولانا اشرف صاحب نے) اپنے ایک بہت زیرک اور فطین شاگرد کو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ انہیں علیحدہ وقت دیا جائے تو حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدہ وقت دیا۔ مولانا محمد اشرف صاحب نے ایک سوال کیا کہ حضرت وما ارسلناك الا رحمة للعالمين کی تشریح فرما دیں حضرت سید

صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عالم تو تھے نہیں اور آج کل عمومی طور پر علماء کا مزاج ہے کہ جس کے ساتھ دورہ حدیث کی سند نہ ہو اس کو اہمیت نہیں دیتے تو چونکہ سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم لدنی اور علم وہبی تھا ان کی تشریح کے فرمانے پر مولانا محمد اشرف صاحب اتنا روئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی اور حضرت کے مرید ہو گئے وہ جو فطین شاگرد تھا وہ تو حضرت کے ساتھ ہی ہو گیا اور بعد میں حضرت کا جانشین بنا جس کا نام شاہ ولایت علی عظیم آبادی تھا۔ حضرت نے ضمناً فرمایا جب یہ خاندان لکھنؤ آیا تھا تو چونکہ یہ بہت خطاط تھے نواب واجد علی خان نے اپنے بیٹوں کو خطاطی سکھانے کے لیے ان کو مقرر کیا۔

شاہِ ایران رضا شاہ کے دور میں تحریف قرآن نہیں تھی

فرمایا: تحریف قرآن شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کے دور میں نہیں تھی۔ اس نے ایک قرآن چھپوایا جس کا عکس گیارہویں صدی کے مشہور خطاط احمد نوریزی (اسے خط نوریز بھی کہتے ہیں) کے قرآن پاک سے کیا۔ اور اس کو اتنا خوبصورت چھپوایا کہ میں خود بے حد متاثر ہوا۔ اور تاج کمپنی والوں نے وہ قرآن منگوایا اور مجھے دکھایا اگر شاہ ایران عقیدے کے لحاظ سے تحریف کا قائل ہوتا تو یہ قرآن نہ چھپواتا۔ دراصل شاہ ایران کے زوال کا سبب ایک کتاب بنی جس میں شاہ ایران نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات شیخین کی تعریف کی تھی۔ یہ بات مجھے اس دور کے ایک عالم نے بتائی اور یہ بھی بتایا کہ تمام سنی شاہ ایران کے ساتھ ہیں۔ اور شیعوں نے اس کتاب کو بہت اچھالا ہے حتی کہ شاہ ایران پر زوال آ گیا وہ مولانا صاحب ایران کے تھے اور دیوبندی تھے انہوں نے بتایا کہ ایران میں اب خمینی کے نام سے ایک دجال آیا ہے۔

حضرت نے فرمایا ہماری دیوبندیت پر دو چیزوں کا وبال پڑا ہے۔ ایک حیات و ممات کے مسئلے کا اور دوسرا حسین رضی اللہ عنہ و یزید کے مسئلے کا۔ انہی باتوں میں کافی وقت گزر گیا ساتھیوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت کچھ آرام فرما لیں۔ حضرت نے فرمایا لو بھائی تھوڑا سا آرام کر لیں حضرت آرام کے لیے تشریف لے گئے۔

مولانا رفیق دلاوری

ظہر کے بعد مولانا نعیم الدین صاحب (استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) تشریف لائے انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت صبح فجر کی نماز کے بعد مسجد میں مولانا ابو القاسم محمد رفیق دلاوری کی کتاب اصلاحات کبریٰ کی تھوڑی سی تشریح کرتا ہوں مولانا نے عرض کیا حضرت یہ بہت مفید کتاب ہے اب میرا خیال ہو رہا ہے کہ ان کے حالات پر کچھ لکھوں کیونکہ ان کے حالات کہیں منضبط نہیں ملتے حضرت نے فرمایا بہت اچھی بات ہے اس کی ضرورت ہے کہ ان کے حالات منظر عام پر لائے جائیں۔

حضرت نے فرمایا میں نے ان کی عمر کے آخری حصے میں زیارت کی ہے میں مولانا ابوذر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا ابوالقاسم کے مکان پر گیا تھا۔ اس وقت وہ بیچارے دوہرے ہو چکے تھے سارے کام خود کرتے تھے۔ ہمارے لیے چائے بھی خود ہی بنا کر لائے ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہوتا تھا۔

حضرت نے فرمایا ان کی یہ عادت تھی کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں بھی بڑی مشقت اٹھا کر مکان کی سیڑھیاں اتر کر (چونکہ ان کا مکان بلندی پر تھا) گھر سے تقریباً ایک فرلانگ دور واقع نیلا گنبد کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

حضرت نے فرمایا ان کا نام محمد رفیق تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت چونکہ ابوالقاسم تھی اس لیے انہوں نے بھی اپنی کنیت ابو القاسم رکھی تھی۔ اور دلاور گوجرانوالہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جس کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ دلاوری کہلاتے تھے۔

حضرت نے فرمایا غالباً انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی زیارت کی تھی ان کا تعلق مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں سے تھا۔ اور ان کی آنکھ بڑی روشن اور شفاف تھی۔

حضرت نے فرمایا ایک صاحب نے کتابوں کا کام شروع کیا تھا بعد میں وہ اسے

جاری نہ رکھ سکے اُن صاحب نے بتایا کہ مولانا دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی کتاب عماد الدین لکھی تو اس کے چھپوانے کے لیے میرے پاس آئے میں نے یہ سمجھا کہ بوڑھے آدمی ہیں ان کی کتاب کون لے گا لہٰذا معذرت کر دی پھر ان کی کتاب شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کی تو مجھے بعد میں افسوس ہوا۔ اور مولانا کی کتابیں شیخ غلام علی اینڈ سنز اب تک شائع کر رہا ہے۔

حضرت سے مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا ان کی ایک کتاب سیرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہے میں نے بہت تلاش کروائی لیکن نہیں ملی حضرت نے فرمایا ان کی کتابیں بڑی عمدہ ہوتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا ان کے حالات کے لیے آپ مولانا علی اصغر عباسی صاحب خطیب نیلا گنبد حال خطیب بادشاہی مسجد سے رابطہ کریں امید ہے ان کو مولانا کے بارے میں معلومات ہوں گی کیونکہ وہ ان کے دور میں بھی نیلا گنبد کی مسجد میں امام تھے۔ اور اس وقت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ مولانا نعیم الدین صاحب نے عرض کیا حضرت میرے والد صاحب پہلے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے جمعہ پڑھا کرتے تھے ان کی وفات کے بعد ہمیشہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے جمعہ پڑھا۔

مولانا نعیم الدین نے عرض کیا حضرت ہمارے ہاں رجال پر کام بہت کم ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا جی ہاں پھر فرمایا البتہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انضباطی مزاج تھا۔ اس لیے یہ بہت بڑا ذخیرہ امت کے لیے چھوڑ گئے جس سے امت فائدہ اٹھا رہی ہے پھر فرمایا اپنی اپنی طبیعتیں ہوتی ہیں ہمارے حضرات پر اخفاء کا غلبہ تھا۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج

ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پروفیسر منظور حسین صاحب نے ان کے حالات کے متعلق ایک دو سوال پوچھ لیے تو حضرت نے فرمایا تم میرے حالات

کا کیا کرو گے؟ کسی نے عرض کیا حضرت سوانح لکھیں گے حضرت نے فرمایا پہلے اپنے والد صاحب (جو کہ پیر تھے) کی لکھیں۔ ایک دفعہ کسی نے ان کے ذاتی حالات کے متعلق پوچھا تو فرمایا حالات تو ہمارے حضرت کے لکھنے کے تھے وہ کسی نے لکھے نہیں ہمارے حالات کیا لکھو گے اور ایک دفعہ فرمایا کہ حالات تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے حضرت کی زندگی کے آخری سالوں میں مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کے حالات پر کچھ لکھنا چاہیے تو انہوں نے فرمایا حضرت کی زندگی میں ممکن نہیں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہوا بھی ایسے ہی۔

فرمایا: مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جب پہلی دفعہ رائے پور حاضری ہوئی چونکہ صاحب قلم تھے انہوں نے واپسی پر رائے پور کے سفر پر مضمون لکھ کر "الفرقان" میں شائع کروایا۔ اور ایک پرچہ حضرت کے ہاں بھی بھیجا۔ بعد میں جب مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے ان سے فرمایا آئندہ اس سے احتیاط کریں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی حال حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ انہوں نے اپنے کچھ حالات نقش حیات میں لکھے تو ہیں لیکن وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کسی شخص نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھا ہوا قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے چھین کر پھاڑ دیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عاشقانہ تعلق تھا حضرت کی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر مشتمل کتابیں فتوح الشام وغیرہ کثرت سے پڑھی گئیں۔ ایک ختم ہو جاتی تو دوسری شروع ہو جاتی بلکہ بعض کتابیں ایک سے زائد مرتبہ پڑھ کر سنائی گئیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ان میں تو ضعیف روایات بھی ہیں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی ہمیں اس سے غرض نہیں ہمیں تو ان سے ایمان ملتا ہے۔

غیر مقلدانہ ذہن

مولانا نعیم الدین صاحب نے عرض کیا حضرت یہ غیر مقلدانہ ذہن بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ جو روایت اپنے نظریے کے خلاف ہو اسے ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں موصوف نے عرض کیا حضرت کراچی کے ایک مفتی صاحب نے شوال کے چھ روزوں والی روایات کو ضعیف قرار دے کر ان روزوں کو متروک قرار دیا ہے۔ اور اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح بعضے لوگوں نے شب برأت کی فضیلت کا بھی انکار شروع کر دیا ہے۔

گلاب کے پھول سے محبت

مولانا نعیم الدین صاحب نے عرض کیا حضرت ایک واقعہ غالباً تذکرۃ الرشید میں نظر سے گزرا شاید یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ان کو گلاب کے پھول سے بڑی محبت تھی اس وجہ سے کہ ایک روایت میں آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینہ سے پیدا ہوا۔ ان سے کسی صاحب نے عرض کیا حضرت یہ روایت ضعیف ہے۔

انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے راوی ضعیف ہے لیکن بات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کر رہا ہے حضرت نے فرمایا غالباً یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کیونکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشقانہ تعلق تھا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مولانا نعیم الدین صاحب نے عرض کیا حضرت تین بج چکے ہیں آپ کچھ آرام فرمالیں۔

حضرت کی مجالس کی اہمیت

حضرت نے فرمایا بہتر ہے کچھ آرام کر لینا چاہیے حضرت آرام کے لیے تشریف لے گئے بعد میں مولانا نعیم الدین صاحب حکیم طارق محمود چغتائی صاحب کے ساتھ گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا حضرت کی باتیں بہت قیمتی ہوتی ہیں میں نے حضرت کے قریبی احباب کی خدمت میں بار بار عرض کیا ہے کہ انہیں جمع کیا جائے لیکن وہ سستی برتتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا میں نے حضرت کی بارہ یا تیرہ[1] مجالس جمع کی تھیں اور مزید جمع کر کے شائع کرنے کا پروگرام تھا لیکن میری مصروفیات اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ انہوں نے فرمایا جو مجالس میں نے جمع کیں ہیں آپ دیکھیں تو حیران رہ جائیں معلومات کا خزانہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تو اس کے لیے نام بھی تجویز کیا تھا یا مجلس نفیس۔

مجلس نفیس میں ترکیب اضافی بھی ہو سکتی ہے یعنی نفیس کی مجلس میں آؤ۔ اور ترکیب توصیفی بھی ہو سکتی ہے یعنی نفیس مجلس میں آؤ۔ انہوں نے فرمایا مجھے جب کسی مسئلہ میں معلومات درکار ہوں اور وہ دستیاب نہ ہو رہی ہوں تو میں حضرت ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ حضرت ماشاء اللہ معلومات کا مخزن ہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے حضرت سے معلومات حاصل کر کے بہت سارے مضامین بھی لکھے ہیں۔

حکیم طارق محمود صاحب نے فرمایا کہ حضرت ابھی چراغ سحری ہیں ابھی ہمیں ان کی مجالس کی قدر نہیں ہے بعد میں پچھتائیں گے۔

شہداء صوفیاء فقہاء سے کبھی نہ ٹکرانا

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا مجھے ایک دفعہ حضرت نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ دو طبقوں سے کبھی نہ ٹکرانا۔ ایک شہداء یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم

[1] مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم کے پاس محفوظ مجالس کی تعداد تقریباً چالیس ہے۔

اور دوسرا صوفیاء ان سے جو بھی ٹکرایا ہے۔ اس نے بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا کہ اس طرح کی بات ایک دفعہ مجھے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی تھی۔ انہوں نے فرمایا رحمۃ اللہ علیہ تھا کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی قرآن میں جہاں اور صفات بیان کیں ان میں سے ایک بشیر اور دوسری نذیر ہے، حضور ﷺ کی صفت بشیر کے وارث صوفیاء اور صفت نذیر کے وارث فقہاء ہیں۔ جو ان سے ٹکرائے گا اپنی دنیا اور آخرت برباد کر بیٹھے گا۔ اور غیر مقلدین نے ان دونوں سے ٹکر لی ہے۔ ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ عصر کی اذان ہو گئی۔

عصر کی نماز کے بعد حسب معمول رمضان تمام احباب افطاری سے کچھ دیر قبل تک ذکر و اذکار میں مشغول رہے پھر حضرت نے احباب کے ساتھ افطاری فرمائی بعد میں نماز ادا کی گئی نماز کے بعد کھانے سے فراغت کے بعد حضرت تھوڑی دیر احباب کے ساتھ بیٹھے۔

بے جان چیزوں کو سجدے

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت جو لوگ آگ کی پوجا کرتے ہیں انہیں اس میں کیا نظر آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا معلوم نہیں کیا کچھ نظر آتا ہے پھر فرمایا لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں بندر کی پوجا کرتے ہیں پانی کی پوجا کرتے ہیں اس پر ایک واقعہ سنایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک نہر تھی اس میں ایک خاص موسم میں پانی آتا تھا جب اس میں پانی آنے کے قریب ہوتا تو لوگ اپنی اپنی زمینوں کے سامنے پانی کے آگے بند باندھ دیا کرتے جب پانی آتا تو نالیوں کے ذریعے اپنی زمین کو سیراب کر کے بند کھول دیتے پھر پانی آگے چلا جاتا تھا حضرت نے فرمایا میں نے ہندوؤں کو خود دیکھا کہ جس آدمی نے بند کھولنا ہوتا وہ چند قدم پانی کی طرف جا کر اس کے آگے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھکتا تھا پھر بند کھول کر پانی کو اپنے علاقے میں لے جاتا۔

حضرت نے فرمایا میں نے بعض مسلمانوں کو ان کی دیکھا دیکھی ایسے کرتے

دیکھا۔ عشاء کی نماز کے قریب رائپور سے کچھ آدمی تشریف لائے حضرت ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور طبیعت پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت نے ان کی خیریت معلوم کی ان کو کھانا کھلایا اور رائپور کے حالات کے متعلق دریافت فرمایا۔

خانقاہ رائے پور دوبارہ آباد

انہوں نے عرض کیا حضرت اب ماشاء اللہ مولانا عبدالقیوم صاحب نے دوبارہ خانقاہ کو آباد کر دیا ہے۔ حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دریافت فرمایا ان کو کس سے اجازت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ عبدالرشید صاحب سے اجازت ہے اور یہ ان کے بھتیجے ہیں۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور ان کو دعائیں دیں کہ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ پھر اپنے معمولات کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔
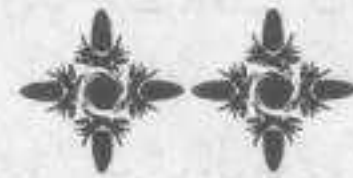
مجلس : ۷

مجلس ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز پیر

مولانا دلاوری کی کسمپرسی

آج نماز فجر کے بعد حکیم طارق صاحب نے عرض کیا حضرت علم وفضل میں کمال رکھنے والے بعض لوگ گمنامی میں زندگی گزار دیتے ہیں جیسے مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت نے فرمایا جی ہاں لیکن مولانا ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو گمنامی کی زندگی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کی کتابیں کافی مشہور ومعروف ہیں ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار دی۔

رائے پور سے تشریف لانے والے مہمانوں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ہمیں ابھی سمجھوتہ ایکسپریس کے ذریعے انڈیا جانا ہے حضرت نے انہیں رخصت فرمایا۔ بعد میں حضرت نے فرمایا اگر ہمیں ان کی جلد واپسی کا علم ہوتا تو ہم رات کو ہی کوئی رقعہ وغیرہ دے دیتے ہم نے تو سمجھا وہ کچھ دن قیام فرمائیں گے۔ بعد میں حضرت نے فرمایا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ اصول بڑا اچھا تھا کہ آتے ہی پوچھتے کس ارادہ سے آئے اور کتنے وقت کے لیے آئے؟

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے کہ ان کے اصول وضوابط بڑے سخت قسم کے تھے۔

حضرت نے فرمایا عام لوگوں کے لیے اتنے سخت نہیں تھے علماء حضرات کے لیے خوب سخت تھے۔ حضرت نے بڑے لوگوں کو سیدھا کر دیا۔ خاص طور پر جبے اور دستار والے۔

مولانا علی احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب

حضرت نے فرمایا کہ ایک مولانا علی احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب تھے وہ مخزن العلوم خانپور میں پڑھاتے تھے۔ انہوں نے اپنا یہ واقعہ مجھے خود سنایا۔ انہوں نے فرمایا میں مخزن العلوم میں پڑھاتا تھا میرے دل میں آیا کہ کسی بزرگ سے بیعت کرنی چاہیے اس وقت تھانہ بھون کی خانقاہ کا شہرہ تھا۔ میں تھانہ بھون پہنچا۔ خانقاہ میں داخل ہوتے ہی حضرت کے اصول پڑھے تو میں نے دل میں کہا ''اتھے دال نہیں گلدی'' (یہاں دال نہیں گلے گی) میں نے اپنی لنگی کندھے پر ڈالی اور رائپور پہنچا وہاں دیکھا تو سوچا دال گل جائے گی پھر حضرت سے بیعت ہوگئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا علی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے سے قد کے تھے۔ بڑے ذاکر شاغل تھے۔ انہوں نے ہزار دانے والی بڑی تسبیح رکھی ہوئی تھی۔ ان کی عادت تھی ذکر کرتے کرتے سو جاتے جب آنکھ کھلتی تو جہاں سے ذکر چھوڑا ہوتا وہیں سے شروع کرتے مثلاً لا الہ کہہ لیا ابھی ضرب نہیں لگائی تھی کہ نیند آ گئی سوئے رہے تھوڑی دیر کے بعد جب جاگ آتی تو الا اللہ کی ضرب لگاتے۔

حضرت نے فرمایا ان کے دو بیٹے اب خیر المدارس میں پڑھاتے ہیں ایک مولانا انور صاحب اور دوسرے مولانا محمد ازہر صاحب جو کہ ماہنامہ الخیر کے مدیر ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ دونوں اپنے والد صاحب کی وفات کے وقت چونکہ بچے تھے اس لیے زیادہ حالات سے واقف نہیں۔

حضرت نے فرمایا چند سال پہلے مدینہ منورہ میں تقریباً پچیس دن ٹھہرنا ہوا صبح کا ناشتہ صوفی اقبال صاحب ہوشیار پوری کے ہاں ہوتا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ ناشتے

کے دوران مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ میں نے ایک دفعہ مولانا علی میاں صاحب سے سوال کیا حضرت آپ نے بڑے بڑے مشاہیر کا زمانہ پایا۔ مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور ان حضرات کے ساتھ آپ کے روابط بھی تھے پھر کیا وجہ تھی کہ آپ ان کی بجائے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ ہے (مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ وتذکیر اور تصنیف وتالیف کا طنطنہ تھا، اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دارالعلوم دیوبند کی مسند صدارت اور جمعیت علماء ہند کی امارت) اور یہاں کچھ بھی نہیں۔ (نہ وعظ وتذکیر نہ تصنیف وتالیف اور نہ ہی مسند حدیث) اس لیے یہیں پڑ گیا۔

بزرگوں کے مختلف مزاج

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کو دیکھتے ہیں وہ اور طرح کا ہے اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج اس کے بالکل متضاد ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت نے فرمایا متضاد نہیں ہے بلکہ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

فرمایا چونکہ لوگوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض کو ایک مزاج سے مناسبت ہوتی ہے ان کو اسی سے فائدہ ہوتا ہے دوسرے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ رب العزت نے بزرگوں کے مزاج بھی مختلف بنائے ہیں پھر حضرت نے ذوق کا شعر پڑھا۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

حضرت نے فرمایا ہمارے حضرات میں اخفاء بہت زیادہ تھا ورنہ پہلے بزرگوں

کے حالات میں آتا ہے کہ بیعت کے لیے آنے والے شخص کو دیکھتے اگر انہیں محسوس
ہوتا کہ وہ ان سے فائدہ حاصل کر سکے گا تو بیعت کر لیتے ورنہ کہہ دیتے کہ تمہیں یہاں
سے فائدہ نہیں ہوگا فلاں جگہ جاؤ۔ اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا۔

بیعت کے لیے دوسری جگہ بھیج دیا

فرمایا کہ دو شخص ایک ولایت سے (ولایت افغانستان کے ایک علاقے کا نام
ہے) عبدالرحیم نامی اور دوسرے جان محمد نامی سرحد کے علاقے سے شیخ کی تلاش میں
نکلے اور دونوں طالب صادق تھے۔ پھلاسہ میں ایک شیخ رحم علی صاحب سلسلہ قادریہ کے
شیخ تھے کافی معمر تھے تقریباً سو سال کے تھے۔ ان کی خدمت میں پہنچے ان سے فیض
حاصل کیا لیکن ان کا جلد انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد ان دونوں نے اپنے اندر
مزید طلب پائی۔ اس طلب کی تکمیل کے لیے شاہ عبدالباری امروہی کی خانقاہ امروہہ
حاضر ہوئے اور خادم کو اپنے نام بتا کر شیخ کی خدمت میں بھیجا اور آنے کا مقصد کہلوا
بھیجا۔ شیخ نے اندر سے ہی نام سن کر خادم سے فرمایا کہ عبدالرحیم کو کہو یہیں ٹھہریں
اور جان محمد کو کہو تم دلی جاؤ۔ تمہیں وہاں فائدہ ہوگا شیخ عبدالرحیم صاحب وہیں ٹھہرے
اور شاہ عبدالباری صاحب سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں تکمیل کر کے انہوں نے سہارنپور
میں ایک چھوٹی سی مسجد ابو بنی میں ڈیرہ لگایا۔

مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا حجرہ بھی تھا وہیں حاجی صاحب کا قیام تھا خوب
فیضان ہوا۔ پھر جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا دوآبے (سہارنپور، دیوبند وغیرہ) کا تاریخی
سفر ہوا جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے ہوا تھا۔ اور رخصت
کے وقت انہوں نے اپنا جبہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچایا تھا اس سفر میں جب
سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور پہنچے تو اہل سہارنپور نے ان کا شہر سے نکل کر استقبال کیا۔
جبکہ استقبال کرنے والوں میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے ان کی عمر
اس وقت ۷۰ سال سے متجاوز تھی جبکہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بالکل نوجوان تھے
تقریباً ۳۵ سال کے تھے۔

شیخ وقت کی نوجوان کے ہاتھ پر بیعت

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین دن شاہ عبدالرحیم صاحب کی مسجد میں قیام کیا۔
حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے باوجود اس کے کہ ان کا سارے علاقے میں طوطی بولتا
تھا۔ اور سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجاز بھی تھے پھر بھی حضرت سید احمد
شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت
کیوں کی۔ انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اسی میں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کوئی اتنا
بڑا شیخ ہو کر مسند ارشاد کو چھوڑ کر نوجوان کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اور نہ صرف خود
بیعت ہوئے بلکہ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی (مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر
مکی رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر خلفاء کو بلوایا اور ان کو بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر
بیعت کروائی۔ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرتے
ہی چاروں سلسلوں میں خلافت عطا فرمائی اور جس وقت حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنی تحریک جہاد شروع کی تو حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اس میں شریک ہو گئے اور جہاد
کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حاجی عبدالرحیم صاحب کا مدفن

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بالاکوٹ میں شہید
ہوئے حضرت نے فرمایا پہلے ہمارا خیال یہی تھا لیکن بعد میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوا
کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالاکوٹ سے پہلے ضلع مردان میں دو قصبے ہیں۔ طورو اور مایار ان
کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے مایار پہلے آتا ہے اور طورو بعد میں وہاں ایک
زبردست معرکہ ہوا تھا اس میں شہید ہوئے۔ ہوا یوں کہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
لشکر وہاں ٹھہرا ہوا تھا (اور اس وقت لشکر کے سپاہیوں کی تعداد کم تھی) اس وقت ان پر

ایک گھڑ سواروں کا بڑا لشکر حملہ آور ہوا اور ان کا سردار دور سے پکار رہا تھا سید کجا است۔

شاہ صاحب نے یہ سنا تو لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا اگر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ نہ رہے تو ہماری زندگی کس کام کی ان پر ٹوٹ پڑو۔

یہ کہہ کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑے کی لگام چھوڑ کر تلوار چلاتے ہوئے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف جا نکلے اور اس جنگ میں شدید زخمی ہو کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔

راقم نے عرض کیا حضرت ان کا مدفن وہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا ہم ان کا مدفن تلاش کرتے ہوئے جب مایار پہنچے تو لوگوں نے کہا فلاں خان صاحب کو ملیں ان کو معلومات ہوں گی۔ اس وقت عصر کا وقت ہو چکا تھا خان صاحب نے چائے کا اصرار کیا اتنے میں مغرب ہو گئی ہم وہاں نہ جا سکے۔ پھر میں نے اپنے ایک دوست جو کہ مانسہرہ میں پروفیسر ہیں ان کے ذمہ لگایا انہوں نے تحقیق کر کے اسے تلاش کیا۔

ان کا مدفن طور و شروع ہونے سے کچھ پہلے ہے۔ بعد میں پروفیسر صاحب نے شاہ صاحب پر ایک مضمون بھی لکھا جو کالج کے گزٹ میں چھپا غالباً اس میگزین کا نام کنہار ہے۔

حضرت نے فرمایا میں نے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کافی سارے حالات جمع کیے ہوئے ہیں لیکن کوئی آدمی ہی نہیں ملتا جس سے کام لیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت آدمی کے معیاری ہونے کی کسوٹی کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا اسے لکھنے کا سلیقہ ہو۔ صاحب مطالعہ ہو۔ حوالے بھی تلاش کر سکتا ہو اور قریب بھی رہتا ہو تا کہ اس کے ذمے کوئی کام بھی لگایا جا سکے۔ قاری محمد شاہ صاحب میں صلاحیت ہے کیونکہ یہ قریب رہتے ہیں لیکن یہ قرآن سنانے میں مصروف ہیں ہم نہیں چاہتے کہ ان کے کام میں حرج ہو۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت یہ مولانا غلام رسول مہر صاحب کون تھے؟

حضرت نے فرمایا بڑے فاضل انسان تھے لاہور میں رہتے تھے۔ میں نے ان سے ملاقات کی ہے موصوف نے عرض کیا حضرت باشرع تھے۔ حضرت نے فرمایا نمازی تو تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاہدے میں کون سی شرطیں لگائیں

حضرت نے فرمایا یہ جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ میں یہ شرط لگائی تھی کہ ان کا اور ان کے بھائی اور دیگر اعزہ کا وظیفہ مقرر کیا جائے یہ بات غلط ہے یہ بات اس لیے مشہور کی گئی تا کہ ان کی کردار کشی ہو۔

حضرت نے فرمایا علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقۃ میں اس معاہدے کا ذکر کیا ہے اور اس میں چھ شرطیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے پہلی شرط یہ تھی کہ خلافت راشدہ کی طرز پر حکومت کی جائے گی اور دوسری شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کریں گے۔ حضرت نے فرمایا ان شرائط میں کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو کہ ہمارے لیے وظائف مقرر کیے جائیں۔

باقی جو آتا ہے کہ انہوں نے کہا ہمارے قرضے ادا کیے جائیں اس سے مراد حکومتی قرضے ہیں نہ کہ ذاتی۔

ایک صاحب نے حضرت کو ایک احراری کے انتقال کی خبر دی تو حضرت پر رقت طاری ہو گئی اور فرمایا انشاء اللہ سارے احراری تحریک ختم نبوت کی برکت سے بخشے جائیں گے۔ تراویح کے بعد ایک صاحب دلدار نامی بمع احباب تشریف لائے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک

موصوف کا بیعت کا تعلق حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ انہوں نے عرض کیا

کہ میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اگالدان صاف کیا کرتا تھا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ لوگ اپنے پیروں کی چیزیں برکت کے طور پر رکھتے ہیں کیوں نہ میں بھی حضرت کے لعاب دہن والا پانی بطور تبرک رکھوں۔ چنانچہ میں نے وہ پانی بوتلوں میں جمع کرنا شروع کر دیا حضرت کی وفات کے بعد میری عادت تھی اگر مجھے کوئی کہتا کہ میرے سر میں درد ہے یا جسم میں کسی جگہ درد ہے تو میں اس کو وہ پانی درد والی جگہ پر لگانے کے لیے دے دیتا اللہ رب العزت اس کی برکت سے شفاء نصیب فرما دیتے۔ حضرت کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک حضرت کا یہ فیضان جاری رہا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مستعمل اگالدان ابھی تک محفوظ ہے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال کرنے کے لیے وہ اگالدان رکھا۔ حضرت نے اس کو بطور ادب استعمال نہیں فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وقت حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پان کھایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں تو پھر پان بھی چھوڑ دیا تھا اور چائے بھی۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا والہانہ تذکرہ

دلدار صاحب نے عرض کیا حضرت ایک دفعہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ فیصل آباد میں مولانا انیس صاحب کی مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے صبح روانگی تھی رات کو بیعت ہونے والوں کا ہجوم تھا لوگ مسلسل بیعت ہونے کے لیے آ رہے تھے اتنے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو حضرت آرام نہیں کر سکیں گے تو انہوں نے بلند آواز سے یہ فرمایا کہ ہمارے حضرت کو آرام کی ضرورت ہے لہٰذا انہیں آرام کرنے دو۔ میں حضرت کا خلیفہ اعظم ہوں برحق خلیفہ ہوں میرے پاس آؤ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات شاہ صاحب ہی کہہ سکتے تھے اور

ان کو یہ بات جچتی بھی تھی حضرت نے فرمایا حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زائرین کی کثرت دیکھ کر کسی نے یہ شعر کہا

حسن کی جنس خریدار لیے پھرتی ہے
ساتھ بازار کا بازار لیے پھرتی ہے

حضرت نے فرمایا کسی ایک احراری نے بھی جماعت سے غداری اور بے وفائی نہیں کی اور یہ سب حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلوص کی برکت تھی۔ کیونکہ جماعت اپنے لیڈر سے بنتی ہے۔ لیڈر کا خلوص اس میں کام آتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کا کوئی عہدہ نہیں لیا تھا بلکہ بغیر عہدے کے کام کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو دو پیسے کا ممبر بھی نہیں ہوں (غالباً اس وقت ممبر شپ فیس دو پیسہ ہوگی)

حضرت نے فرمایا شعر پڑھنا تو حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ختم تھا۔ تقریر کے دوران ترنم سے شعر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ امروہہ میں حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر ایک شعر پڑھا وہ شعر سن کر دو نوجوان تڑپ کر بے ہوش ہو گئے۔

مولانا مظہر علی اظہر کی حق گوئی

حضرت نے فرمایا ایک دفعہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی افضل صاحب (سلطان فاؤنڈری والے) سے فرمایا آپ ذرا ٹھہر جائیں یہ اس دن کی بات ہے جب مولانا مظہر علی اظہر نے ۱۹۵۳ء کی تحریک کے سلسلے میں تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیا تھا اور ان کو کھری کھری سنائیں تھیں۔

جج نے مولانا سے کہا آپ کو معلوم ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی آپ کو اس بیان کے نتیجے میں قتل کر دے۔ مولانا نے فرمایا میں سمجھوں گا کہ اس نے آپ کے ایماء پر کیا

ہے۔ اس دن اپنے لوگوں نے بھی مولانا کو ملامت کی کہ آپ کو اتنا سخت بیان نہیں دینا چاہیے تھا آپ نے تو ہمیں مروا دیا یہ باتیں حضرت تک بھی پہنچیں۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ حاجی افضل صاحب کو ساتھ لے کر ان کی طرف گئے اور ان کے گھر پہنچ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا آپ نے آج علماء کی لاج رکھ لی۔

شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ

راقم نے عرض کیا حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جو شیخ تھے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

حضرت نے فرمایا نہیں یہ اور ہیں ان کا نام شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تھا یہ خلیفہ تھے۔ اخوندزادہ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ (سواتی) کے۔ جبکہ وہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے اور ان کا نام شاہ عبدالرحیم ولایتی تھا۔

راقم نے عرض کیا حضرت توجہ کیا ہوتی ہے فرمایا ذکر اذکار کی کثرت اور مجاہدے کے ساتھ یہ استعداد آدمی میں پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر روحانی طور پر اثر ڈال سکتا ہے اسے توجہ کہتے ہیں۔ پھر فرمایا شاہ عبدالرحیم ولایتی کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اگر کسی پر ایک میل دور بیٹھ کر توجہ ڈالتا تو اس پر حال طاری ہو جاتا تھا۔

پیروں کے بارے میں غلط مشہور کی ہوئی باتیں

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان کے شیخ نے لاہور جانے کا فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہاں حضرت میراں حسین زنجانی ہیں تو شیخ نے فرمایا تم جاؤ جب وہ لاہور پہنچے تو میراں حسین کا جنازہ جا رہا تھا اس کی کیا حقیقت ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ ایسے ہی بات ہے کیونکہ میراں حسین کا

زمانہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً سو سال بعد کا ہے۔ کیونکہ سیر العارفین میں لکھا ہوا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی لاہور میں میراں حسین زنجانی کے مہمان ہوئے۔

حضرت نے فرمایا اصل میں مجاوروں کی عادت ہوتی ہے ایسی ہی من گھڑت باتیں بناتے ہیں جس سے صاحب مقبرہ کی عظمت نمایاں ہو۔ پھر فرمایا جیسے پیر مکی کے مجاروں نے مشہور کیا ہوا ہے کہ پیر مکی نے شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی تربیت کی۔ حضرت نے فرمایا یہ غلط بات ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان کافی زمانے کا فاصلہ ہے۔

حضرت نے فرمایا ہمارا گلبرگہ جانا ہوا تو وہاں ایک بزرگ شیخ سراج الدین کا مقبرہ روضہ شیخ کے نام سے مشہور ہے انہوں نے یہ بات مشہور کی ہوئی ہے کہ پیر صاحب نے آخر عمر میں کھچڑی بنوا کر الماری میں رکھ دی اور اس کو تالا لگوا دیا اور فرمایا اس کھچڑی کو جو آدمی کھائے گا اس کو مجھ سے فیض پہنچے گا۔ لیکن یہ تالا ہر کسی سے نہیں کھلے گا بلکہ ایک شخص آئے گا وہ تالے کو ہاتھ لگائے گا تو تالا کھل جائے گا چنانچہ بہت لوگوں نے ہاتھ لگایا لیکن تالا نہ کھلا جب سید گیسو دراز گلبرگہ آئے تو سیدھے ادھر تشریف لے گئے اور تالے کو ہاتھ لگایا تالا کھل گیا کھچڑی اس وقت تک گرم تھی انہوں نے کھچڑی کھائی تو شیخ کا فیض ان کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا حالانکہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا ہے۔

مجلس : ۸

۱۵رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل

ہمارے خلیفہ کہاں؟

آج دوپہر کے وقت ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے عرض کیا حضرت میں نے پہلے بھی ایک دفعہ آپ سے فلاں شہر میں آپ کے فلاں خلیفہ کے ہاں ملاقات کی تھی۔

حضرت نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر فرمایا ایک دفعہ ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کے خلفاء کی تعداد کتنی ہے حضرت نے فرمایا بھائی میں کیا چیز ہوں جو میرا خلیفہ ہو' میرا تو کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ کچھ دوست ہیں پھر حضرت نے فرمایا بھائی ہمارے بزرگوں کا یہ مزاج نہیں ہے کہ خلفاء شمار کریں یا فہرست بنوائیں۔ ہمارے ہاں اگر کسی کو اجازت ہو بھی تو وہ اس کو چھپاتے ہیں تشہیر نہیں کرتے ہم اس کے اہل کہاں ہیں کہ ہمارے خلیفہ ہوں' البتہ کچھ دوست ہیں۔

تصوف اور فلاسفہ

ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے تصوف کے بعض مسائل کے بارے میں فلاسفہ کے اقوال پیش کیے' حضرت نے فرمایا بھائی ضروری نہیں کہ ہر چیز دلیل سے ثابت ہو تو اسے مانا جائے بلکہ بعض چیزیں بغیر دلیل کے مانی جاتی ہیں۔ پھر حضرت نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں خدا کی اس لیے پرستش کرتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے۔

حضرت نے فرمایا زیادہ فلسفے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے ورنہ صرف فلسفہ ہی رہ جاتا ہے اور ایمان جاتا رہتا ہے اور ایمانیات میں فلاسفہ کی بجائے اہل علم وفضل کی بات ماننی چاہیے' انہوں نے عرض کیا حضرت فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا مطالعہ کرنا کیسا ہے' حضرت نے فرمایا یہ بڑی مشکل کتابیں ہیں ان کو کسی سے پڑھا جائے تو صحیح سمجھ آتی ہیں ورنہ نہیں آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التکشف عن مہمات التصوف' اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عبقات کا مطالعہ کریں انہوں نے عرض کیا حضرت اگر آدمی والدین کے لیے ایصال ثواب کرتا رہے اور ان کے لیے دعا بھی کرتا رہے لیکن ان کی قبر پر نہ جا سکے تو اس کا کوئی گناہ تو نہیں۔

حضرت نے فرمایا نہیں۔

ابن عربی کا انکشاف

انہوں نے عرض کیا حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں بڑی جامع ہیں مجھے یہ دعا **اللهم ارنى حقيقة الاشياء كما هى** بڑی اچھی لگتی ہے۔

حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت اپنے مقرب بندوں پر اشیاء کی حقیقتیں منکشف کرتے رہتے ہیں' حضرت نے فرمایا کہ ان سائنسدانوں کو تحقیق کے بعد آج معلوم ہوا ہے کہ مریخ پر حیات کے اثرات موجود ہیں جبکہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں سال پہلے اپنی کتاب میں اس بات کو بیان کیا' حضرت نے ایک واقعہ سنایا۔

روح رو رہی تھی

جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہجرت کا پروگرام بن گیا اور انہوں نے اگلے دن کوچ کرنی تھی تو انہوں نے تہجد کے بعد کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک چیز کو سسکیاں لے کر روتے ہوئے دیکھا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں رو رہی ہو' اس نے کہا میں اس مکان کی روح ہوں آپ کی جدائی کی وجہ سے رو رہی ہوں۔

بزرگوں کا کھانے میں عجیب انداز

آج افطاری کے بعد جب احباب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے اور حضرت ابھی تک مشغول طعام تھے تو حضرت نے فرمایا بھائی آپ لوگ تو جلدی فارغ ہو جاتے ہو میں ابھی تک کھانے میں مصروف ہوں' ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتے۔ ایک چپاتی اٹھا کر کھانا شروع کرتے مہمان اچھی طرح کھا کر سیر ہو جاتے لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک چپاتی ختم نہیں ہوتی تھی۔

خواجہ نظام الدین کی ہمدردی

حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب وہ دستر خوان پر کھانے کے لیے بیٹھتے' ایک لقمہ توڑ کر اس کو کافی دیر تک سالن کی پلیٹ میں گھماتے پہلے ایک طرف کو پھر دوسری طرف' مہمان اچھی طرح سیر ہو جاتے تھے جبکہ حضرت نے چند لقمے ہی کھائے ہوتے تھے۔

حضرت نے فرمایا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ دستر خوان پر بیٹھ کر ایک لقمہ توڑتے تھے مہمان کی فراغت تک ایک لقمہ حضرت کے منہ تک نہ پہنچتا تھا بلکہ مہمانوں کو کھلاتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالاخانے پر کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ بازاری عورتوں کی جھونپڑیوں کو آگ لگی ہوئی ہے' فوراً خدام کو بھیجا کہ ان کا انتظام کریں' اور ان میں سے ہر ایک عورت کو اس زمانے کا ایک ایک روپیہ دیا' ایک دفعہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمنا کے کنارے ایک عورت کو دریا کے کنارے واقع کنویں سے پانی بھرتے دیکھا انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم دریا سے پانی کیوں نہیں لیتی' کنویں سے کیوں لیتی ہو' اس نے کہا دریا کا پانی ہاضم ہوتا ہے جبکہ ہمارے پاس

کھانے کے انتظام کے لیے پیسے نہیں ہوتے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس عورت سے فرمایا تم دریا سے ہی پانی لیا کرو کنویں سے نہ لیا کرو پھر حضرت نے اس کے لیے وظیفہ مقرر فرما دیا۔

آج سے آٹا دوگنا کر دو

حضرت شاہ صاحب پر اس واقعے کے بیان کرنے کے دوران رقت طاری تھی' حضرت نے فرمایا چونکہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں سے اجتناب فرماتے تھے اس لیے اکثر بادشاہ ان سے ناراض رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے اپنے درباریوں اور لشکر کے سپاہیوں کو جو کہ حضرت کی خدمت میں نذرانے دیا کرتے تھے۔ ان پر نذرانے دینے پر اور ملاقات پر پابندی لگا دی' اس نے سمجھا کہ نذرانے نہیں ملیں گے تو ان کا لنگر بند ہو جائے گا حضرت کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لنگر کے نگران سے فرمایا کہ آج سے آٹا دوگنا کر دو' تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ لنگر چلانے والا کوئی اور ہے۔
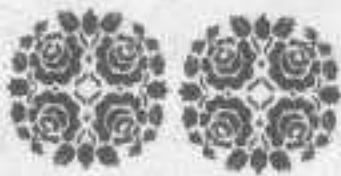
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز بدھ

احناف میں حفاظ زیادہ کیوں ہیں

سحری کے بعد حضرت کا معمول تھوڑی دیر بیٹھنے کا ہے پھر بعد میں نماز ادا کرتے ہیں آج بھی حسب معمول سحری کے بعد حضرت احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ شام اور دیگر عرب ممالک میں حفاظ کی تعداد کم ہے' جبکہ برصغیر پاک و ہند میں حفاظ بہت کثرت سے ملتے ہیں حضرت نے فرمایا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان حضرات کے ہاں نماز میں اگر دیکھ کر قرآن مجید پڑھا جائے اس سے نماز میں خلل نہیں آتا' جبکہ ہمارے ہاں نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے وہ لوگ حفظ کرنے کی مشقت برداشت نہیں کرتے اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا کہ ہمارے ایک دوست قاری مشتاق صاحب وہ مدینہ منورہ میں ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے چند عربوں کو اس بارے میں بحث کرتے دیکھا کہ یہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک رات میں قرآن ختم کر لیتے تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے' قاری صاحب نے ان سے کہا یہ کوئی خلاف واقعہ بات نہیں بلکہ ایسا آج کے دور میں بھی ممکن ہے انہوں نے قاری صاحب سے کہا اگر ممکن ہے تو پھر پڑھ کر دکھاؤ' قاری صاحب نے انہیں ایک رات میں قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ان میں سے ایک آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے نماز میں دیکھ کر قرأت کرنا درست نہیں اس کی وجہ سے ان کے متبعین میں حفاظ کی تعداد زیادہ ہے۔

فرمایا اب عرب میں حفظ قرآن کا ذوق پیدا ہو رہا ہے اور اس میں پاکستانی قراء کا دخل ہے اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے عربی پڑھنے آتے تھے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فجر کی اذان شروع ہو گئی' بعد میں حضرت نے نماز ادا فرمائی نماز کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا حضرت تسبیحات پڑھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔

حضرت نے فرمایا اس کو کام سمجھیں تو پھر سستی نہیں ہو گی لوگ ذکر اذکار کو کام نہیں سمجھتے اس لیے ان کے کرنے میں غفلت برتتے ہیں۔

کھانسی کا علاج

انہوں نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں دعا کی درخواست کی کہ اسے کھانسی کی شکایت تھی کافی علاج کروایا لیکن افاقہ نہیں ہوا' اب دمے کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔

حضرت نے فرمایا کھانسی کے لیے سہاگہ شہد کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے یا انجیر کو دودھ میں ڈال کر ابالا جائے پھر انجیر کو کھا لیا جائے اور دودھ پی لیں' اس سے کھانسی اور دمے کو افاقہ ہوتا ہے انگریزی دوائیں استعمال نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ یہ بلغم کو خشک کرتی ہیں جس سے بعد میں مرض بڑھ کر دمے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تعلیم مکمل کر کے پھر جہاد

ایک مجاہد ساتھی تشریف لائے حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ نے مدرسے میں بھی کچھ پڑھا ہے یا نہیں انہوں نے عرض کیا حضرت پچھلے سال ملتان میں کتابیں پڑھتا تھا پھر افغانستان چلا گیا' اور یہ سال افغانستان میں لگایا۔

حضرت نے اس کی بات سن کر کافی افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا بھائی پہلے تعلیم مکمل کرنی چاہیے بعد میں جہاد کرنا چاہیے حضرت نے فرمایا طالب علم پڑھائی سے ڈر کر افغانستان بھاگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جہاد کرتے ہیں' ایک صاحب نے عرض کیا حضرت پڑھنا اتنا مشکل تو نہیں پھر لڑکے پڑھائی چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہیں

حضرت نے فرمایا اصل میں طبیعت میں آوارگی ہوتی ہے سیر سپاٹے کا شوق ہوتا ہے جو پڑھنے سے پورا نہیں ہوتا کیونکہ پڑھائی میں ایک جگہ جم کر رہنا ہوتا ہے استاد کے آگے گردن جھکانی پڑتی ہے اس لیے پھر وہ افغانستان کی طرف بھاگتے ہیں۔ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں ان کی اجازت کے بغیر چلے جاتے ہیں یہ کون سا جہاد ہے۔ حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر لوگوں سے کہا جائے کہ ایک جگہ بیٹھ کر نماز پڑھیں ذکر اذکار کریں تو تیار نہیں ہوں گے' اگر کہا جائے حج پہ چلیں تو فوراً تیار ہو جائیں گے کیونکہ اس میں عبادت کے ساتھ ساتھ سیر بھی ہو جاتی ہے۔

جہاد کے لیے تربیت اور حسن نیت ضروری ہے

حضرت نے فرمایا جہاد کے لیے تربیت ضروری ہے تربیت اور حسن نیت کے حاصل کیے بغیر جہاد نہیں ہوتا' حضرت نے فرمایا میں کہا کرتا ہوں کہ پہاڑ کے برابر عمل ہو لیکن اگر نیت ٹھیک نہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں لیکن اگر چھوٹا سا عمل حسن نیت کے ساتھ کیا جائے تو وہ کارآمد ہے حدیث پاک کا مفہوم ہے قیامت میں سب سے پہلے ایک عالم اور ایک سخی اور ایک شہید کو لایا جائے گا' اللہ رب العزت عالم سے فرمائیں گے میں نے تجھے علم کی نعمت دی تو نے کیا کیا وہ کہے گا یا اللہ میں نے تیرے لیے وعظ وتذکیر کی تیرا نام بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ بولتے ہو تم نے وعظ وتذکیر اس لیے کی تھی کہ لوگ بڑا علامہ کہیں۔ ہم نے اس کا بدلہ تمہیں دنیا میں دے دیا اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح اللہ رب العزت سخی سے پوچھیں گے وہ کہے گا میں نے رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کیا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے تم جھوٹ بولتے ہو تم نے اس لیے خرچ کیا تا کہ تمہیں سخی کہا جائے وہ کہا جا چکا اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک شہید کو لایا جائے گا اللہ رب العزت اس پر کیے ہوئے انعامات کا ذکر فرمائیں گے اور دریافت فرمائیں گے تم نے کیا کیا۔ وہ کہے گا کہ ایک جان تھی وہ بھی آپ کے راستے میں قربان کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں

گے تم جھوٹ بولتے ہو تم نے اس لیے جہاد کیا تا کہ تمہیں بزدل نہ کہا جائے بہادر کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔ لہٰذا اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت نے فرمایا چونکہ تربیت کے بغیر جہاد کرتے ہیں پھر پاکستان آ کر چوریاں اور ڈاکے ڈالنا شروع کر دیتے ہیں جس سے مجاہدین اور سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے باعث بدنامی بنتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا یہ لوگ افغانستان جا کر ان کے تعاون کی بجائے ان پر بوجھ بنتے ہیں کیونکہ حکومت طالبان کی طرف سے یہ پیغام بھیجا گیا ہے کہ ہمیں افرادی قوت نہیں چاہیے بلکہ ہمیں مالی تعاون کی ضرورت ہے اور یہ لوگ ان کے اخراجات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

حضرت نے ان سے دریافت فرمایا آپ نے گزشتہ سال کون سا درجہ پڑھا ہے اس نے عرض کیا حضرت اولیٰ۔ حضرت نے فرمایا ابھی سے تمہارا یہ حال ہے تو آگے کیا بنے گا۔

حسین نام بدلنے کی عجیب وبا

حضرت نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت میرا نام عبیداللہ ہے۔

حضرت نے دریافت فرمایا پہلے بھی تمہارا یہی نام تھا یا کوئی اور نام تھا۔ اس نے عرض کیا حضرت پہلے میرا نام عاشق حسین تھا بعد میں میرے استاد صاحب نے بدل کر عبیداللہ رکھا۔

حضرت نے فرمایا بھائی عاشق حسین نام میں کیا خرابی تھی جو اس کو بدل دیا۔

حضرت نے فرمایا یہ عجیب وبا چل پڑی ہے جس کے نام کے ساتھ حسین ہو اس نام کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں واقعات ایسے سننے میں آئے ہیں۔

پھر حضرت نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر نام تبدیل کرنا ہی تھا تو صرف حسین رہنے دیتے۔

حضرت نے فرمایا اور لوگوں کے نام ان کے والدین نے رکھے لیکن حسین نام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا رکھا ہوا ہے۔ حضرت حسین بڑے شجاع تھے۔ امام المجاہدین تھے پھر حضرت نے فرمایا کہ علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یا علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان دو میں سے کسی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر گئیں اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ان کو آپ کچھ عطا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ کو سیادت اور حسین رضی اللہ عنہ کو شجاعت دی۔

حضرت نے اس مجاہد ساتھی سے فرمایا اگر تم نے عبیداللہ نام ہی کو باقی رکھنا ہے تو پھر اس کے ساتھ حسین بھی بڑھا لو۔ حسین عبیداللہ۔ پھر فرمایا عرب میں لوگ مفرد نام رکھتے ہیں۔ مرکب نام رکھنے کا رواج برصغیر میں ہے اور ہمارے ہاں نام کے شروع میں برکت کے لیے محمد کا لفظ بڑھا دیتے ہیں۔

ناموں کے بارے میں اصول

حضرت نے فرمایا اہل عرب رفیع الدین، شمس الدین ایسے نام نہیں رکھتے بلکہ وہ مفرد نام رکھتے ہیں۔

فرمایا ناموں کے بارے میں ایک ضابطہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کے شروع میں ابو کا لفظ ہوگا وہ کنیت ہوگی جیسے ابوبکر۔ اور جس کے آخر میں دین کا لفظ ہوگا وہ لقب ہوگا جیسے رکن الدین۔

پھر فرمایا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام حسن سجزی ہے اور معین الدین ان کا لقب ہے اسی طرح ان کے خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام

بختیار ہے اور لقب قطب الدین ہے اور ان کے خلیفہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام مسعود اور لقب فرید الدین ہے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور صدر الدین و نظام الدین لقب ہے۔ اور ان کے خلیفہ حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمود اور لقب نصیر الدین و چراغ دہلی ہے۔ اور ان کے خلیفہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالفتح اور لقب گیسو دراز ہے۔

چراغ دہلی اور اس لقب کی وجہ

حضرت نے فرمایا حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب چراغ دہلی مدینہ منورہ کے ایک بزرگ مولانا عبداللہ یافعی جو کہ قطب مدینہ کہلاتے تھے انہوں نے رکھا۔ راقم نے عرض کیا کہ حضرت اس لقب کے پس منظر میں کوئی واقعہ ہے؟

حضرت نے فرمایا جی ہاں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ مدفون اچ شریف مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں معتکف تھے۔ ان کی اس زمانے میں مولانا عبداللہ یافعی کے ساتھ بہت نشست و برخاست تھی وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا عبداللہ یافعی مسجد کے پاس سے گزرے اور انہوں نے فرمایا مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (ملتان والے جو کہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے) کا وصال ہو گیا۔ پھر بعد میں ان کی شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا اب تو مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ رہ گئے اور وہ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہیں سے ان کا لقب چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہو گیا۔

راقم نے عرض کیا حضرت آپ نے لقب کے بارے میں جو ضابطہ بیان فرمایا ہے یہ کس کتاب میں ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ بات شوامل الجمل در شمائل الکمل جو حضرت شاہ من اللہ نبیرہ حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اس میں ہے۔

اور یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی اس کا اصل نسخہ ہمارے ہاں ہے۔ حضرت گیسو دراز حضرت شاہ من اللہ کی عمر اپنے جد امجد حضرت گیسودراز کی وفات کے وقت چودہ سال تھی۔

حضرت نے فرمایا اس زمانے میں اتنی توحید تھی کہ حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے بیٹے حسین جن کو محمد اکبر کہتے تھے۔ ان کے لڑکے کا نام سفیر اللہ رکھا۔ اور چھوٹے لڑکے سید یوسف جو کہ حضرت کی وفات کے تین سال بعد ۸۲۸ھ میں فوت ہوئے ان کے سات بیٹوں کے نام حسب ذیل رکھے۔

① شاہ ید اللہ یہ حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہوئے ② میاں یمین اللہ ③ میاں صبغت اللہ ④ میاں من اللہ ⑤ میاں یمین الرحمٰن ⑥ میاں باللہ ⑦ میاں للہ۔

راقم نے عرض کیا حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی عمر پائی۔

حضرت نے فرمایا ان کی پیدائش ۷۲۱ھ اور وفات ۸۲۵ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے ان کی عمر ۱۰۵ سال بنتی ہے۔

حضرت نے اس مجاہد ساتھی سے فرمایا کہ اپنی شکل و صورت اکابرین علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ جیسی بنانی چاہیے۔ اور ہمارے اکابر کرتہ شلوار پہنتے تھے۔ سادہ انداز سے پگڑی بھی باندھتے تھے۔ پھر حضرت نے ایک شعر پڑھا۔

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے؟
ایک وہ ہیں جنہوں نے لی اپنی شکل بگاڑ

فضائل حسنین رضی اللہ عنہما

دوپہر کے وقت حضرت نے راقم کو مخاطب کر کے فرمایا دیکھو بھائی عاشق حسین نام میں کوئی حرج نہیں لیکن پھر بھی اس کا نام تبدیل کر دیا۔ عجیب لوگ ہیں۔ پھر فرمایا ایک دفعہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے دونوں پہلوؤں میں حرکت ہو رہی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ایک پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے پہلو میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان سے محبت کرتے

ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت کر۔

مسئلہ حسین و یزید پر دوٹوک بات

حضرت نے فرمایا مجھے مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بتائی کہ ایک دفعہ ان سے کوئی صاحب حسین رضی اللہ عنہ و یزید کے مسئلہ میں بحث کرنے لگے تو انہوں نے اس سے کہا زیادہ باتیں چھوڑو آؤ میں بھی دعا کرتا ہوں اور تم بھی دعا کرو کہ اللہ رب العزت میرا حشر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمائیں اور تمہارا حشر یزید کے ساتھ ہو۔ مولانا نے بتایا پھر وہ خاموش ہو گیا۔ دوبارہ اس نے مجھ سے بحث نہیں کی۔

حضرت نے فرمایا اکابر سے بداعتقادی کی جو وبا پھیلی ہے اس سے بہت نقصان ہوا ہے۔ بعضے لوگوں کو اردو کی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھنی آتی لیکن وہ محقق بن جاتے ہیں اور یہ حقہ والے محقق ہوتے ہیں۔ فرمایا ہمیں اکابر کی تحقیق پر اعتماد ہے، ہمیں مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں اپنے اکابر کے مسلک کے حق ہونے پر پورا یقین ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عجیب خواب

حضرت نے فرمایا سائیں توکل شاہ ایک بزرگ گزرے ہیں ان کو ہمارے اکابر سے بڑی عقیدت تھی اگرچہ وہ عالم نہیں تھے لیکن اللہ رب العزت نے انہیں علم لدنی سے نوازا تھا۔ صحیح العقیدہ تھے۔ ان کا ایک خواب انوار العاشقین نامی کتاب میں ہے۔

انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیچھے پیچھے آپ کے قدم مبارک کے نشانات کو تلاش کر کے ان پر قدم رکھتے ہوئے آپ کے پیچھے چل رہے ہیں اور سائیں توکل شاہ ان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اس خواب میں یہ بشارت ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بعینہ حضور ﷺ کے طریقے پر گامزن ہیں۔ اس خواب کے بیان کرنے کے دوران حضرت کی آنکھیں پرنم رہیں۔

پھر فرمایا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے آدمی تھے۔ ایک دفعہ مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ان کی زیارت کی تو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پر توجہ ڈالی جس سے ان کا بدن تحلیل ہو گیا۔

راقم نے عرض کیا حضرت کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بیعت بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت نے فرمایا بہت کم لوگوں کو بیعت کیا۔ راقم نے عرض کیا حضرت کسی کو ان کی طرف سے اجازت بھی ہے۔

فرمایا مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مطلوب الرحمٰن صاحب تھے ان کے متعلق تو معلوم ہے کہ ان کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی اوروں کے بارے میں علم نہیں۔

راقم نے عرض کیا حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح قاسمی کے علاوہ اور بھی کوئی سوانح ہے۔

فرمایا: ہیں انوار قاسمی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

لیکن ان سب میں سے بہترین سوانح قاسمی ہے اللہ رب العزت نے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنے کا بڑا سلیقہ دیا تھا۔ ان کی تحریر بڑی مضبوط تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بعد سب سے ٹھوس اور مضبوط تحریر انہی کی تھی۔

وہ لکھنا شروع کرتے تو صفحوں کے صفحے لکھ جاتے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھنی شروع کی تو تین جلدوں پر جا کر رکے۔ ان کی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخاتم ایسی ہے کہ اگر اس کی شرح کی جائے تو ایک ایک جملے کا ایک ایک باب بن جائے۔ تصوف پر ان کے مقالات مقالات احسانی کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا تصوف پر ایک چھوٹا سا کتابچہ علیحدہ بھی شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے منکرین تصوف کی خوب مرمت کی تھی۔

فرمایا: ہمیں مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دو وجہ سے خصوصی تعلق ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ حضرت سید گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مولانا محمد حسین صاحب سے مجاز تھے۔ اور دوسرا اس لیے کہ ان کے بھی جد امجد ہماری طرح امام زید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

فیصل آباد سے ایک صاحب تشریف لائے حضرت نے ان سے ملا جامی کا کلام سنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ملا جامی کی مشہور نعت جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے

دل و جان فدائے تو اے کجکلاہ

کے چند اشعار سنائے۔ سماعت کے دوران حضرت پر گریہ کی کیفیت طاری تھی۔ بعد میں حضرت نے پنجابی میں نعت سنانے کے لیے فرمایا تو انہوں نے پنجابی میں کچھ اشعار سنائے۔

مجلس ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وسعت ظرفی

حضرت نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں وسعت ظرفی بہت تھی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جو لوگ آپ کے مقابلہ میں جنگ جمل اور جنگ صفین میں مارے گئے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ بھی شہید ہیں۔

ملک پر علماء کی بے ادبی کا وبال

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ملک کا حال دن بدن بدتر ہو رہا ہے فحاشی بڑھ رہی ہے۔

حضرت نے فرمایا اس ملک پر خدا کا وبال ہے اللہ سے اس کا فضل مانگنا چاہیے۔ اور سب کو توبہ کرنی چاہیے۔ فرمایا تقسیم ملک سے قبل تو یہ لوگ سینے تان تان کر علماء کو گالیاں دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم علیحدہ ملک لے کر اس میں اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں اور یہ علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں اور ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا ان کو بددعا لگی ہے۔ اگرچہ انہوں نے بددعا نہیں کی بلکہ خاموش رہے۔ لیکن ان کو ان کی خاموشی لے ڈوبی۔ یہ ملک منڈیر پر چڑھ چڑھ کر گرتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اب بھی یہ لوگ باز نہیں آتے۔ اب بھی اخبارات میں ایسے مضامین آتے رہتے ہیں جن میں علماء کرام پر طعن و تشنیع کی ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا تقسیم کے وقت جو لاکھوں عورتیں وہاں رہ گئیں ان کا گناہ کس پر ہے۔ اس بات کے فرماتے ہی حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

فرمایا ان کی نسلیں اسلام سے دور ہو گئیں۔

ہمارے اکابر کی محنت

فرمایا: ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے رائپور کے ایک حافظ عبدالرشید صاحب تھے ان کے ذمے یہ مشن لگایا تھا کہ وہ خاموشی سے چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جاتے اور کنوؤں پر آنے والی عورتوں سے معلوم کرتے۔ پھر جس کے متعلق انہیں علم ہوتا کہ وہ پہلے مسلمان تھیں ان کو دوبارہ اسلام کی ترغیب دے کر مسلمان کرتے تھے۔

فرمایا: اسی طرح کا کام مولانا کلیم احمد صاحب (جو کہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں) نے پھلت میں شروع کر رکھا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے ایک لاکھ ایسے افراد کو جو مرتد ہو گئے تھے دوبارہ اسلام میں داخل کیا۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت جو مسلمان عورتیں سکھوں کے ہاں رہ گئیں۔ ان کے رہنے سے سکھوں میں اسلام کے بارے میں کچھ نرمی پیدا ہوئی ہو گی۔

حضرت نے فرمایا ہاں پھر فرمایا میرے پاس ایک سکھ کی بات پہنچی اس نے کہا کہ ہم نے ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ جب تک ہمیں اس کا بدلہ نہیں مل جاتا ہمیں چین نہیں ملے گا۔

حضرت نے فرمایا جب اندرا گاندھی کو مارا گیا۔ اس وقت ہندوؤں نے سکھوں کو چن چن کر ختم کیا۔ بعض سکھوں نے مسلمانوں کے ہاں پناہ لی تب جا کے ان کی جان بچی۔

اہل بیت سے محبت کا صحیح طریقہ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ہم اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتے ہیں تو لوگ ہمیں شیعہ کہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں۔[1] پھر فرمایا محبت کا اظہار اسلامی طریقے کے مطابق کرنا چاہیے۔ شیعوں کی طرح نوحہ کرنا' تعزیہ نکالنا' سبیلیں لگانا یہ غیر اسلامی طریقے ہیں۔ انہوں نے عرض کی حضرت ہم تو محرم میں اہل بیت کے لیے خیرات کرتے ہیں حضرت نے فرمایا جہاں تک ہو سکے شیعوں کی مشابہت سے بچنا چاہیے شیعہ تو بڑے نامراد ہیں آپ سارا سال خیرات کریں صرف محرم کو خاص نہ کریں۔

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو شہید ہوئے ان کی شہادت کا بھی غم ہے اور سب سے بڑا غم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کا ہے جس کی وجہ سے وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لیکن غم کا یہ مطلب تو نہیں کہ غیر اسلامی طریقے اپنائے جائیں۔ ٹھیک ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بہت بڑا سانحہ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شہادت ہی ان کے شایان شان تھی۔ فرمایا مولانا محمد علی جوہر کا شعر بھی تو ہے۔

نوحہ غم سے گھٹاتے نہیں ہم شان حسین رضی اللہ عنہ
حق تو یہ ہے شہادت ہی تھی شایان حسین رضی اللہ عنہ

حضرت نے فرمایا امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے کمالات دکھانے کا خوب موقع ملا۔ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما چونکہ بچے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع درجات کے لیے یہ میدان کھڑا کیا۔

---

[1] امام شافعی کا ایک شعر ہے۔

لو كان رفضاً حبُّ آل محمد   فليشهد الثقلان اني رافضي

حضرت نے فرمایا اصل میں تو اہل بیت سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی ادائیں اپنائی جائیں لیکن ان میں ان کی ایک ادا بھی نہیں پائی جاتی۔

ائمہ اہل بیت کیا تھے؟

حضرت نے فرمایا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں کافی عرصہ تک امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا میں نے ان کو ہمیشہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں پایا یا تو وہ تلاوت کر رہے ہوتے یا نماز پڑھ رہے ہوتے یا روزہ سے ہوتے۔

فرمایا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ہزار نوافل پڑھتے تھے۔ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے عجیب حالات ہیں جو تبع تابعین نامی کتاب میں موجود ہیں۔ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ لوگوں کا ان کے پاس آنا جانا کثرت سے تھا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو ان کو اپنے ساتھ لے گیا اور جیل میں ڈال دیا۔

فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک کتاب پڑھی جا رہی تھی اس میں امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔

حضرت نے فرمایا تمام اہل بیت متقی تھے۔ اہل اللہ تھے۔ ہم نے ان کا ذکر چھوڑ دیا تو شیعوں نے قبضہ کر لیا حضرت نے فرمایا یہ تو مشہور ہے۔ خانہ خالی را دیومی گیرد۔

یہ منظر میں خود دیکھ رہا ہوں

فرمایا: اہل بیت سے محبت حسن خاتمہ کا سبب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی سے اس وقت ایک سوال کیا جب وہ حالت نزع میں تھے۔ اور آخرت کی تیاری تھی۔ سوال کیا کہ آپ کی تمام عمر یہ پڑھاتے اور بیان کرتے گزری کہ جو شخص بھی اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرے گا اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا

اور اس کو جنت کی بشارت دی جائے گی اس وقت آپ آخرت کے سفر پر حالت نزع میں ہیں اب آپ کی کیا کیفیت ہے۔ فرمایا بیٹا ساری زندگی میں یہ بیان کرتا رہا ہوں کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت سے خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اس کے لیے جنت کی بشارت وخوشخبری ہے۔ اب یہ منظر میں خود دیکھ رہا ہوں یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر دیر تک رقت طاری رہی۔

آج افطاری کے بعد حضرت نے فرمایا بعض مانگنے والے دھڑلے سے مانگتے ہیں۔ فرمایا لاہور میں ایک مفتی صاحب تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مفتی بہت کم ہوتے تھے آج کل مفتیوں کی کثرت ہے۔ ان کی عادت تھی جو آدمی ان کے پاس فتویٰ لینے آتا وہ ان سے کہتے پہلے اتنے پیسے نکالو پھر فتویٰ دوں گا لوگ پوچھتے آپ یہ پیسے کس وجہ سے لیتے ہیں وہ کہتے ہم نے پڑھنے پر جو رقم خرچ کی ہے وہ وصول نہیں کرنی؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے

حضرت نے فرمایا کاتبان نبی کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے جبکہ کاتب وحی تھوڑے سے ہیں بعض حضرات نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب نبی تو شمار کیا ہے لیکن ان کے کاتب وحی ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ پایا ہے جس میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد تھوڑی سی ہے جبکہ اس وقت ان سے زیادہ قابل اعتماد کاتب موجود تھے۔

حضرت نے فرمایا یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے وحی کی کتابت کی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت بسم اللہ کا لکھنا تو منصوص ہے۔

حضرت نے فرمایا کچھ اور بھی لکھا ہوگا۔ فرمایا یہ شرف کیا کم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھنے کے لیے فرمایا ہو۔

پھر فرمایا کہ آدمی کی قدر ومنزلت کا اصل پتہ تو اس وقت چلے گا جب دفتر کھلیں گے۔ حضرت نے پھر عرفی کی ایک رباعی سنائی

حرم جویاں در را می پرستند
فقیہاں دفترے را می پرستند
وبر افگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

مجلس: ۱۱

مجلس ۱۸ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک

کتاب الامام الحسین

آج فجر کی نماز کے بعد کی مجلس میں حضرت نے فرمایا الامام الحسین رضی اللہ عنہ کتاب میں شہداء کربلا کی فہرست پہلے نہیں تھی۔ اب دی گئی ہے۔

فرمایا واقعہ کربلا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سات بیٹوں نے جام شہادت نوش کیا۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت یہ کتاب اردو میں چھپنی چاہیے تھی کیونکہ عربی کو تو صرف علماء ہی پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اصل میں تو یہ کتاب علماء ہی کے لیے چھاپی گئی ہے کیونکہ خارجیت کا فتنہ ان میں تیزی سے پھیل رہا ہے کیونکہ بسا اوقات علم فتنے کا باعث بن جاتا ہے اور جہالت بچاؤ کا ذریعہ بنتی ہے اس پر حضرت نے مولانا رومی کا شعر سنایا۔

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

داڑھی اور تراویح کا مسئلہ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت غیر مقلدین کہتے ہیں داڑھی کٹوانی نہیں چاہیے بلکہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ داڑھی کے کٹوانے کے بارے میں کوئی روایت موجود ہے۔

حضرت نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ ایک

قبضہ سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے[1] اور یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے صحابی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو محفوظ کرتے تھے۔ انہوں نے سفر میں وہ جگہیں بھی یاد رکھی ہوئی تھیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے اور جس مقصد کے لیے اترے تھے۔ اس کو بھی یاد رکھا ہوا تھا۔ تو جب یہ سفر میں جاتے تو ان جگہوں پر اترتے تھے وہ مزاج شناس رسول تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ایسا کام کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔

حضرت نے فرمایا اسی طرح غیر مقلدین نے آٹھ تراویح کا مسئلہ شروع کر دیا ہے اور جو روایت یہ پیش کرتے ہیں اس سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث شریف سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری زندگی میں صرف تین دن تک تراویح پڑھنا ثابت ہوتا ہے یہ پورا رمضان کس لیے پڑھتے ہیں۔

دین حق کا تسلسل

حضرت نے فرمایا مولانا امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے کئی دفعہ مسند امام زید رحمۃ اللہ علیہ چھاپنے کے لیے کہا کیونکہ اس میں بیس رکعت تراویح کے بارے میں جو روایات ہیں وہ سب سے زیادہ ثقہ اور مضبوط درجے کی ہیں۔ کیونکہ امام زید رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے طریقے کو دیکھا جائے کیونکہ یہ لوگ مزاج شناس رسول تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا مبارک کو سمجھتے ہوئے بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ شروع کروائیں۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھیں کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس وقت سے لے کر آج تک بیس تراویح ہی ادا کی جاتی رہیں ان لوگوں کو اب سمجھ آئی کہ تراویح آٹھ ہیں۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اداؤں کو فقہاء نے سمجھا۔ اور فقہ حنفی تو زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

[1] بخاری شریف ص ۸۷۵/ ج ۲

سے لی گئی ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے جس نے قرآن کی تعلیم لینی ہو وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے پڑھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اقضاھم علی فرمایا اور قاضی وہی ہوتا ہے جس کے پاس علم اور حکمت ہو۔

حضرت نے فرمایا اس زمانے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور طرز عمل کو جو سمجھا اور اس پر عمل کیا ہے وہ علماء دیوبند نے کیا ہے۔ بلکہ دارالعلوم دیوبند نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو زندہ کیا ہے۔

علماء دیوبند اور ان کے مخالفین

حضرت نے فرمایا مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ احیائے دین کا عالمگیر کام دیوبندی جماعت سے لیا گیا اور یہ مجددین کی جماعت ہے۔

حضرت نے فرمایا انگریزوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس فقہ حنفی کی صورت میں قانون موجود ہے اور انگریزوں کے پاس کوئی قانون نہیں تو انہوں نے مسلمانوں کو اس قانون سے دور کرنے کے لیے غیر مقلدین کو کھڑا کیا اور اپنا قانون بنا کر غیر مقلدین کو دیا۔

حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم نے بہت ساری سیاسی اور دینی تحریکوں کے دور دیکھے۔ جب ہم ان تحریکوں کی کنہ میں پہنچے تو وہاں انگریز کو بیٹھے ہوئے ان کی ڈوری ہلاتے ہوئے پایا۔

حضرت نے فرمایا ہندوؤں میں ایک فرقہ آریہ سماج ہے یہ ان کے غیر مقلدین ہیں۔ اور ایک فرقہ سنائن دھرمی ہے یہ ان کے بریلوی ہیں' یہ حلوہ خوب کھاتے ہیں اور حلوے کو پرشاد کہتے ہیں اور سکھوں کے بریلوی فرقہ سروری سکھ ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے انگریز نے احمد رضا خان صاحب کو پہلے نبوت کی پیشکش کی تھی۔ انہوں نے اس ذمہ داری کے اٹھانے سے انکار کر دیا تو ان کو مجددیت کی ذمہ داری سونپی۔

مولانا احمد رضا کے کارنامے

حضرت نے فرمایا مولانا احمد رضا خان نے بھی عجیب کارنامے انجام دیئے۔ امت میں اتنا بڑا انتشار پیدا کر گئے۔ پھر فرمایا انہوں نے فتویٰ دیا تھا جب تک نجدیوں کی حکومت موجود ہے حج ملتوی ہے اور یہ فتویٰ تقسیم بھی ہوا۔ اور اس فتویٰ پر ان کے خاص مریدین اور تلامذہ نے ہی عمل کیا اور کسی نے عمل نہیں کیا۔ لاہور میں ابوالبرکات صاحب تھے وہ اس فتویٰ کی بنا پر حج کے لیے نہیں گئے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اب یہ لوگ اپنے متعلقین کو جو حج پر جا رہے ہوں یہ تلقین کرتے ہیں کہ ائمہ حرمین کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

حضرت نے فرمایا ان سے بڑا اور کون بدبخت ہوگا جن کی حرمین شریفین میں نماز نہیں ہوتی۔ فرمایا ایک شخص نے مدینہ کی دہی کے بارے میں کہا تھا کہ وہ کھٹی ہوتی ہے۔ رات کو خواب میں حضور ﷺ کو ناراضگی کے ساتھ یہ فرماتے ہوئے سنا جہاں کی دہی میٹھی ہوتی ہے وہاں چلے جاؤ۔

حضرت نے فرمایا معلوم نہیں ان کا کیا حال ہوگا ادھر تو یہ لوگ حضور ﷺ کو مختار کل کہتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ حرمین شریفین پر نجدیوں کافروں کا قبضہ ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت جب یہ لوگ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو پھر ان کو مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا۔

عجیب واقعہ

فرمایا کہ میں نے قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات براہ راست سنی انہوں نے فرمایا کہ میں مواجہ شریف کے سامنے کھڑا تھا کہ مولوی عمر اچھروی بھی وہیں آ گئے مجھے دیکھ کر تمسخر کے انداز میں کہنے لگے مولانا آپ یہاں کیا لینے آئے

ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا مجھے تو آپ پر تعجب ہے کہ آپ یہاں کس لیے آئے ہیں کیونکہ آپ لوگ تو تھوڑی سی جلیبیاں منگوا کر حضور ﷺ کو اپنے پاس بلوا لیتے ہو۔ آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت۔ قاضی صاحب نے بتایا پھر مولوی عمر اچھروی صاحب شرمندہ ہو کر چل دیے۔

واقعہ

حضرت نے فرمایا مجھے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنائی کہ ان کے ایک مولوی حشمت علی صاحب (مظہر اعلیٰ حضرت) تھے۔ وہ بھی احمد رضا خان کی طرح بڑے متشدد تھے۔ مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مناظرے میں شکست بھی دی تھی۔ وہ ایک دفعہ بریلی گئے تانگے پر سوار ہو کر احمد رضا خان کے مدرسے کی طرف جا رہے تھے کہ دور سے مدرسے پر مسلم لیگ کا جھنڈا لگا ہوا دیکھا یہ اس وقت کی بات ہے جب مولوی احمد رضا بریلوی فوت ہو چکے تھے جھنڈا دیکھ کر طیش میں آ گئے کیونکہ احمد رضا کی طرف سے فتویٰ شائع ہوا تھا کہ مسلم لیگ مرتدوں کی جماعت ہے۔ جب مدرسے پہنچے تو تانگے کو وہیں رکوایا اور سامان تانگے کے اوپر رہنے دیا مدرسے میں گئے اور مولوی احمد رضا صاحب کے لڑکے سے جھنڈے کے بارے میں جھگڑ کر واپس آ گئے اور جھنڈے کی وجہ سے مدرسے میں ٹھہرنا گوارا نہیں کیا۔

مولوی احمد رضا کے مدرسے میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس

حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو انہوں نے کچھ عرصہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں پڑھایا۔ اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے چھوٹے لڑکے مولوی مصطفیٰ رضا پڑھتے تھے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ ایک صاحب ایک ایسا مسئلہ پوچھنے کے لیے آئے۔ جس مسئلے پر مولوی احمد رضا صاحب نے علماء دیوبند کے خلاف شور مچا رکھا تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ اندر کمرے میں اعلیٰ حضرت بیٹھے ہیں ان سے

جا کر پوچھ لیں اور وہ جو جواب دیں وہ مجھے بھی بتائیں۔ وہ شخص اندر گیا اور مسئلہ پوچھ کر مجھے بتایا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کو بعینہٖ وہی جواب دیا جو علماء دیوبند کا مسلک تھا اور جس کے خلاف وہ پروپیگنڈہ کر چکے تھے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی سے فرمایا تو عام آدمی ہے تیری بات کوئی نہیں سنے گا تو دوبارہ جا اور انہیں کہہ کہ یہ جواب لکھ کر دیں۔ وہ بیچارہ سیدھا سادھا آدمی تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے پاس دوبارہ گیا اور کہا آپ مجھے اس مسئلے کا جواب لکھ دیں۔ مولوی صاحب غصے ہو گئے اور اس کو بھگا دیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور ان کو مبالغہ آمیزی اور خلاف واقعہ بات کہنے کی بالکل عادت نہیں تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تقریباً آٹھ مہینے مولوی احمد رضا کے مدرسہ میں رہا ہوں وہاں ایک دن بھی میرا دل نہیں لگا۔

میرے دل نہ لگنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ علماء دیوبند کے خلاف زبان درازی کرتے تھے۔ نیز ان میں حب جاہ کی بیماری بہت زیادہ تھی۔

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء دیوبند کی مخالفت سے منع کیا تھا

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اس وقت کی جو مشہور گدیاں تھیں مثلاً گولڑہ شریف، سیال شریف، علی پور والی ان کا علماء دیوبند کے بارے میں کیسا رویہ تھا۔

حضرت نے فرمایا ان حضرات نے تو احمد رضا بریلوی کو منہ بھی نہیں لگایا۔ اور نہ ہی اپنی کتابوں میں کہیں ذکر کیا جیسا کہ ان کو جانتے ہی نہ ہوں۔ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بہت ہی معتدل اور علماء دیوبند کے قدر دان تھے۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کے خلیفہ بھی تھے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں خانقاہ میں مفتی کے عہدے پر مولانا غلام رسول گھوٹوی تھے۔ انہوں نے اکابر علماء دیوبند کی شان میں بڑے بلند کلمات

ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس دور کا مجدد فرمایا ہے۔ ان کی وفات کے بعد بابو جی[1] بھی معتدل تھے۔

ان کے زمانے میں میں ایک دفعہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تھا۔ میں ان کی مجلس میں عام آدمی کی طرح بیٹھا ہوا تھا وہ مجھے نہیں جانتے تھے کہ لاہور سے بریلوی علماء کا ایک وفد جس میں ان کے مفتی نعیمی صاحب بھی تھے آیا اس وقت بریلوی حضرات کی طرف سے علماء دیوبند کے خلاف کافی پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ یہ وفد علماء دیوبند کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈہ کے لیے خانقاہ گولڑہ سے تائید لینے آیا تھا۔ بابو جی نے ان کی تائید کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے علماء دیوبند کی مخالفت سے منع کیا تھا۔ بالآخر وہ وفد ناکام لوٹا۔

ضیاء الدین سیالوی صاحب کا بہترین تبصرہ

فرمایا:

سیال شریف میں پیر قمر الدین سیالوی صاحب کے والد ضیاء الدین سیالوی صاحب دیوبند تشریف لے گئے اور اس وقت کے دو سو روپے جو آج کل کے تقریباً دو لاکھ کے برابر ہوں گے مدرسہ میں بطور چندہ کے دیے اور کہا کہ میں نے حقیقی حنفیت یہیں دیکھی۔

پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی تعلیم علماء دیوبند کے پاس

فرمایا:

علی پور خانقاہ کے پیر جماعت علی شاہ صاحب نے تو اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لیے علماء دیوبند کے پاس بھیجا۔ ان کے لڑکے مولوی محمد حسین صاحب مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اور جامعہ امینیہ کے فاضل تھے۔ اور سیرت امیر ملت میں یہ واقعہ ان

---

[1] حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے صاحبزادے حضرت پیر سید غلام محی الدین المعروف بابو جی۔

کی عاجزی کے تحت درج کیا ہے کہ جب وہ مدرسہ امینیہ سے فارغ ہوئے تو اس سال دستار بندی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب دستار بندی کروانے والے طلباء کی قطار میں سب سے آخر میں تھے۔ جب ان کی باری آئی تو اس وقت اتفاقاً پگڑیاں ختم ہو گئیں تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی اتار کر مولوی محمد حسین صاحب کے سر پر باندھی۔ اور سیرت امیر ملت میں لکھا ہے کہ وہ پگڑی اب تک حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔

دورہ تو دیوبند میں کرنا ہے

حضرت نے فرمایا میرے ماموں[1] نے ابتدائی کتابیں علی پور میں پڑھیں تھیں۔ جب دورہ حدیث کرنے کا وقت آیا تو میرے نانا نے میرے ماموں سے پوچھا کہ دورہ کہاں کرنے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ میرے ماموں نے اپنے استاد مولوی محمد حسین صاحب (جو پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے تھے) سے دورہ حدیث کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے میرے ماموں سے فرمایا کہ دورہ تو دیوبند میں کرنا ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے بارے میں سوچو بھی نہیں۔

میں قربان ہوں دیوبندی مناظر کی شائستگی پر

راقم نے عرض کیا حضرت مولوی حشمت علی صاحب کو مظہر اعلیٰ حضرت کیوں کہتے تھے۔ حضرت نے فرمایا اس لیے کہ وہ تکفیر کرنے میں اعلیٰ حضرت کے بعینہٖ نقش قدم پر چلے۔ حضرت نے فرمایا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی حشمت علی سے علم غیب کے مسئلہ پر سلانوالی میں ایک مناظرہ بھی ہوا تھا جو تقریباً پانچ چھ دن جاری رہا۔ اس مناظرے میں بڑے بڑے لوگوں نے شرکت کی۔ سیال شریف والے بھی اس مناظرے میں موجود تھے۔ بریلویوں کی طرف سے ثالث مولوی کرم الدین صاحب

---

[1] مولانا سید محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ صاحب تلمیذ رشید علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(جو قاضی مظہر حسین صاحب کے والد ہیں) تھے جو اس وقت بریلوی ذہن رکھتے تھے۔ اور دیوبندیوں کی طرف سے ثالث مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب واں بھچراں تھے۔ دعویٰ یہ تھا کہ علم غیب کلی ہے۔ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں پینترہ اس انداز سے رکھا کہ مولوی احمد رضا کی ایسی عبارتیں پیش کیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو علم غیب جزئی ہے مولوی حشمت علی بہت گھبرایا اور گالی گلوچ بھی دیں۔

جب مناظرہ ختم ہوا تو بریلویوں کے ثالث مولوی کرم الدین صاحب نے گھر آ کر کہا کہ مناظرے ہوتے آئے ہیں اور مسائل میں اختلاف بھی رہا ہے لیکن میں قربان ہوں دیوبندی مناظر کی شائستگی پر کہ انہوں نے ادھر ادھر کی کوئی بات نہیں کی۔

چنانچہ اگلے سال مولوی کرم الدین صاحب نے اپنے بیٹے قاضی مظہر حسین صاحب کو دیوبند تعلیم کے لیے بھیجا۔ قاضی صاحب نے دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے۔ اور بعد میں ان کی طرف سے مجاز بھی ہوئے۔ قاضی صاحب نے واپس آ کر دیوبند کے حالات سے اپنے والد صاحب کو آگاہ کیا تو وہ بے حد متاثر ہوئے اور خط کے ذریعے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال تھی۔

بریلویت کے فتوے مسلم لیگ اور اقبال پر

حضرت نے فرمایا اس بات کا میں خود راوی ہوں کہ ایک دفعہ مجھے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تقسیم ملک سے پہلے پنجاب میں بریلویت نہیں تھی۔ تقسیم کے بعد پھیلی۔

حضرت نے فرمایا بریلویت نذر و نیاز دینے کا نام نہیں ہے بلکہ بریلویت نام ہے علماء حق کی تکفیر کا۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے اس وقت احمد رضا صاحب نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا جی ہاں ان کا جہاد تو دیگوں کے خلاف ہوتا ہے۔ پھر فرمایا انگریزوں کے خلاف جو جماعت یا تحریک اٹھی انہوں نے ان

پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ چنانچہ لیگ اور کانگریس دونوں پر کفر کے فتوے لگائے۔ لیگ کو مرتدوں کی جماعت قرار دیا اور اقبال مرحوم کے بارے میں کہا کہ اس کی زبان پر ابلیس بولتا ہے۔

لاہور کے ایک مولوی دیدار علی صاحب جو ابوالبرکات صاحب کے والد تھے انہوں نے اقبال پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور اس بات کی وضاحت ذکر اقبال نامی کتاب میں موجود ہے۔

حضرت نے فرمایا جب علماء نے پاکستان کی مخالفت کی تو انہوں نے پروپیگنڈہ کر کے اپنے لگائے ہوئے فتویٰ کو علماء کے سر تھوپ کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ننگے پاؤں علماء دیوبند کا استقبال کیا

حضرت نے فرمایا اقبال علماء دیوبند کا بڑا قدردان تھا۔ چنانچہ شیرانوالہ میں ایک جلسہ ہوا تھا۔ اس میں مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے شرکت کی تھی۔ اقبال نے اپنے خصوصی خادم علی بخش اور عبداللہ چغتائی کے ہاتھ ان حضرات کے نام خط بھیجا جس میں ایک وقت کے کھانے کی دعوت دی گئی تھی۔ حضرت نے قبول کر لی۔ جب علماء سوار ہو کر اقبال کی کوٹھی پر جو گڑھی شاہو میں واقع ہے پہنچے تو اقبال نے ننگے پاؤں باہر نکل کر علماء کا استقبال کیا۔ اور جب کھانے کے لیے بیٹھے تو باقی علماء کے ہاتھ تو علی بخش نے دھلائے لیکن علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ خود اقبال نے دھلائے۔

تبلیغ میں اعتدال ہونا چاہیے

آج کوئٹہ کے علاقے سے تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ایک مولوی صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے دریافت فرمایا آپ کیا کام کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا فارغ ہونے کے بعد تھوڑا عرصہ کاروبار کیا تھا۔ اس میں نقصان ہوا تو اسے چھوڑ دیا۔ پھر تدریس شروع کی۔ دوران تدریس مدرسے کے مہتمم صاحب نے اس وجہ سے جواب دے دیا کہ تم تبلیغ میں بہت جاتے ہو۔ آج کل میں جماعت میں چل رہا ہوں۔

حضرت نے فرمایا بھائی ہر کام اعتدال سے کرنا چاہیے۔ آپ نے علم حاصل کیا آپ کو چاہیے تھا کہ آپ پڑھاتے اور چھٹیوں میں تبلیغ میں بھی وقت لگا لیا کرتے۔ اب آپ بالکل فارغ ہیں اہل خانہ معاشی تنگی میں مبتلا ہوں گے اسے توکل نہیں کہتے کہ سب کام چھوڑ دیے جائیں اور دل میں رزق کے بارے میں بے چینی ہو۔ بلکہ توکل تو کہتے ہیں دل کو ہر چیز سے پاک کر کے اللہ پر بھروسہ کیا جائے۔ اور یہ تو اولیاء اللہ کو بھی بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا اہل خانہ کے خرچ کے لیے کمائی کرنا بھی عبادت ہے۔ والدین کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے۔ عبادت صرف تبلیغ میں ہی منحصر نہیں۔ پھر فرمایا یہ نہ سمجھنا کہ میں تبلیغ کی مخالفت کر رہا ہوں نہیں بلکہ تبلیغ میں بھی وقت لگاؤ لیکن اس طرح کہ دیگر کاموں پر اثر نہ پڑے۔

جو لوگ سال کے لیے جاتے ہیں ان کے بڑے بڑے کاروبار ہوتے ہیں پیچھے سنبھالنے والے ہوتے ہیں ان کے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جس آدمی کے زیادہ دیر جماعت میں جانے سے کاروبار میں یا کسی اور دینی کام میں حرج ہو اسے کم وقت کے لیے جانا چاہیے۔

تدریس بڑا اونچا کام ہے

اور تدریس بڑا اونچا کام ہے حضور ﷺ نے فرمایا خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ فرمایا جس طرح حضور ﷺ نے تبلیغ کی ہے اسی طرح تدریس بھی کی ہے۔

آپ کے علاقے میں علم کی کمی ہے۔ اللہ نے آپ کو علم دیا ہے آپ کو چاہیے کہ تدریس کریں۔ اور فارغ اوقات میں گشت کر لیا کریں۔ کیونکہ ضروری نہیں تبلیغ باہر جا کر کی جائے۔ بلکہ اپنے علاقے والوں اور قریبی تعلق والوں کا زیادہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سال میں ۵۲ جمعے رکھے ہیں اور لوگوں کو آپ کے پاس اکٹھا بھی کیا ہے جتنی چاہیں ان کو جمعہ میں تبلیغ کریں۔

حضور ﷺ کو فرمایا گیا وانذر عشیرتک الاقربین۔ الخ

پھر فرمایا مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تدریس کی۔ ان کا مدرسہ بھی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد یوسف صاحب بڑے اچھے مدرس بھی تھے مصنف بھی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی تدریس میں گزار دی۔ اور مولانا زبیر صاحب ہماری آنکھوں کے سامنے پڑھتے ہیں۔ اور انہوں نے پڑھایا بھی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ سہارنپور گیا عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ میں مدرسہ میں داخل ہوا تو ایک چھوٹا بچہ کھیل رہا تھا۔ میں نے اس سے مسجد کے متعلق پوچھا کدھر ہے اس نے اشارہ کیا اور کہا تیز تیز قدم اٹھاؤ۔ حضرت نے فرمایا یہ مولوی زبیر صاحب تھے۔ ہم نے ان کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بھی دیکھا ہے۔ یہ اپنے دادا مولانا اکرام الحسن صاحب کے ساتھ آتے تھے۔ اس وقت چھوٹے سے تھے۔ سوئے رہتے تھے جب اٹھتے تو ان کے دادا ان کو وضو کرواتے اور نماز میں کھڑا کرتے۔ ادھر ادھر دیکھ کر نماز پوری کرتے تھے۔ بعد میں انہوں نے سہارنپور میں تعلیم حاصل کی۔

ان صاحب نے عرض کیا حضرت اب میں انشاء اللہ تدریس کروں گا اور فارغ اوقات میں تبلیغ کا کام کیا کروں گا۔

ذکر سے خشکی کیوں ہوتی ہے

موصوف نے عرض کیا حضرت ذکر کرنے سے خشکی ہو جاتی ہے۔

حضرت نے فرمایا آپ کبھی کبھی کرتے ہو اس لیے خشکی ہو جاتی ہے۔ مسلسل کرو تو خشکی نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا ذکر مسلسل کیا جائے تو آثار ذکر پیدا ہوتے ہیں کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا۔ اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کوئی بچہ مدرسے میں چھٹیاں زیادہ کرے تو وہ صحیح طور پر علم حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بعضے سبق پچھلے سبق پر موقوف ہوتے ہیں اسی طرح ذکر میں بھی سمجھ لو کیونکہ ذکر کو صقالۃ القلوب کہا گیا ہے۔ اور صفائی اسی وقت ہوتی ہے جب مسلسل رگڑا جائے۔

انہوں نے عرض کیا حضرت جب غیر ملکیوں کے ساتھ جانا ہوتا ہے تو وہاں ذکر بالجہر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عربی اس کو اچھا نہیں سمجھتے وہ اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اور بعضے لوگ تو بیعت کو بھی بدعت کہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کوئی الگ جگہ تلاش کر لی جائے وہاں ذکر کر لیا جائے۔ عموماً مساجد کے ساتھ حجرے ہوتے ہیں۔ کسی حجرے میں جا کر ذکر کر لیا جائے جیسے حاجی عبدالوہاب صاحب حجرے میں ذکر کرتے ہیں۔ ذکر کا ناغہ نہ کیا جائے۔

ذکر بالجہر کی حیثیت

"فرمایا ہمارے قریب زمانہ میں تین بڑے شیوخ حضرت مدنی ؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا ؒ اور حضرت رائپوری ؒ گزرے ہیں اور تینوں کے ہاں ذکر بالجہر ہوتا تھا۔ حضرت مدنی ؒ اور حضرت شیخ الحدیث ؒ محدث بھی تھے لیکن وہ بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔

فرمایا ذکر بالجہر مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا ذریعہ ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں جیسے لوگ خطاطی سیکھنے آتے ہیں ان کو سب سے پہلے مشق کے لیے الف باء کی تختی سکھائی جاتی ہے جو مرضی آئے اسکو پہلے الف باء سکھائی جائے گی۔ جب الف باء سیکھ لیں گے پھر مرکبات سکھائے جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مقطعات یعنی جملے اور اشعار وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ الف باء اس لیے سکھائی گئی تا کہ مقطعات لکھنے آ جائیں جب مقطعات لکھنے آ گئے پھر الف باء لکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہاں اپنی مشق کے لیے کبھی کبھی لکھ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذکر بھی مشق کے لیے کروایا جاتا ہے جب آثار ذکر پیدا ہو جاتے ہیں اور دل میں اللہ کی یادداشت اور نسبت پیدا ہو جاتی ہے پھر ذکر بالجہر چھڑوا دیا جاتا ہے۔ بعد میں مشق کے لیے تھوڑا بہت کرنے میں حرج نہیں۔

بیعت کا تاریخی سلسلہ

"فرمایا: بیعت کا سلسلہ امت میں متواتر چلا آ رہا ہے یہ کوئی نیا نہیں ہے اور اس

سلسلے میں منسلک کوئی عامی لوگ نہیں بلکہ علم و فضل کے امام تھے۔ اگر یہ چیز غلط ہوتی تو وہ اس کو نہ اپناتے۔

فرمایا حضرت علی ؓ نے حضور ﷺ سے فیض حاصل کیا۔ پھر حضرت علی ؓ سے حضرت حسن بصری ؒ نے اور ان سے شیخ عبدالواحد بن زید نے فیض حاصل کیا۔ خود تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب ؒ بیعت تھے حضرت گنگوہی ؒ سے لیکن ان کو خلافت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ سے تھی۔

حضرت نے فرمایا ابتداً سالک کو ذکر کی کثرت کروائی جاتی ہے نفی اثبات کا ذکر گیارہ سو تک اور اسم ذات کا ذکر دو ہزار سے پانچ ہزار تک کروایا جاتا ہے پھر آثار ذکر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر سالک کو شغل میں چلایا جاتا ہے اور ذکر کم کروایا جاتا ہے۔ مراقبات تلقین کیے جاتے ہیں۔ اس طرح اس کے دل میں اللہ کی یادداشت اور نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

علماء میں ذکر مفقود ہو گیا

فرمایا: پہلے زمانے میں علماء و طلباء کا خانقاہوں سے ربط ہوتا تھا۔ جس کی بناء پر مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء ان چیزوں سے بدکتے نہیں تھے۔ حضرت شیخ الہند ؒ ہر جمعرات کو گنگوہ حضرت گنگوہی ؒ کی خانقاہ میں جاتے تھے ان کے ساتھ طلباء بھی جاتے تھے۔ خود حضرت گنگوہی ؒ سارا دن درس حدیث دیتے اور رات کو وہی مدرسہ خانقاہ بن جاتا تھا۔ اب چونکہ یہ سلسلہ کم ہو گیا اس لیے فارغ ہونے والے مولوی صاحبان کے نزدیک ان چیزوں کی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ بعضے تو ذکر بالجہر کو بدعت کہنے لگتے ہیں۔

فرمایا حضرت رائپوری ؒ سے ایک مفتی صاحب بیعت ہوئے۔ حضرت نے بیعت کے بعد انہیں ذکر تلقین کیا اور فرمایا ذکر کا طریقہ صوفی برکت علی صاحب سے سیکھ لو۔ صوفی صاحب بڑے ذاکر تھے۔ لیکن بیچاروں کو صرف سورۃ الاخلاص ہی یاد تھی۔

مفتی صاحب جانتے تھے کہ صوفی صاحب بالکل جاہل ہیں۔ اس لیے ان کی پیشانی پر بل پڑے کہ میں مفتی ہوں اور ذکر ایک جاہل سے سیکھوں لیکن چونکہ حضرت نے فرما دیا تھا اس لیے ان کے پاس گئے صوفی صاحب نے ذکر کا طریقہ سکھایا۔ مفتی صاحب نے ذکر شروع کر دیا۔ صوفی صاحب نے اس میں کچھ غلطیاں نکالیں تو مفتی صاحب نے اس بات کو محسوس کیا صوفی صاحب نے حضرت کو شکایت کر دی۔ حضرت نے مفتی صاحب کو بلوایا اور فرمایا دیکھئے ذکر کا طریقہ ان کو صحیح آتا ہے آپ ان کی مان کے چلئے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرت کا یہ مزاج نہیں تھا لیکن پھر بھی ایک دفعہ ذکر کے بارے فرمایا کہ صرف میری ہی مانو معترضین کی طرف توجہ نہ کرو۔

مجلس: ۱۲

مجلس ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز ہفتہ

گجرات کے لوگ مذہب کے پابند ہیں

حضرت نے فرمایا کہ انگلینڈ سے دو آدمی آرہے ہیں۔ اور ان کا تعلق گجرات (انڈیا) سے ہے۔ گجرات کے جو لوگ برطانیہ جا کر آباد ہوئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح وہاں کے ماحول سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اپنا تشخص قائم رکھا ہوا ہے مرد گجراتی لباس پہنتے ہیں۔ انہوں نے لڑکوں اور لڑکیوں کے دینی مدارس قائم کیے ہیں اور اپنی مساجد بنائی ہیں۔ ان کو جب کسی چرچ کی نیلامی کے بارے میں علم ہوتا ہے تو وہ اسے خرید لیتے ہیں اور وہاں مدرسہ یا مسجد بنا دیتے ہیں ان کا اپنا علیحدہ قبرستان ہے ان کی عورتیں پردے کی پابند ہیں۔ بلکہ شہزادہ چارلس نے ایک تقریب میں کہا کہ جدید تہذیب کے علمبرداروں کو اسلام کے پردے کے نظام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

فرمایا برطانیہ ویسے تو رہنے کی جگہ نہیں لیکن اگر کوئی اہل گجرات (انڈیا) کی طرح رہ سکے تو رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شورش سے دوستی

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا آپ نے ''چٹان'' میں بھی کام کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا نہیں۔ البتہ چٹان بلڈنگ میں ایک کمرہ کرائے پر لیا ہوا تھا وہاں میں کتابت کے لیے بیٹھا کرتا تھا۔ لیکن شورش مرحوم سے ہماری بڑی دوستی تھی۔

پھر فرمایا یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کریم پارک منتقل ہو چکا تھا۔ شورش

نے قادیانیت کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی اس کا مسودہ ایک کاتب نے ان سے کتابت کے لیے لیا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شورش نے اس سے مسودہ مانگا تو وہ ٹال مٹول کرنے لگا۔ شورش نے مجھے فون کیا کہ اس طرح فلاں شخص میرے پاس آیا تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ میں سید نفیس رقم کا شاگرد ہوں تو میں نے اپنی کتاب کتابت کے لیے اس کے سپرد کی اب وہ مسودے کی واپسی میں ٹال مٹول کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے ان سے کہا کہ وہ شخص تو قادیانی ہے۔ اور میرا شاگرد بھی نہیں ہے۔

شورش یہ سن کر کافی پریشان ہوئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے مسودہ اس کو کیوں دیا تھا۔ شورش مرحوم نے کہا کہ اس نے آ کر آپ کا نام لیا تھا۔ آپ کے نام پر تو جان دے سکتے ہیں یہ تو پھر مسودہ تھا۔

حضرت نے فرمایا خیر شورش نے کوشش جاری رکھی اور پولیس کی مدد سے چھاپہ مار کر وہ مسودہ لے لیا۔ فرمایا وہ شورش ہی تھے جنہوں نے مسودہ نکلوا لیا اور کوئی ہوتا تو نہ نکلتا۔

قادیانیوں کی چالاکی

حضرت نے فرمایا یہ قادیانی بڑے چالاک اور سازشی ہوتے ہیں۔ یورپین ممالک میں ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ جو لڑکے دیگر ممالک سے وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے ہوتے ہیں چونکہ ان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ قیام وطعام کا ہوتا ہے اور اخراجات وغیرہ کا ہوتا ہے۔ تو یہ ان کے لیے قیام و طعام کا بندوبست کر دیتے ہیں اور ان میں سے جس کو اپنے کام کا دیکھتے ہیں اس کی شادی بھی کر دیتے ہیں اس طرح وہ مسلمان لڑکوں کو اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔

فرمایا میں قادیانیوں کو خطاطی نہیں سکھاتا۔ کیونکہ ان پر بڑی نحوست پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ جس کی بناء پر یہ اثر قبول نہیں کرتے جبکہ دوسرے لڑکے آہستہ آہستہ مانوس ہو جاتے ہیں۔ اور اثر قبول کرتے ہیں۔

ایک گاؤں کے مولوی صاحب تشریف لائے افطاری کے بعد حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں کن کی اکثریت ہے انہوں نے عرض کیا بریلویوں کی۔

جاہل لوگوں میں کام کرنے کا طریقہ

حضرت نے فرمایا بریلوی تو وہ ہوتا ہے جو علماء حق کی تکفیر کرتا ہے۔ دیہاتی بیچارے جاہل ہوتے ہیں انہیں کسی چیز کا پتہ نہیں ہوتا وہ بریلوی نہیں ہوتے۔

ان میں کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے بڑوں کو کچھ نہ کہو بلکہ ان کے ساتھ خوب ادب واحترام کا برتاؤ کرو۔ نوجوانوں کو آہستہ آہستہ اپنے قریب کر کے ان کو سمجھاؤ اس طرح وہ آپ کے ہو جائیں گے۔ بحث ومباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ دوسرا آدمی کبھی اپنی گردن جھکانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اگر وقتی طور پر وہ لاجواب ہو بھی جائے تو بعد میں وہ کسی اور سے مدد لے کر آپ کو لاجواب کرنے کی کوشش کرے گا انہوں نے عرض کیا حضرت صبح کی نماز کے بعد درس قرآن شروع کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا بہت اچھی بات ہے عقائد کی اصلاح کے لیے درس قرآن ہی سب سے زیادہ موزوں ہے لیکن درس مختصر دیا کریں کیونکہ دیہاتیوں نے کام کاج پر جانا ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا بعضے لوگوں کے پاس نایاب کتب ہوتی ہیں اگر ان سے کہا جائے کہ ہمیں اس کا فوٹو دے دیں تو وہ رضامند نہیں ہوتے عجیب بات ہے ہمیں ایک کتاب چاہیے تھی وہ لکھنؤ میں ایک صاحب کے پاس ہے۔ ان کے پاس ایک صاحب نے کئی دفعہ چکر لگائے لیکن انہوں نے نہیں دی۔ فرمایا ''انڈیا آفس لائبریری لندن'' والوں کی طرف سے عام اجازت ہے۔ جس کتاب کی مائیکروفلم لینا چاہیں لے لیں۔

رسالہ قبریہ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اطباء بھی نسخے چھپا کر رکھتے ہیں کسی کو دیتے نہیں۔ حضرت نے فرمایا ایک رسالہ ہے جس کا نام قبریہ ہے اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ ایک حکیم صاحب نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس رسالے کو ان کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کسی من چلے کو پتہ چلا اس نے سوچا اس میں قیمتی چیزیں ہوں گی۔ چنانچہ اس نے قبر کھود کر اس رسالے کو نکالا۔ اس کے بعد اس رسالے کا نام رسالہ قبریہ ہو گیا۔

مجلس : ۱۳
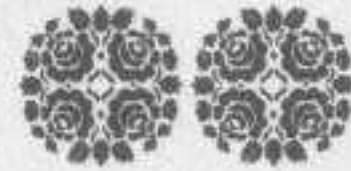
مجلس ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز اتوار

قرآن کی کتابت کی غلط نسبتیں

آج نماز فجر کے بعد ایک صاحب دو قرآن مجید کے چند صفحات کی فوٹو لے کر آئے۔ ان میں سے ایک کی طرف یہ بات منسوب تھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کے استعمال میں تھا۔ اور دوسرے کے متعلق یہ بات منسوب تھی کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا ہے۔

حضرت نے ان سے دریافت فرمایا جو قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کیا اس میں نکتے لگے ہوئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی۔ حضرت نے فرمایا پھر یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ہے کیونکہ اس وقت کتابت بغیر نکتوں اور اعراب کے ہوتی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے خطوط دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں نکتوں اور اعراب کی ابتداء تابعین کے دور میں ہوئی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ نسخہ روس میں تھا۔ اور روس کو آزاد ریاستوں سے ملا تھا۔ جب صدر ایوب روس گیا تھا تو اس کے چند صفحوں کا فوٹو لے کر آیا تھا۔ اور وہ لاہور کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ باقی جو ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کے متعلق بھی تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف ہے کیونکہ رسم الخط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلی واقع ہوتی رہی ہے۔

پھر فرمایا ایک دفعہ مجھے مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ گلبرگ میں ایک صاحب کے پاس ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ سید محمد گیسو دراز کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید ہے۔ مجھے اس کو دیکھنے کا بڑا شوق ہوا تو مولانا حامد میاں نے محمود میاں صاحب کو میرے ساتھ بھیجا۔ اور ان صاحب کو اطلاع بھی کر دی۔ جب ہم گئے تو ہمیں کچھ انتظار بھی کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بڑے اہتمام سے اس کو لے کر آئے۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو میں حیران رہ گیا۔ انہوں نے حیرانگی کی وجہ پوچھی۔ تو میں نے ان سے کہا میرا خیال تھا کہ مولانا حامد میاں صاحب کو جا کر بتاؤں گا۔ اب آپ نے پوچھ ہی لیا اس لیے بتائے دیتا ہوں کہ یہ قرآن جن کی طرف منسوب ہے یہ ان کے زمانے کا نہیں یہ تقریباً آج سے دو سو سال پرانا ہے۔ جبکہ ان کا زمانہ چھ سو سال پہلے کا ہے۔

اس قرآن کی ان کی طرف نسبت درست نہ ہونے کی تین وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس زمانے میں رسم الخط اس طرح نہیں تھا۔ دوسرا یہ کہ اس زمانے میں کاغذ ترقی کر کے اس معیار تک نہیں پہنچا تھا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں جو تاریخ سن اور شہر درج ہے کہ انہوں نے اس میں اس کو مکمل کیا۔

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اس سال میں ان کا مندرج شہر میں جانا نہیں ہوا۔ حضرت نے فرمایا لوگوں کو کوئی پرانا قلمی نسخہ مل جائے تو وہ اس کی قیمت بڑھانے کے لیے اس کو پرانے بزرگوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اس غلطی پر وہی آدمی مطلع ہو سکتا ہے جو خط کے ارتقاء کی تاریخ سے واقف ہو۔

تدریس چھوڑ کر تبلیغ میں جانا

دوپہر کے وقت ایک مولوی صاحب تشریف لائے انہوں نے عرض کیا حضرت میں مدرس ہوں۔ ہمارے علاقے کی تبلیغی جماعت کے ساتھی اصرار کر رہے ہیں کہ میں تبلیغ میں ایک سال لگاؤں۔ آپ کا کیا حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا

آپ تدریس ہی کرتے رہو یہ بھی دین کا کام ہے بلکہ تدریس کرنا زبردست کام ہے بلکہ دین کا محور ہے۔

پھر فرمایا میں جماعت کے ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ ہر کام میں اعتدال ہونا چاہیے جو آدمی دین کے کسی شعبے میں لگا ہوا ہے اور اس کے جانے سے حرج واقع ہوتا ہے اس کو اس کے کام میں لگے رہنے دینا چاہیے۔ پھر فرمایا ہمارے ایک دوست قاری صاحب تھے ان کے پاس پچاس لڑکے پڑھتے تھے وہ ساتھیوں کے کہنے پر اپنی جگہ ایک اور مدرس بٹھا کر جماعت میں چلے گئے' جب واپس آئے تو تیس پرندے منتشر ہو چکے تھے انہوں نے یہ بات مجھے خود سنائی' فرمایا اللہ رب العزت کی طرف سے تقسیم کار ہے جو دین کے جس کام میں لگا ہوا ہے اس کو کرنے دینا چاہیے اسی طرح میں جہاد والوں کو بھی کہتا ہوں جو کہتے ہیں تبلیغ والے جہاد نہیں کرتے بھائی انہیں تبلیغ کرنے دو جہاد تم کرو' دین کا ہر شعبہ اپنی جگہ اہم ہے ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب مزاج تھا جو جس کام میں لگا ہوتا حضرت اس کو اسی پر تقویت دیتے اور حسن نیت کی تلقین کرتے رہتے۔

فرمایا بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے دوسروں کو جماعت میں جانے کا کہتے ہیں حضرت نے فرمایا بھائی اصلاح اس طریقے سے کرواؤ جو امت میں چلا آ رہا ہے خانقاہی نظام جس کے نظام تربیت سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ' حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا الیاس صاحب اور دوسرے علم و عمل کے پہاڑ بنے۔

کثرتِ ذکر کی تلقین

فرمایا اس دور میں ہر فتنہ تحریر سے آ رہا ہے اس لیے لٹریچر بھی بہت ضروری ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت مجھے کوئی نصیحت فرما دیں حضرت نے آیت

مبارکہ یایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا پڑھی؛ پھر فرمایا کثرت سے ذکر کیا کرو؛ درود شریف پڑھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضرت اگر چلتے پھرتے وضو نہ ہو پھر بھی ذکر کرلیا کریں۔

حضرت نے فرمایا ہاں ضرور کیا کرو؛ بلکہ ایک دفعہ ہمارے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت بے وضو درود شریف پڑھ سکتے ہیں فرمایا پڑھ لیا کرو مومن کی زبان ناپاک نہیں ہوتی۔

مجلس: ۱۴

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز پیر

ہر عمل کا اثر دوام سے ظاہر ہوتا ہے

آج صبح کی نماز کے بعد قاری محمد شاہ صاحب نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب طبقات القراء میں مندرج قراء کے ناموں کی فہرست سنائی۔ حضرت نے فرمایا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے رجال پر بڑا کام کیا ہے ان کی کتاب سیر اعلام النبلاء بیس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں؛ آج دوپہر کے وقت ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ذکر پابندی سے نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا بھائی جو کام بھی ہو پابندی سے کیا جائے تب جا کر فائدہ ہوتا ہے اب دیکھو ہمارے ہاں خطاطی سیکھنے کے لیے جو لڑکے آئے ہیں؛ ان کو شروع میں الف باء بھی صحیح نہیں لکھنا آتی وہ مسلسل مشق کرتے رہتے ہیں ایک دن اچھے کاتب بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ذکر چاہے تھوڑا ہو لیکن پابندی سے کیا جائے تو پھر آثار ذکر پیدا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

علماء دیوبند میں ذکر کا اہتمام

فرمایا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سارا دن درس حدیث ہوتا تھا؛ اور رات کو ذکر اللہ کی صدائیں گونجتی تھیں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جمعرات کو دیوبند سے گنگوہ جاتے اور جمعہ کو واپس

آ جاتے تھے ان کے ساتھ طلباء بھی ہوتے تھے حضرت مدنی ؒ حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت ہونے کے بعد حجاز تشریف لے گئے اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ ؒ صاحب حیات تھے حضرت گنگوہی ؒ نے حضرت مدنی ؒ سے فرمایا تھا کہ حاجی صاحب ؒ سے ملاقات کر کے ان سے ذکر پوچھنا حضرت مدنی ؒ نے مکہ میں حاجی صاحب ؒ سے ملاقات کی حاجی صاحب نے پاس انفاس تلقین فرمایا حضرت مدنی ؒ نے اس کو پابندی سے کیا جس کی وجہ سے بہت فائدہ ہوا۔

ذکر کے لیے وقت اور جگہ کی تعیین

فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے لکھا ہے کہ ذکر کے لیے اور دیگر مفید چیزوں کے لیے جگہ بھی متعین کرنی چاہیے کیونکہ ایک جگہ کے ساتھ آدمی کو مناسبت ہو جاتی ہے اور طبیعت منتشر نہیں ہوتی اسی طرح وقت بھی متعین کرنا چاہیے۔

فرمایا جس طرح ہمارے کھانے کے اوقات متعین ہوتے ہیں۔ صبح ناشتہ دوپہر کو اور رات کو کھانا۔ جب کھانے کا وقت آتا ہے تو طبیعت کھانے کی طرف رغبت کرتی ہے اگر مقررہ وقت پر نہ کھایا جائے تو طبیعت میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کے لیے بھی وقت مقرر کرنا چاہیے۔

صحبتِ شیخ کا اثر اور اس کا مطلب

فرمایا حضرت مجدد الف ثانی ؒ سے کسی نے پوچھا کہ فیض حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

انہوں نے فرمایا صحبت شیخ لازم و اجتناب صحبت ناجنس لابدی۔ ناجنس کی صحبت سے احتراز سے مراد ہر وہ چیز جو آدمی کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے خواہ وہ کاروبار ہو یا کوئی مجلس ہو۔ اس سے احتراز ہونا چاہیے۔

شیخ کی صحبت سے بڑا فائدہ ہوتا ہے شیخ کی صحبت لازم کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کے ساتھ ربط رہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کے ایک مرید تھے وہ بہت مختلف کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ حاجی صاحب ؒ کو خط لکھتے رہتے تھے اس میں ذکر کرتے رہتے کہ میرا آپ کی ملاقات کے لیے آنے کو بہت جی چاہتا ہے حاجی صاحب ؒ خط میں منع فرما دیتے۔

ایک دفعہ انہوں نے سوچا کہ جب بھی خط لکھ کر اجازت مانگتا ہوں حضرت منع فرما دیتے ہیں اس لیے بغیر اجازت طلب کیے وہ ملاقات کے لیے چلے آئے۔ حاجی صاحب ؒ کے ہاں آ کر ان کا دل پیچھے چھوڑے ہوئے کاموں کی طرف مصروف رہنے لگا تو حاجی صاحب ؒ نے فرمایا میں اسی لیے آپ کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ آپ وہاں رہیں اور آپ کا خیال یہاں رہے اس کا فائدہ زیادہ ہے بنسبت اس کے کہ آپ یہاں ہوں اور آپ کا خیال پیچھے کاموں میں مصروف ہو۔

فرمایا اصل کام یہ ہے کہ ذکر و فکر کرتے رہو۔ ذکر سے علم میں بھی نور آتا ہے۔ برکت آتی ہے۔ حضرت گنگوہی ؒ اخیر زمانے تک ذکر کرتے رہے۔ اس وقت ان کی عمر چوراسی برس کی تھی۔

اہل بیت کی عظمت و تعارف

ایک صاحب سے فرمایا جس طرح ہم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع واجب ہے اسی طرح اہل بیت کا دفاع بھی واجب ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت دونوں باعظمت ہیں اس لیے کہ ان کی نسبت حضور ﷺ کے ساتھ ہے اور جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو وہ قابل عظمت ہے۔ بلکہ اہل بیت کی عظمت زیادہ ہے کیونکہ ان کا تعلق حضور ﷺ سے زیادہ ہے۔ اور قرآن میں اللہ نے حضور ﷺ کو اپنے اقرباء کو دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔

وانذر عشیرتك الاقربین۔ اور سب سے پہلے اسلام لانے والے بھی اہل بیت ہی ہیں عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ کی زوجہ تھیں۔ بچوں میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ کے متبنیٰ مشہور تھے۔ جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی اور اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آپ کے انتہائی قریبی دوست تھے اور اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں۔ اور بنات طاہرات اور ان کی اولاد بھی۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہل بیت اصل کے اعتبار سے ازواج مطہرات ہیں اولاد تو بالتبع داخل ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا اولاد بھی اصل ہی ہوتی ہے۔ اولاد کو آپ کدھر کریں گے؟

پھر فرمایا ہجرت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد مبارک میں صرف ایک زوجہ تھیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت اہل بیت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد تھیں باقی ازواج مطہرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں آنے کا شرف ہجرت کے بعد ملا۔

سید اسماعیل شہید کے وعظ کا اثر شیعت پر

حضرت نے فرمایا ایک وباء یہ چل پڑی ہے جس کے نام میں علی یا حسین کا لفظ دیکھتے ہیں لوگ خارجیت سے متاثر ہو کر اس کو تبدیل کر دیتے ہیں حضرت نے فرمایا حضرت سید احمد شہید کی جماعت بندوقوں اور توپوں والی تھی لیکن انہوں نے کسی کا نام تبدیل نہیں کیا ان کی جماعت میں بہت سارے لوگوں کے ناموں کے ساتھ علی کا لفظ آتا ہے۔ انہوں نے ویسے ہی رہنے دیا۔ ولایت علی عظیم آبادی جو حضرت کی شہادت کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔

فرمایا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں سے شاہ عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وعظ و تذکیر کیا کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر سے متاثر ہو کر بہت سارے شیعہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اپنے امام باڑوں کو گرا کر مسجدیں بنائیں۔

فرمایا ایک دفعہ ہم سہارنپور گئے' سہارنپور میں جس مسجد میں حضرت سید شہید ٹھہرے تھے ہم وہاں پہنچے اور مسجد دیکھنے لگے ایک بڑے میاں دھوپ میں بیٹھے ہوئے

تھے انہوں نے ہمیں دیکھا کہ یہ کوئی چیز تلاش کر رہے ہیں تو وہ ہمارے پاس آئے ہم سے پوچھا' ہم نے بتایا کہ ہم وہ حجرہ دیکھ رہے ہیں جس میں سید شہید نے قیام فرمایا وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیں حجرہ دکھایا پھر مسقف حصہ کے مرکزی دروازے کے باہر تھوڑی سی اونچی جگہ تھی وہ ہمیں وہاں لے گئے اور بتایا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ یہاں کھڑے ہو کر وعظ کیا کرتے تھے اور بتایا کہ ہمارے جدامجد ان کے وعظ سے متاثر ہو کر شیعت سے تائب ہوئے تھے۔

فرمایا اگر کسی نام میں شرک کی بو آتی ہو تو اسے تبدیل کرنا چاہیے جیسے شاہ اسحاق صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام امداد علی سے تبدیل کر کے امداد اللہ رکھا تھا۔

اورنگزیب کے حالات پر کتاب

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر کوئی کتاب ہے؟

حضرت نے فرمایا بہت ساری کتابیں ہیں ایک کتاب مآثر عالمگیری یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ اس میں عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے روزانہ کے واقعات درج ہیں اور اس کا لکھنے والا ان کا ملازم تھا جو وقائع نگار تھا' اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اور ایک کتاب ہے آداب عالمگیری اور منتخب اللباب کا ایک حصہ بھی عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل ہے اور ایک کتاب مراۃ العالم ہے اس کے لکھنے والے کا نام بختاور ہے اور یہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا علماء اور بزرگوں سے رابطہ کروایا کرتا تھا۔

ڈارون پر ایک شعر

حضرت نے ایک صاحب کو ایک غیر ملکی نوٹ دکھاتے ہوئے دریافت فرمایا کہ اس پر کس کی تصویر بنی ہوئی ہے انہوں نے عرض کیا ڈارون کی۔

حضرت نے اس پر اکبر الہ آبادی کا ایک شعر سنایا۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنا ہوں میں
سن کر کہنے لگے میرے ایک دوست
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

مجلس: ۱۵

مجلس ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق
۱۹ دسمبر ۲۰۰۰ بروز منگل

شیعوں کو سمجھانے کا طریقہ

فرمایا: ایک کتاب ''مناقب علی والحسنین و امهما فاطمة الزهراء'' ابھی چھپ کر آرہی ہے۔ اس کا انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا ہمیں یقین ہے کہ ہماری ان کتابوں سے انشاء اللہ بہت سارے شیعہ تائب ہوں گے۔

فرمایا: تقابل اور مناظروں سے کام نہیں بنتا بلکہ کام خراب ہوتا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے قریب کرکے پھر سمجھایا جائے۔

ایک شخص ہمارے ہاں ایک نوجوان کو لے کر آئے۔ اور انہوں نے میرے کان میں آہستہ سے بتایا کہ یہ شیعہ ہے۔ میں نے اس نوجوان کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ مجھے اس کے شیعہ ہونے کا علم ہے۔ میں نے اس کا خوب اکرام کیا اور اہل بیت کے فضائل ومناقب بیان کیے۔ اس کے بعد بھی وہ کئی دفعہ آیا میں نے اس کا اچھی طرح اکرام کیا اور باتوں باتوں میں اہل بیت کا تذکرہ کیا۔ وہ بہت متاثر ہوا۔ ایک دن میرے پاس آکر کہنے لگا آپ تو اہل بیت کی بہت تعریف کرتے ہیں لیکن اہل سنت کی طرف سے اہل بیت کے فضائل ومناقب پر کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔

حضرت نے فرمایا میں نے دل میں سوچا بات تو اس کی واقعی ٹھیک ہے لیکن اس کو مطمئن کرنے کے لیے میں اٹھا اور اپنی لائبریری سے عربی فارسی میں اہل بیت پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں اس کا اس کے سامنے ڈھیر لگا دیا وہ بڑا متاثر ہوا۔ اور شیعت سے تائب بھی ہوگیا۔

ائمہ اہل بیت کا دلچسپ تذکرہ

حضرت نے فرمایا علاج بالمثل بھی تو کوئی چیز ہے۔ اہل بیت ہمارے ہی تو ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں اہل بیت پر لٹریچر کی بہت کمی ہے فرمایا ائمہ اہل بیت کے حالات کی مجھے تلاش تھی۔ کوئی کتاب نہیں ملتی تھی۔ اب ایک دفعہ رائیونڈ کے اجتماع کے موقع پر دو کتابیں نظر آئیں ایک علامہ ابن طولون کی "الائمة الاثنا عشر" اور ایک کسی شیعہ کی لکھی ہوئی تھی۔ میں نے دونوں کتابیں لے لیں۔ اس وقت علامہ خالد محمود صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ائمہ اہل بیت کی سوانح پر کوئی کتاب معلوم ہو تو بتائیں انہوں نے نفی میں جواب دیا پھر میں نے شیعہ کی لکھی ہوئی کتاب دکھائی تو وہ فرمانے لگے کہ یہ تو شیعہ کی ہے میں نے کہا آپ تو کوئی کتاب لکھتے نہیں اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ شیعہ کی ہے۔ پھر ہم کہاں سے لائیں۔

فرمایا ابن طولون کی کتاب الائمۃ الاثنا عشر کو دیکھ کر ائمہ اہل بیت کا سوانحی خاکہ ذہن میں آیا۔ بعد میں دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ایک کتاب تابعین نامی شائع کی پھر تبع تابعین شائع کی ان میں بعض ائمہ اہل بیت کے بڑے اچھے حالات آگئے پھر فرمایا بارہ اماموں سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ ہمارے امام ہیں اور یہ سب اہل بیت تھے لیکن ان کے متعلق ہمارا شیعوں والا عقیدہ نہیں ہے۔ جب ہم ائمہ اربعہ کہتے ہیں تو اس سے اوروں کی نفی تھوڑی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان کو امام کہنے سے اوروں کی نفی نہیں ہوتی۔

فرمایا ائمہ اہل بیت میں ایک امام علی رضا ہیں ان کا تو تصوف میں بہت فیضان ہے۔ ان کے ہاتھ پر حضرت معروف کرخی ؒ مسلمان ہوئے تھے۔ اور یہ بات ابن جوزی نے لکھی ہے۔ ابن جوزی جو کہ صوفیوں کا غبار اڑاتے تھے۔ انہوں نے تو امام معروف کرخی کی سوانح بھی لکھی ہے۔ اسی طرح ائمہ اہل بیت میں سے امام زید ؒ

ہیں جو کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کی عمر ۴۶ برس ہوئی اور اتنی تھوڑی عمر میں ہی وہ مسند اجتہاد پر بیٹھے۔ ابن زہری نے ان کو سید الہاشمیین لکھا ہے۔

فرمایا امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے دو شاگرد صوفی ہیں۔ ایک امام داؤد طائی جن کا ذکر قادری، نقشبندی، اور سہروردی سلسلوں کے شجروں میں آتا ہے۔ اور ایک فضیل بن عیاض ہیں جن کا ذکر چشتی سلسلہ میں آتا ہے۔

فرمایا ایک اور کتاب تیار ہے وہ بھی انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ اس کا نام ہے تاریخ خلیفہ ابن خیاط۔ یہ خلیفہ امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے انہوں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جس سے یزید کی حمایت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا اس وقت حالات سازگار نہیں ہوں گے اس لیے انہوں نے لکھ دی ہوگی۔

حضرت حسن بصری ؒ کا حضرت علی ؓ سے فیض حاصل کرنا ثابت ہے

فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے زمانے میں یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ حضرت حسن بصری کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت علی ؓ سے فیض حاصل کیا یہ غلط ہے۔ بلکہ حضرت حسن بصری ؒ کی حضرت علی ؓ سے رویت اور روایت ثابت نہیں۔ اس وقت بہت سارے لوگوں نے اس بات کی اشاعت کی۔ اس زمانہ میں ایک چشتی سلسلہ کے شیخ تھے انہوں نے اس کی تردید میں ایک کتاب فخر الحسن نامی لکھی۔ اس میں حضرت حسن بصری کی رویت اور روایت دونوں کو ثابت کیا۔ پھر اس کی ایک شرح لکھی گئی اس کا نام ہے القول المستحسن۔ کچھ عرصہ پہلے یہ کتاب مولانا مظہر جو فاضل دیوبند ہیں ان کے مقدمہ کے ساتھ کراچی سے شائع ہوئی تھی۔ وہ مقدمہ بہت ہی معلوماتی ہے۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمان ؓ منبر پر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے حضرت حسن بصری ؒ بیٹھے ہیں۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسن بصری ؒ کی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت اور رویت دونوں ثابت ہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رویت بھی کی اور ان سے روایت بھی بیان کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطریق اولی کی ہوگی۔

فرمایا اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی رویت اور روایت ثابت نہیں تو اس سے چشتی سلسلہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اس لیے مولانا فخر الدین صاحب نے اس کے اثبات پر کتاب لکھی۔ کیونکہ اس کی چوٹ ان پر پڑتی تھی۔

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باطنی فیض تین حضرات سے چلا ایک حضرت حسین کے واسطہ سے اور دوسرا حضرت کُمیل بن زیاد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خادم تھے ان کے واسطہ سے۔ سلسلہ کبرویہ جس کے مشہور شیخ نجم الدین کبری ہیں۔ حضرت کُمیل ہی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور تیسرا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے۔

اہل عجم اور دین کی خدمت

فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت کی دلیل ہے کہ جس طرح اس دین کو آپ کے گھرانے کے لوگوں اور اہل عرب نے قبول کیا۔ اسی طرح عجمیوں نے دین کو قبول کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا زیادہ تر کام ان لوگوں سے لیا جو اہل بیت میں سے نہیں تھے۔ تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کا تو آبائی دین تھا۔ انہوں نے اس کو قبول کرنا تھا۔ اور اس کی حفاظت کرنی ہی تھی۔ احادیث کی مشہور کتب عجمیوں کی جمع کی ہوئی ہیں۔ اسی طرح فقہ کے ائمہ بھی عجمی ہیں۔ اور مجددین کی جماعت بھی اکثر عجمیوں میں ہوئی۔ اب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیں کہ وہ پنجاب کے علاقے سرہند میں ہوئے اور ساری دنیا ان کو مجدد مانتی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت کیا عرب بھی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد مانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بہت سارے عربوں کو ہم نے انہیں مجدد کہتے ہوئے سنا ہے۔ باقی ترکی کی عربوں پر کئی سو سال حکومت رہی۔ ترکی میں حضرت مجدد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت وسیع حلقہ ہے۔ وہ اس طرح کہ سلسلہ مجددیہ کے ایک شیخ تھے۔ شیخ غلام علی۔ ترکی کے ایک عالم شیخ خالد کردی ان سے بیعت ہوئے۔ اور ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد ترکی میں انہوں نے سلسلہ مجددیہ کی اشاعت کی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ترکی کے ایک شیخ سے ملاقات

حضرت نے فرمایا ہمارا ترکی جانا ہوا تو وہاں کے تبلیغی جماعت کے ساتھی ہمیں سلسلہ مجددیہ کے ایک شیخ ہیں جن کا نام شیخ محمود ہے جو کہ بہت ہی حسین وجمیل ہیں ان کا ترکی میں خوب شہرہ ہے۔ ان کے پاس لے گئے وہ اس وقت ہسپتال میں صاحب فراش تھے۔ ہم جب وہاں پہنچے ساتھیوں نے ان سے تعارف کروایا تو انہوں نے بہت اکرام کیا۔ بلکہ انہوں نے ہسپتال میں ہماری دعوت بھی کی شیخ محمود حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا درس بھی دیتے ہیں۔ انہوں نے میرے سے پوچھا کہ مکتوبات میں ایک لفظ میان آتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے سوچا تو ذہن میں بات آئی کہ چونکہ فارسی میں نون غنہ نہیں ہے اس لیے کاتب نے درمیان میں نقطہ لگا دیا ہوگا۔ پھر میں نے انہیں بتایا کہ یہ لفظ ناموں کے ساتھ بطور تعظیم استعمال ہوتا ہے۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت نے فرمایا! پچھلی دفعہ جب حرمین شریفین کی حاضری کا موقع ملا تو مدینہ منورہ میں ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔

فرمایا! مسجد نبوی شریف میں ہماری ایک ہی جگہ متعین ہے جہاں ہم بیٹھتے ہیں (اس بات کے کہتے ہی حضرت پر رقت طاری ہوگئی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں) وہاں ترکی بھی اس کے قریب بیٹھتے ہیں۔ ان سے وہاں ملاقات ہوئی تھی۔

راقم نے عرض کیا حضرت آپ مسجد نبوی شریف میں کس جگہ بیٹھا کرتے ہیں۔ فرمایا پہلی چھتریوں کے دائیں جانب۔ انہی باتوں میں کافی وقت گزر گیا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا حضرت آپ آرام فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے کچھ آرام کر لینا چاہیے۔ پھر حضرت آرام کے لیے تشریف لے گئے۔

آج دوپہر کی مجلس میں حضرت نے فرمایا: جس طرح اہل سنت پر صحابہ کا دفاع لازم ہے اسی طرح اہل بیت کا دفاع بھی لازم ہے اور یہی اہل سنت کا مسلک اور طریقہ ہے۔

اولیاء کے بعد لوگوں کی خرافات

فرمایا دلی کی خانقاہ جو خواجہ باقی باللہ کی تھی ان کی وفات کے بعد وہاں کے لوگوں نے مولود پڑھنا شروع کر دیا۔ اس وقت خانقاہ میں شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ باقی باللہ کے بیٹے بھی قیام پذیر تھے۔

حضرت مجدد صاحب نے ان کی طرف دو خط لکھے۔ اور دونوں بڑے جلال میں لکھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت آج زندہ ہوتے کیا وہ اس طریقہ کو پسند کرتے، ہرگز نہیں۔

پھر فرمایا کہ جس طرح شریعت میں کوئی نئی چیز داخل کی جائے تو وہ بدعت اور مذموم ہے۔ اسی طرح اگر طریقت میں کوئی چیز شامل کی جائے تو وہ بھی مذموم ہے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ احرار کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کے سلسلے میں تغیر کیا تو ان کے بیٹوں نے ان لوگوں کے ساتھ مجادلہ کیا۔ انہوں نے اپنا فرض سمجھا کہ ہم اپنے شیخ کے طریقے کو ان لوگوں کی دستبرد سے محفوظ رکھیں۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔

سب سے پہلا مکتوب نبوی لکھنے والا

فرمایا: یہ بھی عجیب بات ہے کہ جو سب سے پہلا مکتوب نبوی ﷺ دریافت ہوا اس کے محقق نے تحقیق کی ہے کہ وہ مکتوب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ غالباً یہ کتاب الوحی میں لکھا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا اس وقت جو لوگ بھی پاس تھے ان میں سے جو اچھے خط والے ہوتے یا قریبی ہوتے تھے ان کو بلوا لیتے تھے۔ اور ان سے لکھواتے تھے۔

فرمایا ہماری تو خطاطی کی سند بھی حضور ﷺ تک پہنچتی ہے۔ جس طرح قراء کی سند ہے اسی طرح خطاطی کی بھی سند ہے۔

فرمایا کہ حضور ﷺ ہر شعبے کے نبی ہیں کونسا شعبہ ہے جو چھوڑا ہو آپ لکھنا نہیں جانتے تھے لکھوانا تو جانتے تھے۔ اس شعبہ کی آپ ﷺ نے کس طرح پرورش کی کہ جو قیدی آئے ان کو کہا دس دس آدمیوں کو سکھا دو تمہاری چھٹی ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کے دندانے بناؤ اور فرمایا کہ میم کی آنکھ بند نہ کرو۔

خطاطی کی تاریخ

فرمایا: یہ سب چیزیں اتری ہوئی ہیں اس زمانہ میں حمیر جو کہ شام میں ہے اور حیرہ جو کہ عراق میں ہے ان کی کتابت مشہور تھی۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت خطاطی کی تاریخ پر کوئی کتاب بھی ہے۔ فرمایا خطاطی کی مفصل تاریخ ہے اس کا نام ہے تاریخ الخط العربی اس میں سب سے پہلا باب (کاتبان نبی ﷺ ہے)

فرمایا کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ خطاطی حضرت ادریس علیہ السلام پر اتری اس بات کو شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے موضح القرآن میں درج کیا ہے۔ ویسے بھی یہ بات ظاہر ہے کہ علوم جو آئے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے آئے ہیں۔ گویا کہ یہ انبیاء کی پیش کی ہوئی تھیوری ہیں۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فلاں سائنسدان کی تھیوری ہے یہ ڈارون کی تھیوری ہے۔

ڈارون کا نظریہ اور منصور حلاج کا نعرہ

فرمایا ڈارون کی شکل ہم نے کل دیکھی اس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا۔ کہ انسان اصل میں بندر تھا ترقی کرتے کرتے انسان بنا۔ اور دوسری طرف منصور حلاج نے اناالحق کا نعرہ لگایا۔ فرمایا اکبر الہ آبادی نے خوب شعر کہا ہے۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنا ہوں میں
سنکر کہنے لگے میرے ایک دوست
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

فرمایا منصور کی جو بات ہے وہ تو اس کی ایک کیفیت ہے جیسا کہ آتا ہے اللہ فرماتے ہیں میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں نعوذ باللہ کہ واقعۃً ہاتھ بنتے ہیں۔ بندہ خدا نہیں ہوسکتا خدا بندہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن بندے کو اللہ تعالیٰ ایسی صفات دے دیتا ہے جس سے اس کی حیثیت نیچے رہ جاتی ہے جیسا کہ آتا ہے تخلقوا باخلاق الله تو بندے کو اللہ کے اخلاق مل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا پرتو اس پر ڈالتے ہیں اگر وہ برداشت کر جائے تو بندہ ہے ورنہ وہ منصور بن جاتا ہے۔

فرمایا: خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا منصور طفل بود منصور تو بچہ تھا۔ جو برداشت نہ کر سکا اور انا الحق کا نعرہ لگا بیٹھا اور حضرت خواجہ گیسودراز نے تو عجیب بات لکھی۔ منصور نے انا الحق کہا لوگ کہتے ہیں کہ اس پر تجلیات ذات ہوئی تھیں اس لیے اس نے ایسا کہا۔ ایک ہے تجلی ذات یہ کسی کسی پر ہوتی ہے وہ برداشت بھی کرتے ہیں اور ایک ہے تجلی صفات یہ عام ہوتی ہے فرمایا تجلی ذات نہیں ہوئی اگر تجلی ذات ہوتی تو وہ انا الحق نہ کہتے بلکہ حق حق کہتے۔

ذکر کی کثرت اور مجذوب کا قیمتی شعر

قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری کی تقریر میں اعبدوا اللہ کے تحت لکھا ہے کہ اتنا کثرت سے ذکر کیا جائے کہ نہ ذاکر رہے نہ ذکر رہے صرف مذکور ہی باقی رہ جائے۔

حضرت نے فرمایا ہاں وہی رہ جائے آدمی کیا ہے پھر مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

اور فرمایا بڑا زبردست شعر ہے۔

قاری محمد شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت اس شعر کے کہنے پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجذوب صاحب سے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں آپ کو دے دیتا۔

لطیفہ

پھر قاری محمد شاہ صاحب نے ایک لطیفہ سنایا کہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے قریب چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں۔ ان میں سے ایک گھر میں گدھا بھی ہے شیخ نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پڑھاتے ہوئے علمی نکات بیان کرتے کرتے جوش میں آجاتے تو وہ گدھا بولنے لگ جاتا شیخ صاحب نے طلباء کو مخاطب کر کے فرمایا دیکھو گدھے نے میری بات سمجھ لی اور بولنے لگا تم خاموش بیٹھے ہو۔

راقم نے عرض کیا حضرت منصور حلاج کس زمانے میں گزرے ہیں۔

فرمایا ابتدائی زمانے میں ہوئے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے قریب زمانے کے ہیں۔ ان کے حالات مولانا ظفر احمد عثمانی نے لکھے ہیں۔

حضرت نے فرمایا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس نے حدیث نہیں لکھی وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تو گویا تصوف کے مدونین میں سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بالکل تصوف تو ان کی ذات سے چھوٹا ہے۔

پڑھنے کے بعد پڑھانا ضروری ہے

حضرت نے ایک طالب علم کو مخاطب کر کے فرمایا پڑھنے کے بعد لکھنے پڑھنے کا کام کرنا کوئی دکان نہ کھولنا۔ اگر تجارت کرنی بھی ہو اس طرح کرنا کہ تدریس نہ چھوٹے

پائے۔ دیکھو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی تاجر تھے۔ لیکن خود پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے تھے۔ اور کاروبار کے لیے آدمی رکھے ہوئے تھے۔ پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے ذمہ داری ہے کہ وہ آگے پڑھائے۔

انگلینڈ میں دھوپ کی اہمیت

انگلینڈ سے آئے ہوئے احباب سے حضرت نے دھوپ میں بیٹھنے کے لیے فرمایا ایک صاحب نے دریافت کیا حضرت سنا ہے انگلینڈ میں جس دن دھوپ نکلے اس دن کو وہ عید کی طرح مناتے ہیں۔ حضرت نے انگلینڈ سے آئے ہوئے ساتھیوں سے پوچھا کیوں بھائی ایسے ہی ہے۔ انہوں نے عرض کیا جی حضرت اس دن لوگ سیر وتفریح کے لیے نکلتے ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت غالباً اسی لیے انہوں نے چھٹی والے دن کا نام سن ڈے (Sunday) رکھا ہے یعنی دھوپ سورج والا دن۔

حضرت نے فرمایا سن ڈے تو رکھا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس دن سورج بھی نکلا ہو۔

زیتون اور کلونجی

دوپہر کے وقت حضرت کے ہاتھوں اور پاؤں پر زیتون کے تیل کی مالش کی جاتی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے زیتون کے بہت فوائد ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ اسے کھاؤ بھی اور ملو بھی۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا وہ پتھر پر لکیر ہے۔ کلونجی کے متعلق فرمادیا ہے۔ اسی طرح شہد کے متعلق اور سرکہ کے استعمال کے متعلق فرمایا ہے۔

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غریبوں کے دسترخوان سجا دیے ہیں۔

مجلس: ۱۶

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز بدھ

ذکر کی برکات وثمرات

فرمایا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے اللہ رب العزت کا فرمان ہے یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں دن کو درس حدیث ہوتا اور رات کو ذکر اللہ کی آوازیں گونجتیں۔ ہمارے بزرگوں نے ذکر کو زائد کام نہیں سمجھا بلکہ یہ قرآن وحدیث میں معاون ہے۔ اس کے کرنے سے علوم کھلتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کا بہت ہی ذوق تھا۔ آخر عمر میں تو انہوں نے بہت سارے لوگوں کو ڈانٹا بھی ان سے پوچھا کتنا ذکر کرتے ہو انہوں نے بتایا تو فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اتنا تھوڑا۔

فرمایا اپنے بزرگوں کے طریقے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ پہلے ذکر وفکر میں لگاتے تھے ہر چیز کے آثار ہوتے ہیں ذکر جو ہے یہ تبتل پیدا کرتا ہے۔ ذکر کرنے سے برکات پیدا ہوتی ہیں پھر جو کام بھی کرے اس میں برکت ہوتی ہے۔ تبلیغ میں حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی برکات آئیں۔ اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف وتالیف اور وعظ ونصیحت وتذکیر میں ان کے ذکر کی برکات آئیں۔

فرمایا صوفیاء نے لکھا ہے جو آدمی سلوک کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ کسی چیز کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے مثلاً سلوک کا راستہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا تو ان پر

تبلیغ کا راستہ کھول دیا گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا تو ان پر وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف کا راستہ کھل گیا۔ اسی طرح حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا تو ان پر درس حدیث کا راستہ کھل گیا۔ اور انہوں نے بذل المجہود لکھ دی۔ یہی راستہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا تو اللہ نے ان کو جہاد پر لگا دیا۔ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا تو ان کی تصانیف میں اللہ نے جو برکت ڈالی وہ تو آپ کو معلوم ہے۔

طبائع کا اختلاف

فرمایا مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پر قرآن کی نسبت غالب تھی۔ اور مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پر ذکر اور قرآن دونوں کی نسبت غالب تھی۔ ذکر کی بڑی برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تبارك اسم ربك ذی الجلال والاکرام الخ

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میری طبیعت تلاوت قرآن کی طرف زیادہ چلتی ہے جو ذکر آپ نے بتایا ہے اس کی طرف نہیں چلتی۔

حضرت نے فرمایا مولانا عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ذکر تین طرح کے ہوتے ہیں تلاوت، نماز، ذکر

فرمایا بہت خوش قسمتی کی بات ہے۔ آپ کثرت سے تلاوت کیا کریں۔

فرمایا طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کی طبیعت ذکر کی طرف زیادہ چلتی ہے اور کسی کی طبیعت تلاوت کی طرف۔ جس طرف طبیعت کا میلان ہو اسے یہی کرنا چاہیے۔ لیکن کسی دوسرے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے کہ فلاں ذکر کیوں نہیں کرتا۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میرا اپنے بچے کو حفظ کروانے کا ارادہ ہے۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن اسکو ٹی وی (TV) سے بچانا۔ یہ بڑی نحوست کی چیز ہے۔ ایک جگہ میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں کہ اس میں قرآن بھی ہو اور گند بلا بھی ہو۔

اکابر کے تذکرے

کھانے کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا پیر مہر علی شاہ صاحب بڑے جید عالم اور صوفی تھے۔ انہیں ہمارے اکابر سے بڑی عقیدت تھی۔ ہمارے اکابر بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور ان کا تذکرہ بڑے اونچے الفاظ میں کرتے تھے۔

ایک دفعہ امیر شریعت حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ میں نے دو آنکھیں دیکھی ہیں۔ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کا شفاف ہونا اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی آنکھ کی مستی کہیں نہیں دیکھی۔

حضرت نے فرمایا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ جو تھی جیسے بلور ہوتا ہے بڑی روشن آنکھ تھی مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو امام الہند کا خطاب دیا تھا۔ اور ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لکھے ہوئے دو مضمون ایسے ہیں کہ وہ کئی کتابوں پر بھاری ہیں۔ مولانا آزاد کا ایک ہی لڑکا ہوا اس کا نام انہوں نے حسین رکھا تھا۔

فرمایا تفسیر کے چھاپنے کا یہ طرز کہ پہلے قرآن کی عبارت پھر نیچے اس کا ترجمہ پھر اس کے بعد اس کی تشریح یہ ہندوستان میں سب سے پہلے مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا۔ بعد میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنایا۔ پھر معارف القرآن اسی طرز پر شائع ہوئی۔

مجلس ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات

اکابرین کے مسلک کے ترجمان

آج حسب معمول سحری کے بعد حضرت کچھ دیر تک احباب کے ساتھ بیٹھے۔ پھر نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد قاضی مظہر حسین صاحب کا ذکر ہوا۔

حضرت نے فرمایا قاضی صاحب ماشاء اللہ عقیدے کے بارے میں بڑے پختہ ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں اور لوگوں کو ان سے شکایات ہوں گی لیکن ہمیں تو ان پر مکمل اعتماد ہے۔ ایک آدمی ایسا ہونا چاہیے جو چاروں طرف ڈنڈا چلائے اور اصلاح کرے۔

مفتی محمد انور صاحب (برادر مولانا امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ اکاڑوی و حال[1] مدرس دارالعلوم کبیر والا) نے عرض کی حضرت میرا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کی خدمت میں جانا ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ جس وقت اکابر کا مسلک و مشرب رسالہ چھپا ہے تو اس کے بعد قاضی صاحب میرے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ اس کا جواب لکھیں کیونکہ اگر کوئی اور لکھے گا تو اس کی تحریر کی بھی ہمیں اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا بالکل صحیح فرمایا اس وقت یہ دونوں حضرات اکابر کے مسلک کے ترجمان ہیں۔

صحبت کے فائدے پر ایک عجیب واقعہ

اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہے۔ صحبت سے جو کچھ

[1] اس وقت مولانا انور صاحب خیر المدارس ملتان میں مدرس ہیں۔

حاصل ہوتا ہے وہ کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ آدمی کون کون سی کتاب دیکھے۔

فرمایا کہ میں نے مولانا محمد علی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ) سے براہ راست یہ بات سنی۔ انہوں نے فرمایا ایک دفعہ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی اور اخیر میں سجدہ سہو کیا۔ اس مسجد میں ایک بڑے میاں تھے نماز کے بعد انہوں نے پوچھا کہ آپ نے سجدہ سہو کیوں کیا۔ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے آخری دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملا لی تھی۔ وہ بڑے میاں بولے اچھا ہم نے تو مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ اس سے سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تو خاموش ہو گئے گھر آ کر انہوں نے مراجعت کی کتابیں دیکھیں تو بڑے میاں کی بات صحیح نکلی۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا بڑے میاں کیا تھے انہوں نے کون سی کتابیں پڑھی ہوں گی صحبت ہی تو اٹھائی تھی۔ پھر فرمایا کہ صحبت سے بزرگوں کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ اور اس میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

اکابر پر اعتماد

فرمایا جو چیز محقق ہے اس پر کیا تحقیق کرنا۔ اپنے حضرات سب محقق تھے۔ انہوں نے جو بات لکھی تحقیق سے لکھی ویسے نہیں لکھنے والے تھے۔ جہاں اکابر کی بات آ جائے وہاں گردن خم کر دینی چاہیے اسے ہی تقلید کہتے ہیں۔ اب یہ لوگ سینہ تان کر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کو نہیں مانتے کتاب و سنت کو مانتے ہیں۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ بزرگوں نے معاذ اللہ کتاب و سنت کو نہیں سمجھا۔

فرمایا ہم نے اپنے حضرت کو بار بار یہ جملہ فرماتے ہوئے سنا کہ بھائی میں نے تو جو کچھ پڑھا تھا وہ بھول گیا ہوں ہم تو اسی پر ہیں جس پر ہمارے بزرگ ہیں۔

قاضی مظہر حسین صاحب کا مسلک صحیح رخ پر ہے

حضرت نے فرمایا حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں قاضی مظہر حسین

صاحب کا مسلک بالکل صحیح رخ پر ہے۔ شیعوں کی تردید میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی یہ کام جو ہے کہ شیعوں کی تردید کرتے کرتے خارجی بن جائیں یہ بڑی بدقسمتی ہے، اس سے تو اسی گڑھے میں جا کر گریں گے جس میں شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی بنا پر گرے ہیں۔ اللہ پاک قاضی صاحب کو سلامت رکھے۔ ان کے مخالفین ان کو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دفاع کی بناء پر شیعہ تک کہتے رہے حالانکہ شیعوں کے خلاف سب سے پہلے بندوق انہوں نے ہی اٹھائی۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ ان کا مقابلہ شیعوں کے ساتھ بندوقوں سے بھی رہا ہے۔

قاضی صاحب نے اپنے والد صاحب کی کتاب آفتاب ہدایت بہت پھیلائی یہ بہت مدلل کتاب ہے۔ مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت سنا ہے قاضی صاحب اپنے جلسے کے اسٹیج پر اس وقت تک کسی کو تقریر نہیں کرنے دیتے جب تک اس کے مسلک کے بارے میں انہیں اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ علماء دیوبند کے مطابق ہے۔

حضرت نے فرمایا جی ہاں۔ قاضی صاحب جب تک کسی کو پرکھ نہیں لیتے اس وقت تک کسی سے کام نہیں لیتے۔

حضرت نے ایک صاحب سے فرمایا کہ المہند اپنے پاس ہونی چاہیے۔ ہم نے تو ایک دفعہ طے کیا تھا کہ یہ مدارس میں درساً پڑھانی چاہیے۔ قاری عبدالرشید صاحب نے تو یہ کام شروع بھی کر دیا تھا۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا علم

فرمایا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے پختہ کار تھے۔ وہ ڈھیلی چیز لکھنے والے نہیں تھے۔ ان کے علم کی بھی ایسی بات تھی کہ مولوی احمد رضا خان اوروں کو تو مناظرے کے چیلنج کرتا رہا لیکن ان کی طرف ہمت نہیں ہوئی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کون ہیں۔

مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ و یزید کے مسئلہ پر بھی ایک عبارت لکھ کر مدارس کے ذمہ داروں سے دستخط لینے چاہئیں۔

حضرت نے فرمایا دیوبند سے ایک رسالہ شائع ہوا تھا۔ اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی اس مسئلہ پر تحریریں تھیں۔ اسی پر دستخط کروا لیے جائیں۔

فرمایا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ یزید خود کیوں نہیں معزول ہو گیا اسے خود اپنے آپ کو معزول کر دینا چاہیے تھا۔

مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاکم فسق کی وجہ سے خود معزول ہو جاتا ہے اور ہمارے ہاں قابل عزل ہے۔

مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت ایک مولوی صاحب نے مجھ سے حدیث قسطنطنیہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے کہا کہ حدیث میں مدینہ قیصر کا ذکر ہے قسطنطنیہ کا لفظ کہیں نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں اول ما جیش کا لفظ آیا ہے جبکہ یزید تیسرے لشکر میں تھا اور تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مغفرت کا وعدہ ہے وہ ماقبل والے گناہوں کی مغفرت کا ہے نہ کہ بعد والوں کی مغفرت کا، حضرت نے فرمایا اس مسئلے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے وہ بھی دیکھ لینا چاہیے کراچی سے ایک رسالہ چھپا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قصاص عثمان رضی اللہ عنہ اس کے آخر میں یہ مضمون چھپا ہے۔

فرمایا ایک دفعہ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے ہوئے تھے لاہور میں ایک عطاء اللہ حنیف[1] صاحب تھے مولانا کے ان سے مراسم تھے وہ ان دنوں میں کافی بیمار تھے مولانا ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، میں بھی مولانا کے ساتھ ہو

[1] غیر مقلدین کے مقتدر عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی۔

لیا۔ عطاء اللہ حنیف صاحب نے مولانا سے حدیث قسطنطنیہ کے متعلق پوچھا تو مولانا نے فرمایا قسطنطنیہ کا لفظ حدیث میں مذکور نہیں ہے اس کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے داخل کیا ہے۔ مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اس بات پر چیلنج کرتا ہوں کہ کسی بھی حدیث میں لفظ قسطنطنیہ نہیں ہے۔ یہ تو شرح والوں نے اس میں داخل کیا ہے۔ جب مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب نے انہیں کہا کہ میرا چیلنج ہے کوئی ثابت کر دے تو وہ خاموش ہو گئے۔

مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت مدینۃ القیصر کا لفظ بھی صرف ایک ہی روایت میں ہے باقی روایات میں مدینۃ القیصر کا لفظ نہیں ہے۔ اور جس روایت میں مدینۃ القیصر کا لفظ ہے اس کے راوی ام حرام سے عمیر بن اسود عنسی ہیں اور باقی روایات کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو کہ ام حرام کے بھانجے ہیں۔ اگر اس بات کو دیکھا جائے تو بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایات کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ محرم تھے اور عمیر غیر محرم تھے انہوں نے پس پردہ روایت سنی ہوگی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو چند سطریں اس پر لکھی ہیں وہ بڑی کام کی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ جس وقت حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ اول ماجیش ادا ہو رہے تھے اس وقت مدینۃ القیصر حمص تھا قسطنطنیہ نہیں تھا پھر اول ماجیش والی بات یزید پر صادق نہیں آتی۔

اور انہوں نے لکھا ہے اس روایت میں جو خوشخبری دی گئی ہے ایسی خوشخبری عموماً فتح کے موقع پر ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ یزید کی شخصیت اس میں اس پر بھی چند صفحے لکھے ہوئے ہیں وہ پڑھ لینا چاہیے۔

مسئلہ حیات النبی پر قیمتی معلومات

حضرت نے قاری محمد شاہ صاحب سے دریافت فرمایا منکرین حیات النبی ﷺ یہ کیا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سلام سنتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت نہیں۔

پھر قاری صاحب نے عرض کیا حضرت حضور ﷺ کی حیاۃ میں تو کسی کا اختلاف نہیں تھا انہوں نے ہی یہ مسئلہ شروع کیا۔ البتہ عام سماع موتی کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا۔ بعض سماع کے قائل تھے اور بعض عدم سماع کے قائل تھے۔

حضرت نے فرمایا بھائی اللہ پاک نے دنیا میں کتنے ہی لوگ ہیں جن کو بہرہ بنایا ہے۔ ان کے بہرے ہونے میں بھی حکمت ہے۔ اس لیے کہ وہ کچھ سنتے ہیں اور کچھ نہیں سنتے۔ دونوں مسلک ثابت ہیں۔ یہ کہنا کہ بالکل سنتے ہی نہیں یہ کیسے درست ہوسکتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ضیاء اللہ شاہ کا فتویٰ چھپا ہے کہ حیاۃ النبی ﷺ کے قائل مرتد ہیں اور ان کا ذبیحہ حرام ہے پھر انہوں نے یہ بھی بتایا کہ قاضی عصمت اللہ (جو کہ قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ کے بیٹے ہیں) نے لکھ کر دیا ہے کہ میں حیاۃ النبی کا قائل ہوں۔

اس پر مفتی انور صاحب نے عرض کیا حضرت یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں لیکن جب تفصیل پوچھی جائے تو کہتے ہیں جنت میں حیات کے قائل ہیں۔ اس پر انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ مولانا غلام اللہ خان صاحب ملتان تشریف لائے تو شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید صاحب کہروڑ پکا جو اس وقت کبیر والہ میں تھے لڑکوں کے ساتھ ان سے ملنے کے لیے گئے مولانا عبدالمجید صاحب کہروڑ پکا والوں نے ان سے حیات النبی ﷺ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں قائل ہوں۔ مولانا نے پوچھا روح کے تعلق کے ساتھ یا اس کے علاوہ۔ تو انہوں نے کہا روح کے تعلق کے ساتھ۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب نے اس تعلق کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے کہا جیسے آپ یہاں ہیں اور آپ کی رضائی کبیر والہ میں ہے۔

یورپ کے کچھ حالات

شام کو کھانے کے بعد حضرت نے فرمایا برطانیہ میں ہم ایک خطیب صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک زمانہ تھا کہ یورپین لوگ اتنے غیر مہذب تھے کہ نہ یہ نہاتے تھے اور نہ ہی ان کے گھروں میں بیت الخلاء تھے۔

فرمایا اصل میں جب انہوں نے مسلمان ملکوں پر قبضہ کیا تو وہاں کی تہذیب اپنے ہاں لے گئے۔ کیوں کہ طہارت کی تاکید اسلام میں بہت زیادہ ہے۔ اور احادیث میں غسل جمعہ کی بھی تاکید آئی ہے۔ صوفیاء کے ہاں تو اس کی بہت اہمیت ہے۔ حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ جب بیعت لیتے تھے تو جہاں اور چیزوں کی تلقین کرتے تھے وہاں غسل جمعہ کی بھی تلقین کرتے تھے۔

فرمایا موصوف نے مجھے بتایا کہ ایک دن ان کے پاس ایک پادری آ گیا اور اس نے حسرت سے کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں کہ آپ کے ہاں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ خطیب صاحب نے انہیں کہا ہم کسی کو بلانے نہیں جاتے بلکہ ہمارے پیغمبر کا حکم ہے کہ جمعہ پڑھا کرو۔

حضرت نے فرمایا ہم نے دیکھا اکثر گرجے بے آباد ہیں وہ لوگ گرجے فروخت کر رہے ہیں۔ ختم نبوت کا دفتر بھی ایک گرجے میں ہے۔ وہاں کی حکومت کا حکم ہے کہ گرجے کی باہر کی عمارت ویسے ہی رکھو۔ اس میں تبدیلی نہ کرو۔ اندر جو چاہے تبدیلی کرلو۔

حضرت نے فرمایا ان کے ہاں تو عادت یہ ہے کہ یہ فلاں سن میں تعمیر ہوا اور اس کی معیاد فلاں سن تک ہے۔ جب اس کی معیاد آ جاتی ہے تو وہ لوگ اس کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اور آج کل گجراتی جو ہیں یہ اس کو خریدتے جا رہے ہیں اور اس کو مدارس اور مساجد میں تبدیل کر رہے ہیں۔ فرمایا ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ جتنے بھی گرجے ہیں سب پرانے ہیں۔ کوئی بھی نیا نہیں ہے اور گرجے اتنے زیادہ ہیں جس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ کسی زمانے میں یہ لوگ بڑے مذہبی تھے۔

مجلس: ۱۸

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق
۲۲ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک

زیدیہ فرقہ اور امام زید کے بیٹوں کے حالات

آج فجر کی نماز کے بعد قاری محمد شاہ صاحب نے حضرت کو شرح الازھار میں مذکور رجال کے حالات کی فہرست سنائی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کتاب ائمہ یمن کے فقہی مسلک پر مشتمل ہے اور یمنی جو ہیں یہ شیعہ نہیں تھے بلکہ یہ مناقب اور ترتیب خلافت اسی طرح مانتے ہیں۔ جس طرح سنی مانتے ہیں۔ فرمایا شرح الازھار کے بارے میں زیادہ معلومات جامعہ مدنیہ میں مقیم شامی عالم شیخ احمد زبیدی کو ہونگی اگرچہ شیخ احمد پختہ حنفی ہیں لیکن زیدیہ فرقے کا بھی اچھے الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ زیدیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اہل جہاد ہیں کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد علم جہاد کو بلند کرنے والے حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ ان کے بعد محمد ذوالنفس الزکیہ نے علم جہاد بلند کیا۔ فرمایا حضرت زید کے چار بیٹے تھے۔ یحیٰ، حسین، عیسیٰ اور محمد۔ سوائے محمد کے باقی سب نے محمد ذوالنفس الزکیہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ جب افراتفری مچی تو محمد یحیٰ خراسان آ گئے۔ مخالفین نے خراسان میں پیچھا کیا۔ خراسان کے گورنر کو بھی لکھا ان سے لڑائی ہوئی۔ لڑائی میں محمد یحیٰ کے ساتھ ایک روایت میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) اور ایک میں سات سو (۷۰۰) آدمی تھے۔ انہوں نے ہزاروں کو شکست دی۔ پھر یہ خراسان کی

سرحد پر واقع شہر جوزجان میں آگئے۔ وہاں ایک خراسانی تھے انہوں نے ان کو پناہ دی۔ اس بات کی مخبری ہوگئی تو حکومت نے خراسانی کو پکڑا اور کہا کہ محمد یحییٰ کو ہمارے سپرد کرو۔ انہوں نے انکار کیا تو اس پر تشدد ہوا۔ خراسانی کے بیٹے نے دیکھا کہ اس طرح تشدد ہوتا رہا تو میرا باپ مر جائیگا۔ اس نے مخبری کر دی تو حکومت نے بھاری نفری کے ساتھ یکا یک حملہ کیا۔ خیر انہوں نے مقابلہ تو کیا لیکن شہید ہوگئے اور وہیں مزار ہے۔

دو عبدالرحیم نامی شخصیات میں مغالطہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے شیخ کا نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی ہے۔ کیا یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ملتا ہے۔

حضرت نے فرمایا نہیں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں جو ہیں انکا نام ہے شاہ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شہادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ جبکہ حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری کے شیخ کا نام میاں عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ تھا اور ان کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ یہ سرساوہ کے تھے اور سرساوہ سہارنپور سے لاہور کی طرف آویں تو راستہ میں جمنا کے کنارے آتا ہے۔

فرمایا! میاں جی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ صاحب خلیفہ تھے حضرت عبدالغفور اخوند (سوات) کے اور اخوند صاحب سوات کے والیان ریاست کے جد امجد تھے۔ میاں جی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے شیخ تھے۔ اُمی تھے، پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بڑے بڑے شیخ ان کے پاس آتے رہتے تھے۔ یہ مجددی سلسلہ کے شیخ تھے۔

فرمایا! یہ مغالطہ بہت سارے لوگوں کو ہوجاتا ہے کہ وہ میاں عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہی سمجھ لیتے ہیں بلکہ مولانا شاہد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سہارنپور) نے ایک کتاب لکھی ہے۔ علماء مظاہر العلوم کی تصنیفی خدمات اس کی ایک جلد آئی ہے۔ دوسری ابھی تک نہیں آئی۔ انہوں نے اس میں مغالطے سے میاں جی عبدالرحیم صاحب کو ہی شہید بنا دیا میں نے انکو بتایا تو پھر انہوں نے اس کی تصحیح کی۔

خلافت دینے میں نرمی اور اس کی وجہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد کتنی ہے۔ فرمایا مجھے صحیح یاد نہیں مجالس حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ میں حافظ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے حضرت کے خلفاء کی فہرست دی ہے فرمایا حضرت جس کو سمجھتے تھے کہ اس سے آگے چراغ جل سکتا ہے اس کو اجازت دے دیتے تھے۔ حضرت کی زندگی کے جو آخری سال ہیں ان میں بہت سارے لوگوں کو اجازت دی۔ اس کی بھی ایک وجہ ہوتی ہے۔
ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ ملتان والے ان کے متعلق ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ہوا تو صبح انہوں نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا لو اور اس کو سارے شہر میں گھماؤ۔ وجہ اس کی کیا تھی؟ وجہ تو ان کو معلوم تھی کہ ان کو رات کو الہام ہوا تھا کہ آج تمہاری جو زیارت شہر میں کریگا ہم اس کو بخش دیں گے تو یہ ان بزرگوں میں ہوتا ہے کہ پھر ان میں فیاضی آجاتی ہے یہ تو نہیں کہ کوئی آکے ان کی زیارت کرتا باقی محروم رہ جاتے اس لیے انہوں نے خدام سے فرمایا کہ سارے شہر میں پھیراؤ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی یہی بات تھی۔ پہلے لوگ بہت ہی پختہ تھے۔ ذکر و اذکار کرنیوالے اور ریاضتیں کرنے والے تھے بعد میں پھر یہ معاملہ نرم پڑ گیا کیونکہ لوگوں کے قویٰ ضعیف ہوگئے۔

ایک بہت قیمتی بات

فرمایا! ہم نے رائپور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بات سنی اور اس کو خوب یاد رکھا اور یہ بڑی قیمتی بات ہے حضرت رائپوری نے فرمایا بزرگ کی جو ابتداء ہوتی ہے

اس سے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جو اس کی انتہا ہوتی ہے اس سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور پھر اس کی تشریح فرمائی کہ شروع کا جو زمانہ ہوتا ہے۔ وہ شیخ کی زہد و ریاضت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اخیر زمانہ میں ریل پیل ہوجاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں تو فقر وفاقہ ہوتا ہے اور اخیر میں دسترخوان میں وسعت آجاتی ہے۔ پھر لوگ اس طرف لگ جاتے ہیں اور شیخ کی زہد و ریاضت کو بھول جاتے ہیں۔

حضرت رائے پوری کی ایک صحبت کا اثر

فرمایا! حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو آدمی پہلی دفعہ بیٹھتا تھا تو پہلی دفعہ ہی میں یہ کیفیت لیتا تھا کہ اس آدمی پر اپنی حقیقت کھلتی تھی کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور دوسری بات یہ اثر میں آتی تھی کہ ذکر اللہ کی طرف طبیعت چلتی تھی۔ بس یہ دو چیزیں تھیں اور میرا خیال ہے کہ اگر ان دو چیزوں پر غور کیا جائے تو یہی تصوف کا حاصل ہے کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا اور اللہ کی یاد میں مگن رہنا۔

نیت عمل کا مدار ہے

فرمایا! جو بھی دین کا کام کریں اس میں نیت یہ رکھنی چاہیے کہ اللہ پاک راضی ہوجائیں۔ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ ایک مدرسے میں ایک میاں جی تھے جو بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ان کی نسبت بڑی عالی تھی۔ وجہ اس کی یہ بتلائی کہ ان کے زیر تعلیم چالیس بچے تھے۔ پہلے بچے کو جو سبق دیتے تھے تو اس وقت دعا کرتے تھے اللہ سے کہ یا اللہ میں تیری رضا کی خاطر اور تیری توفیق سے اس کو سبق دے رہا ہوں تو اس کو قبول فرما۔ پھر دوسرے بچے کو سبق دیتے تو اسی طرح نیت کرتے۔ اس طرح چالیس بچوں پر چالیس دفعہ نیت کرتے۔ اللہ پاک کے ہاں انکی یہ ادا بے حد مقبول ہوئی۔

اصل میں تو عمل نیت کے ساتھ ہے (انما الاعمال بالنیات) عمل چھوٹا ہو اس کی

نیت ستھری ہو تو وہی بڑا ہوجاتا ہے۔ عمل بہت بڑا ہو نیت کم درجہ کی ہو تو وہی عمل چھوٹا ہوجاتا ہے۔ بس اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ تادم آخر دین کی خدمت کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کیساتھ راضی رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت حضور ﷺ کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت یہ اسلام کا خلاصہ ہے، اس کو اپنالیں۔

تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی تسلسل

ندوہ سے تشریف لائے ہوئے مہمانوں (جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے) سے حضرت نے فرمایا اس وقت جتنی بھی تحریکیں ہیں سب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام سمجھتی ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک ۱۸۵۷ء میں ختم ہوگئی تھی۔ حضرت نے فرمایا نہیں یہ تحریک ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس کا دوسرا دَور شروع ہوا تھا۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اس وقت سے مسلسل چلی آرہی ہے۔ آج جتنی بھی جہادی تحریکیں ہیں سب حضرت ہی کا فیض ہے پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

ذکر جب چلا قیامت کا
بات پہنچی تیری جوانی تک

فرمایا! حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد حضرت کے متعلقین نے سوچا کہ جماعت کو تقویت پہنچانی چاہیے اور اسے دوبارہ منظم کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین مقرر کیا گیا اور یہ شاہ اسحٰق صاحب کے بھانجے اور شاہ رفیع الدین کے نواسے تھے اور سید نصیر الدین کا بیعت کا تعلق شاہ آفاق احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جو مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ ان کے متعلق نواب وزیر الدولہ نے اپنی کتاب وصایا عالمگیری میں لکھا ہے کہ سید نصیر الدین کی دعا میں انابت کا رنگ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

جب ان کو جانشین مقرر کر دیا گیا تو یہ اپنی جماعت کو لیکر شہادت کیلئے چل پڑے۔
سید نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے لشکر کو لے کر سندھ میں داخل ہوئے اس وقت تک حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ وہیں مقیم تھے اس لشکر نے کچھ دن ان کے پاس قیام کیا پھر اپنا جہادی پروگرام ترتیب دیا اس وقت مظفر گڑھ تک سکھوں کی حکومت تھی اس لشکر کی کچھ عرصہ سکھوں سے لڑائی ہوتی رہی ۔ پھر ان کو پتہ چلا کہ انگریز افغانستان کا رخ کر رہا ہے وجہ اس کی یہ تھی کہ اس وقت افغانستان میں شہزادے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے ان میں سے ایک شہزادہ لاہور آ گیا۔ انگریز اس کے ساتھ مل کر افغانستان پر حملے کی تیاری میں مصروف تھے۔ شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بمعہ لشکر غزنی پہنچے اور دوست محمد کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف جنگ کی، جس وقت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر دلی سے نکلنے کا ارادہ کر رہا تھا اس وقت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ادب کی وجہ سے تھوڑا سا پیچھے ہوکر کھڑے ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا۔ صبح ہوئی تو چونکہ سید احمد رحمۃ اللہ علیہ تو شہید ہو چکے تھے۔ اس لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نصیر الدین کے ہاں گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ پھر ان کے ساتھ جہاد پر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں والد صاحب کی بیماری کی اطلاع ملی جس کی وجہ سے واپس گھر لوٹ گئے حاجی صاحب کے والد کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ پھر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارادہ کیا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں شامل ہوں لیکن اس وقت خواجہ صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔

خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی ۱۸۵۷ء کا معرکہ پیش آیا۔ جس میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

امیر المؤمنین بنایا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد یہ تحریک حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پھر آگے تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہے۔

مولانا افغانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے

فرمایا، حیدر آباد دکن میں آخری دور میں دو آدمی بڑے کام کے ہوئے ہیں۔ ایک مولانا عبداللہ شاہ صاحب جنہوں نے زجاجۃ المصابیح لکھی اور دوسرے مولانا ابوالوفاء افغانی تھے۔ میں نے ان دونوں بزرگوں کی زیارت کی ہے بلکہ مولانا ابوالوفاء افغانی نے تو ہماری دعوت بھی کی تھی۔

مولانا ابوالوفاء افغانی نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اور بہت ساری کتابیں ایڈٹ بھی کیں۔ فناء فی العلم تھے۔ انہوں نے پوری عمر شادی نہیں کی۔ اپنے آپ کو علمی کاموں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ مولانا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عاشقین میں سے تھے۔ ایک دفعہ ایک غیر مقلد نے ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بات کی تو مولانا نے فرمایا جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔

بچوں کو کم مارنا چاہیے

ایک قاری صاحب کو حضرت نے مخاطب کر کے فرمایا کہ قراء حضرات کو چاہیے کہ بچوں کو کم مارا کریں، اس سے بچے شوق سے پڑھتے ہیں پھر حضرت نے ایک شعر پڑھا۔

درسِ معلم از بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پای را

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر محبت سے پڑھایا جائے تو وہ بچہ جو تعلیم سے بھاگ جاتا ہے وہ پھر کہتا ہے کہ مجھے جمعے کے دن بھی لے چلو۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ زیادہ پڑھائی کی طرف توجہ رکھیں بچوں کو جلسے جلوسوں سے بچائیں۔ پڑھائی کیوقت میں صرف پڑھیں گے ہی تو کام بنے گا۔ جن بچوں کو دوران تعلیم جلسے جلوسوں کا شوق چڑھ جاتا ہے وہ آخر پڑھنے سے ہی رہ جاتے ہیں۔

طواف کی ابتداء کیسے ہوئی؟

فرمایا! ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اسرارالحج میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ طواف کی ابتداء کیسے ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا جب اللہ رب العزت نے فرشتوں کو خطاب کر کے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ" تو اس پر فرشتوں نے جو کچھ کہا وہ تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہے اس کے جواب میں اللہ رب العزت نے یہ جو فرمایا انی اعلم مالاتعلمون۔ اس کلام کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالی جلال میں تھے۔ فرشتوں نے جب یہ دیکھا تو وہ کانپ گئے اور وارفتگی کے عالم میں عرش عظیم کے اردگرد طواف کرنا شروع کردیا۔ اللہ رب العزت کو یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا کہ بالکل اس کے نیچے کرۃ الارض میں بھی ایک گھر تعمیر کرو جہاں اسی طرح طواف ہوا کرے۔

مجلس ذکر کا سلسلہ ہمارے ہاں نہیں ہے

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ایک مجلس ذکر کے اشتہار میں آپ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ ہم نے تو اس لیے اس پروگرام میں شرکت کی کہ آپکی زیارت ہوجائیگی۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے۔ حضرت نے فرمایا جس مجلس ذکر کے اشتہار میں میرا نام لکھا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ میں اس میں شرکت نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے سلسلے

میں مختلف جگہوں پر مجالس ذکر کا انعقاد کروانا اور اشتہارات چھپوانا وغیرہ یہ نہیں ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی سفر کرتے تھے لیکن جہاں جاتے وہاں اپنے معمول کے مطابق جو ان کے ذکر کے اوقات ہوتے ان میں ذکر کرتے اس طرح مجالس کا انعقاد نہیں کرتے تھے اور جو لوگ اس وقت ان کے ساتھ ہوتے وہ بھی ان کے ساتھ قبلہ رو بیٹھ کر اپنا اپنا ذکر کرتے رہتے تھے۔

عبادت قطب ابدال بننے کے لیے نہیں کرنی چاہیے

ان صاحب نے پھر دریافت کیا حضرت قطب، ابدال بننے کیلئے کوئی خاص عبادت کرنی پڑتی ہے۔ حضرت نے فرمایا جو آدمی قطب بننے کیلئے عبادت کرتا ہے وہ کیا عبادت کرتا ہے۔ پھر فرمایا یہ یاد رکھو قطب، غوث بننے کیلئے عبادت نہیں کی جاتی۔ عبادت تو محض اللہ کی رضا کیلئے کی جاتی ہے۔ اللہ اللہ کرنے کیلئے کوئی غرض شامل نہیں ہونی چاہیے کہ میں آسمان میں اڑنا شروع کردوں۔ پھر فرمایا کہ آسمان میں اڑنا کوئی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے آسمان میں تو پرندے بھی اڑتے پھرتے ہیں۔ باقی جو بزرگوں نے لکھا ہے کہ قطب بھی ہوتے ہیں غوث بھی ہوتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ ہوتے ہیں لیکن اس کام کیلئے عبادت کرنا کہ میں قطب بن جاؤں یہ عبث اور بے کار کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو غار حرا میں جاتے تھے وہ صرف اللہ کی رضا کیلئے جاتے تھے۔ منصب نبوت لینے کی غرض سے نہیں جاتے تھے وہ تو انعام اللہ نے دیا ہے جو اللہ نے ان کے مقدر میں رکھا تھا۔

شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ

اللہ کے سامنے عاجز ہو کر اس کی عبادت کرنی چاہیے اور سمجھے کہ میں کسی لائق نہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک صحرا میں سے گزر رہے تھے پیاس لگی اللہ تعالیٰ نے مینہ برسایا۔ انہوں نے پانی پیا، اتنے میں بجلی سے آواز

آئی کہ ہم نے تمہارے لیے سب چیزیں حلال کر دیں انہوں نے "لاحول" پڑھی اور سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے۔ پھر آواز آئی کہ تجھے تیرے علم نے بچالیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فوراً سنبھلے اور فرمایانہیں مجھے اللہ کے فضل نے بچا لیا۔ اللہ کے سامنے عاجز رہے۔ اگر دل میں آگیا کہ میں نے بڑی عبادت کی ہے تو شیطان بنے گا۔ شیطان نے بھی کوئی کم عبادت نہیں کی تھی۔ اللہ کے سامنے عاجز بن کے پڑا رہے۔ کسی نے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا اپنے اللہ کے سامنے عاجزی سے پڑے رہو یہی تصوف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اتنا بڑا درجہ دیا گیا ہے وہ اس لیے کہ آپ عبدیت میں اس مقام پر پہنچے کہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ پھر اسی عبدیت میں انکو (ورفعنا لک ذکرک) کا مقام ملا اور عبدیت کیا ہے اللہ کے سامنے عاجزی سے پڑا رہنا یہ نہ سمجھے کہ میں کوئی شے ہوں جو یہ سمجھے گا وہ وہیں مارا جائیگا۔

قطب حضرات کے پیشے میں بھی عاجزی

اس لئے کہ آپ نے کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ فلاں قطب رنگساز تھا۔ فلاں موچی تھا۔ انکے پیشے بھی ایسے ہیں جنہوں نے انکو مٹایا ہوا تھا۔ پھر فرمایا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک واقعہ درج ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ آجکل صاحب خدمت کون ہے جو حالات اتنے خراب ہیں۔ انہوں نے فرمایا ایک خربوزے بیچنے والا ہے وہ صاحب ان کے پاس گئے اور ایک خربوزہ خریدا انہوں نے کاٹ کر دیا اس نے کہا پھیکا ہے اسی طرح دو تین خربوزے اس نے ضائع کر دیئے۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے برداشت کرلیا۔ وہ صاحب واپس آ گئے اور کہا کہ حالات اسی لیے خراب ہیں۔ کچھ عرصہ بعد حالات درست ہوگئے۔ پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اسی آدمی نے پوچھا کہ آجکل صاحب خدمت کون ہے؟ فرمایا کہ آجکل صاحب خدمت ایک پانی والا ہے

جو کہ جامع مسجد کے پاس رہتا ہے وہ گیا اور ان سے پینے کیلئے پانی لیا۔ تھوڑا سا پانی پی کر نیچے پھینک دیا تو پانی والے نے تھپڑ مارا اور کہا کہ وہ خربوزے والا چلا گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ سب چیزیں صحیح ہیں اللہ کا نظام ہے جو چل رہا ہے۔

(الحمد الله علی هذه النعمة)

مکتبہ شیخ لدھیانوی
کی مطبوعات
خطبات حکیم العصر
مجالس حکیم العصر
ناشر مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑ پکا ضلع لودھراں 0300-6804071